تصوّف

تالیف

اعلیحضرت الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دتا صاحب طالب

کنجاہ شریف گجرات

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

رحمن

294

Marfat.com

Marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

اللہ تعالٰی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے

تصوف

تالیف

رت عالیجناب الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دتا صاحب طالب کنجاہی

نقشبندی مجددی جماعتی

تمام الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین صاحب عاصی کنجاہی

سجادہ نشین دربار عالیہ طالبیہ

کنجاہ شریف۔ ضلع گجرات

Marfat.com

جملہ حقوق بحق دربار عالیہ طالبیہ نقشبندیہ محفوظ ہیں

53348

مقام اشاعت	کنجاہ شریف گجرات
طبع	دوئم
تعداد	ایک ہزار
مطبع	شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور
ہدیہ	۲۲/- روپے
تاریخ اشاعت	۱۳ را پریل ۱۹۸۴ء

ملنے کا پتہ :

دربارِ عالیہ طالبیہ نقشبندیہ کنجاہ شریف ضلع گجرات

۲۔ نوری کتب خانہ بازار داتا گنج بخش لاہور

۳۔ شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

۴۔ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور

۵۔ نعیمی کتب خانہ گجرات

۶۔ نگینہ کتب خانہ وسن پورہ لاہور

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۱	تذکرۂ طالب	۱۲	۲۳	ذکر بامشاہدہ	۶۷
۲	تصوف کی تعریف	۳۴	۲۴	دل کا نور یقین سے منور ہونا	۶۸
۳	باب اول { ضرورت شیخ	۳۸	۲۵	تفسیر باطن	۶۸
۴	قرآن کریم اور حدیث شریف میں علم تصوف کے آثار و نشانات	۴۰	۲۶	دل کی سلامتی	۶۹
۵	توجہ انعکاسی کا ثبوت	۴۱	۲۷	طالب مولا و طالب دنیا	۶۹
۶	حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات	۴۲	۲۸	قیامت کے دن قلب سلیم کا سوال	۷۱
۷	فیض صحبت سے محرومی کے اسباب	۴۵	۲۹	اللہ کی محبت	۷۲
۸	علم نافع	۴۷	۳۰	ہشت شرائط ذکر نقشبند	۷۲
۹	ذکر فکر تفکر و مراقبہ	۵۰	۳۱	در بیان ذکر خفی	۷۸
۱۰	حضوری نماز	۵۴	۳۲	تعارف اولیاء اللہ	۸۱
۱۱	تفکر اور مراقبہ	۵۵	۳۳	علم حضوری	۸۲
۱۲	ذکر اللہ کے ثمرات	۵۶	۳۴	تاثیر و نصرت	۸۳
۱۳	ذکر کثیر	۵۸	۳۵	تسخیر کائنات	۸۵
۱۴	ہدایات متعلقات ذکر	۶۰	۳۶	معیت اولیاء اللہ کا فائدہ	۸۶
۱۵	مقام ولایت کا مقدمہ	۶۱	۳۷	شان قلب عبد مومن	۸۶
۱۶	ملکوت کی کنجی	۶۳	۳۸	شان اولیاء اللہ	۸۷
۱۷	درجات ذکر	۶۳	۳۹	پیر کامل	۹۱
۱۸	کھرے اور کھوٹے سکے	۶۴	۴۰	مخاصمت اولیاء اللہ	۹۵
۱۹	آداب کے بغیر ذکر قساوت کا باعث	۶۵	۴۱	ضرورت شیخ پر دلائل	۱۰۰
۲۰	آداب ذکر	۶۵	۴۲	مقربین بارگاہ	۱۰۲
۲۱	شرائط ذکر	۶۶	۴۳	اہمیت بیعت	۱۰۷
۲۲	ذکر اللہ حدود شرعیہ پر مداومت کا وسیلہ	۶۷	۴۴	امراض قلبی	۱۱۵
			۴۵	استقامت علی الایمان کی بنیاد	۱۲۰
			۴۶	عترت اور کتاب اللہ	۱۲۲

Marfat.com

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۴۷	اعتصام باللہ کے معنی	۱۲۴
۴۸	ابتدا و انتہاء تقوی	۱۲۵
۴۹	علمائے ربانی کی جماعت	۱۳۲
۵۰	سوادِ اعظم	۱۳۶
۵۱	تشریح مجمل قرآن	۱۳۸
۵۲	اسباب کی حکمت	۱۳۹
۵۳	دست قدرت	۱۴۰
۵۴	دل کے اندھے	۱۴۱
۵۵	مرشد انعام الٰہی	۱۴۳
۵۶	صحبت بد سے پرہیز	۱۴۵
۵۷	حقیقت اور مجاز	۱۴۵
۵۸	خلیفۃ اللہ	۱۴۶
۵۹	ختم نبوت	۱۴۷
۶۰	تصرفات اولیاء اللہ	۱۵۵
۶۱	توبہ کے لئے شفاعت کی ضرورت	۱۶۳
۶۲	درس اتحاد	۱۷۳
۶۳	استمداد	۱۸۱
۶۴	علم غیب	۱۸۶
۶۵	عقائد	۱۸۸
۶۶	مرشد کیا ہے	۱۹۴
۶۷	رسول شاہد	۱۹۷
۶۸	توبہ کی گھاٹی	۱۹۹
۶۹	توکل میں حکمت	۲۰۲
۷۰	لانبی بعدی	۲۰۴
۷۱	ترک غفلات و ذکر کثیر	۲۰۵
۷۲	ہادی راہ ہدیٰ	۲۱۰
۷۳	باب دوم؛ آداب مرید	۲۳۶
۷۴	مرید کی صفت	۲۳۷

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۷۵	اقسام آداب	۲۴۳
۷۶	اقسام مرید	۲۶۵
۷۷	آداب مرید صادق	۲۶۶
۷۸	باب سوئم؛ تصور شیخ	
۷۹	تصور شیخ کے ماننے والے سلف صالحین	۲۷۳
۸۰	بزرگان دین کا متبع سنت نبوی	۲۷۴
۸۱	اطاعت اولی الامر کی تشریح	۲۷۴
۸۲	کسی مسئلہ کے غلط یا صحیح پرکھنے کا طریقہ	۲۷۵
۸۳	تصور کی حقیقت	۲۷۷
۸۴	بدعت کی تعریف	۲۷۷
۸۵	رہبانیت کے جواز و عدم جواز کی بحث	۲۷۸
۸۶	اسلام میں رہبانیت کیا ہے	۲۷۹
۸۷	بدعت سیئہ و حسنہ	۲۸۰
۸۸	بدعت حسنہ کا ثبوت	۲۸۱
۸۹	نماز جمعہ کا موجد	۲۸۲
۹۰	شیخ کی محبت باعث لزوم	۲۸۳
۹۱	دلائل منقولہ تصور شیخ	۲۸۵
۹۲	رابطہ شیخ اعمال صالح کے اخلاص کا باعث ہے	۲۸۹
۹۳	احادیث سے تصور شیخ	۳۱۴
۹۴	تصور شیخ کے	۳۱۴
۹۵	وجہ استدلال	۳۱۷
۹۶	احادیث میں تصور کے واقعات	۳۱۸
۹۷	تصور پر نظم	۳۲۰
۹۸	رابطہ	۳۵۸

Marfat.com

پیش لفظ

قارئین کرام :۔ تصوف پر یہ مایۂ ناز اور بلند پایہ تحقیق جس کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے ۔عالی جناب الحاج پیر ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دتا صاحب طالب کنجاہی نقشبندی مجددی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ کی راہِ تصوف میں سالہا سال کی کاوش اور علمی تحقیق کا شاہکار ہے ۔

اس کے کل تین باب ہیں ۔ پہلا ضرورت شیخ ، دوسرا آداب مرید اور تیسرا تصور شیخ پر مشتمل ہے ان کی سند قرآن کریم ، احادیثِ نبوی اور صوفیائے عظام کے مستند اقوال سے پیش کی گئی ہے بلا شبہ آپ نے اس کارِ خیر کی تکمیل فرما کر طریقت کی دنیا میں بلاتخصیص تمام سلاسل کی بہت بڑی اور لازوال خدمت سرانجام دی ہے نیز آپ کا یہ مستند شاہکار رشد و ہدایت کے متلاشیوں کے لئے روشنی کا مینار ہے ۔خلوص دل سے مطالعہ کیا گیا تو انشاء اللہ ہدایت نصیب ہوگی ۔

کتاب تعلیم یافتہ خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی بہتری اور فائدے کی غرض سے شائع کی گئی ہے ۔ قرآن کریم ، احادیث شریفہ اور بزرگانِ سلف کے حوالے اسی لئے ساتھ ساتھ دیئے گئے ہیں کہ تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ عین اسلام ہے یا یوں کہیئے کہ حقیقت اسلام ہی بذریعہ تصوف ظاہر ہوتی ہے ۔ مطالعہ سے انشاء اللہ وضاحت ہو جائے گی ۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

آخر میں فقیر مشائخ عظام ، علمائے کرام اور ان حضرات کا ممنون ہے جنھوں نے "تصوف" کی اشاعت پر اظہار مسرت فرما کر اسے حرزِ جاں بنایا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ "تصوف" کی دوبارہ اشاعت ناگزیر ہو گئی ۔

فقیر محمد امین عفی اللہ عنہ

Marfat.com

تقریظ

الحمد للہ الذی شرح صدورنا بالاسلام و نوّر قلوبنا بنور الایمان والعرفان وخاتم النبیین شفیع للمذنبین سیدنا محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ وعلیٰ آلہ العظام و اصحابہ الکرام الی یوم الدین بعدہٗ حمد وصلوٰۃ احقر العباد محمد کرم الٰہی عرض پرداز ہے کہ کتاب مستطاب بعنوان **تصوف** عالی جناب حضرت مولانا الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دتا صاحب طالب کنجاہی ضلع گجرات کی تالیف کردہ ہے ڈاکٹر صاحب ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ اور پیراستہ ہیں خود نورانی اور نوربخش وجود ہیں اور سلطان الاولیا والعارفین امام الاتقیا والسالکین مرشد کاملین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع المنزلت، میر الملت والدین مولانا الحاج پیران پیر عالی جناب حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی محدث علی پوری نوراللہ تربتہٗ کے مقبول اور محبوب خلیفہ ہیں کتاب تصوف کے مضامین ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ میں حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ماہ بماہ شائع ہوتے رہے جو تمام کے تمام خاکسار کے مطالعہ میں رہے ہیں اب ان تمام مضامین کو یکجا کر کے کتاب کی صورت میں طبع کرایا گیا ہے یہ کتاب انوار وفیوضات سے پُر ہے اس کے تحریر کرنے والے ایک نورانی وجود ہیں اور بحکم مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ؂

شیخ نورانی ز راہ آگاہ کند　　　با سخن ہم نور را ہمراہ کند

طرز بیان نہایت سادہ اور دلآویز۔ دلائل اور براہین تمام کے تمام نورانی اور قرآن پاک کی آیات سے استنباط کردہ اور احادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اور ارشادات و اقوال آئمہ کرام و صوفیائے عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہیں ڈاکٹر صاحب نے کتاب تحریر کر کے اہلِ اسلام پر بالعموم اور رہروانِ اہل طریق پر بالخصوص احسان کیا ہے کیونکہ اس کے مطالعہ سے مخالفین کو دندان شکن جواب دیا جاسکتا ہے کتاب نورانی و نوربخش ہے جملہ اہل اسلام کیلئے بالعموم اور رہروان

Marfat.com

راہ سلوک کیلئے بالخصوص مشعل راہ ہے اللہ تعالیٰ مؤلف و ناشر کو سعادت دارین عطا فرمائے اور اجر عظیم آمین

کمترین: فقیر محمد کرم الٰہی بی اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ سیکرٹری جنرل انجمن خدام الصوفیہ پاکستان

سنو سئی ہند حضرت امیر ملت حافظ محدث پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتا صاحب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف حنیف "تصوف" نظر سے گزری۔ کتاب کیا ہے؟ تصوف و روحانیت کا بحر بیکنار ہے اس کتاب کو پڑھ کر کون سا مسلمان ہے جو سرورِ قلب حاصل نہ کر سکے۔

قرآن وحدیث، فقہ، اجماع امت اور اقوال اولیائے کرام کی روشنی میں تصوف پر یہ بلند پایہ کتاب اس دور کی بڑی اہم کتاب ہے جو گم گشتگانِ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کر کے منزل مقصود تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

از حضرت مولانا محمد صادق صاحب قصوری

کتاب مستطاب اور پر انوار بنام "تصوف" حضرت عارف باللہ مولانا الحاج ڈاکٹر اللہ دتا صاحب طالب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف حنیف لغور پڑھی اس نورانی کتاب کی تعریف کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ مختصراً عرض ہے کہ دلوں کو مزکّٰی کرنے والی کتاب کی اس پرفتن زمانہ میں اشد ضرورت تھی اس کی تدوین و تالیف اور ترتیب قابلِ داد ہے یقیناً مصنف کی دلی تمنا پوری ہوئی کیونکہ آپ کا تبلیغی مشن اس طرح جاری رہے گا۔

از حضرت علامہ مولانا الحاج غلام رسول صاحب گوہر
ایڈیٹر رسالہ انوار الصوفیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۂ طالب

اس سے قبل کہ قارئین کرام کتاب "تصوف" کا مطالعہ فرمائیں۔ بہتر ہو گا کہ مختصراً صاحب تصنیف عالیجناب اعلیٰ حضرت الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دتّا صاحب طالب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے متعارف ہوں جنہوں نے ہمارے قریبی زمانہ میں ۲۷ سال تین ماہ ۱۹ روزہ مستعار زندگی میں نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان برما، جزائر انڈیمان ایران سعودی عرب، عراق، مصر، فرانس اور انگلینڈ جیسے دور دراز ممالک میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ کی تبلیغ کو اپنا مشن بنا کر ایک انبوہ کثیر کو اس وقت جب کہ ان ممالک میں کفر والحاد اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ رشد و ہدایت کی شمع روشن کی اور راہ گم کردہ انسانیت کو زندگی کے صحیح مقصد اور حقیقت سے روشناس کرایا۔

پیدائش

آپ کنجاہ شریف کے ایک معزز کشمیری خاندان میں جناب شیخ پیر بخش کے ہاں ۱۲ فروری ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے آپ کے آباؤ اجداد خوش عقیدہ متقی و پرہیزگار تھے آپ نے قرآن کریم اور دیگر مروجہ ابتدائی تعلیم کنجاہ شریف میں حاصل کی اور گجرات میں میٹرک پاس کرنے کے بعد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ تعلیم آپ شادیوال میں ایک کامل بزرگ حضرت میاں محمد ابراہیم صاحب کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا

Marfat.com

کرتے تھے آپ نے کئی بار حضرت میاں صاحبؒ سے بیعت کے لئے عرض کی لیکن آپ ہر بار ٹال دیتے اور فرماتے کہ ابھی آپ نوجوان ہیں دنیا کی سیر کیجیے۔

تلاش حق میں رہنے والوں کے لئے لنھدینھم سبلنا کئی نئی راہیں کھول دیتا ہے لہٰذا جہاں آپ کو صراط مستقیم پر گامزن اللہ والے نظر آئیں ان کا ادب ملحوظ خاطر رکھیں کیونکہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔ اور ازراہِ لطف و کرم فرماتے کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی کو برا نہ سمجھیں کیونکہ اپنے سے بڑے نیکیوں میں بڑھے ہوئے اور چھوٹے گناہوں میں کم ہوتے ہیں رزقِ حلال کی جستجو میں محترم میاں صاحب نے آپ کو پولیس کی ملازمت سے منع فرمایا اور ان حالات کے تحت آپ نے ڈاکٹر بننے کی خواہش اپنے والدین کریمین سے کی اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو جسمانی ڈاکٹر کے ساتھ روحانی معالج کا بیش بہا رتبہ عطا فرمایا۔

ملازمت

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے طبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے فوج میں ملازمت اس لئے پسند فرمائی کہ دورانِ ملازمت مختلف مقامات پر جانے کا اتفاق ہوگا اور شاید کسی اہل اللہ سے شرف ملاقات نصیب ہو جائے۔ آپ فوج میں بحیثیت اسسٹنٹ سرجن چھاؤنی چکدرہ (صوبہ سرحد) میں تعینات ہوئے چونکہ بچپن سے طبعاً دین سے محبت اور بزرگانِ کرام سے لگاؤ تھا اس لئے آپ کا اکثر وقت دینی کتب اور اولیائے عظام کے حالات کا مطالعہ کرنے میں گزرتا۔

ایک روز آپ دریا کے کنارے بیٹھے تذکرۃ الاولیاء میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے حالاتِ زندگی پڑھ رہے تھے۔ لکھا تھا۔ "اتباعِ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دل نورِ ایمان سے روشن نہیں ہو سکتا۔" اسی ایک فقرہ نے دل کی دنیا بدل دی خوبصورت، سرو قد بھرپور نوجوان تو تھے ہی اگلی صبح جب شیو کے لئے آئینہ اٹھایا تو حضرت خواجہ صاحبؒ کا فقرہ ذہن میں پھرنے لگا۔ کبھی آئینہ میں اپنا چہرہ مبارک دیکھتے اور کبھی ہتھیار کی جانب غور فرماتے چونکہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کا تصرف غالب آچکا تھا آپ

Marfat.com

نے اپنے چہرہ مبارک پر بلیڈ نہ لگانے کا پختہ ارادہ کر کے شیو کے سامان کو ہمیشہ کے لئے خیرباد
کہہ دیا۔ دراصل آپ آیت مبارکہ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ
اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ۰ (اللہ تعالےٰ چن لیتے ہیں اپنے لئے جسے چاہیں اور ہدایت فرماتے ہیں
اپنی طرف اس کو جو اس کی طرف رجوع کرلے) کے مصداق خاص مشن کیلئے منتخب کیے جا چکے تھے

آپ کے انگریز کمانڈنگ آفیسر نے جو کہ ایک متعصب عیسائی تھا آپ کے خلاف ان
الفاظ میں رپورٹ اپنے ہیڈ کوارٹر کو لکھی۔

DOCTOR ALLAH DITTA HAS DISFIGURED
HIS FACE WITH BEARD

چونکہ آپ نے ایسی سب باتوں سے بے نیاز ہو کر سنت حبیب اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنایا تھا لہٰذا آپ نے اس سنت کو ترک نہ کیا اور اس کی برکت سے اللہ
تعالےٰ نے آپ کو مرشد کامل کی صحبت سے ہم کنار فرمایا۔

بیعت

قبلہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مئی ۱۹۰۹ء میں
اعلیٰحضرت امیر ملت قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
کی خواب میں زیارت سے مشرف ہونے کے بعد خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست حق پرست
پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ آپ فرماتے ہیں "جب فقیر اعلیٰحضرت امیر ملت
قبلہ عالم محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر مئی ۱۹۰۹ء میں علی پور میں بیعت
ہوا۔ تو آپ نے تلقین کرتے وقت فرمایا تھا کہ انسان کے دل پر شیطان کا پنجہ ہوتا ہے جب
وہ کسی مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو دل سے شیطان کا پنجہ چھوٹ جاتا ہے اس کے
بعد اگر ان تین حالتوں میں سے ایک بھی حالت میں مرید رہے گا تو شیطان دوبارہ دل
پر پنجہ نہیں مار سکتا اور اگر ان تینوں میں سے ایک حالت بھی نہ رہے بالکل خالی رہے
(نظر اور توجہ کے ہی انتظار میں رہے) تو شیطان پھر دل پر قابو پا لیتا ہے وہ تین حالتیں
مندرجہ ذیل ہیں۔

Marfat.com

۱۔ صحبت شیخ

۲۔ محبت شیخ

۳۔ ذکر فکر مراقبہ

اعلیحضرت امیر ملت رض

اعلیحضرت امیر ملت قبلہ عالم پیر حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رضی اللہ تعالے عنہ موجودہ صدی کی عظیم ترین بین الاقوامی ہمہ گیر زندہ جاوید ہستی کے طور پر عرب وعجم کی اسلامی دنیا میں چاند سورج کی طرح متعارف ہیں آپ سید السادات سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عترت پاک کا وہ نادر الوجود اور بے مثال نمونہ ہیں کہ حدیث پاک (ترجمہ میں دو بھاری چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں اپنی عترت اور قرآن پاک) کی چاشنی کا مزہ شاہ وگدا نے آپ کی ذات پاک میں پایا۔ شاہان ترک، امیران افغانستان نوابان ہند و پاک سے لے کر عوام الناس تک لاکھوں مخلوق خدا نے آپ کا دامن رحمت پکڑا اور چین پایا۔ حافظ قرآن کریم ایسے کہ قرآن مجید نے اپنی تمام لامتناہی صفات بطن البطون تک آپ پر منکشف کر دیں۔ اور اس کی برکتیں رحمتیں، شفائیں اذکار و مقامات آپ نے اپنا دامن پکڑنے والوں میں دن رات تقسیم کیں۔

العلماءُ ورثۃُ الانبیاءِ کے اعلیٰ ترین مصداق۔ علم کا کون سا پہلو ایسا ہے جو روشن نہ ہوا ہو نام نہاد علما کے چراغ اس مشکوٰۃ نبوت کے وارث اکمل کے سامنے بجھ گئے انکے علم کا زعم باطل ہوا ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور مرزا قادیانی کو مباہلہ کی دعوت دی۔ انکار ہونے پر بر سر عام موت کی پیش گوئی کی جو ایک ہفتہ کے اندر صحیح ثابت ہوئی۔ حجاز ریلوے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حزب الاحناف لاہور انجمن حمایت اسلام لاہور، ندوۃ العلماء لکھنو۔ انجمن نعمانیہ ہند لاہور مدینہ فنڈ، خلافت فنڈ، سمرنا فنڈ، انگورہ فنڈ اور دیگر بے شمار دینی ملی اداروں کی دل کھول کر مدد فرمائی۔ بے شمار مساجد اور دینی مدارس تعمیر کروائے۔ علماء اہلسنت کی جمعیتوں اور کانفرنسوں کی جا بجا رہنمائی فرمائی۔ آگرہ میں آریوں نے فتنہ ارتداد برپا کیا تو آپ نے وہاں ارشاد و تبلیغ کا وسیع سلسلہ جاری فرمایا وہاں کے غریب مسلمان عوام کے لیے جناب حضور قبلہ ڈاکٹر صاحب

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں جابجا شفا خانے قائم کئے تاکہ ہندوؤں کی دست برد سے محفوظ رہیں تحریک پاکستان میں آپ نے قائد اعظم کی مکمل حمایت و اعانت کا وانشگاف اعلان فرمایا آپ اپنے تبلیغی جلسوں میں ہمیشہ اعلان فرماتے کہ اے ایمان والو صرف مسلم لیگ ہی برصغیر کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے آپ نے علماء دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر فرمایا کہ آپ نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری ہے اب دین کی خدمت کے لئے میدان عمل میں آنے کا وقت ہے اپنا فرض ادا کریں مسلم لیگ کے جلسوں میں وانشگاف الفاظ میں فرماتے "پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے اکیلے مسٹر جناح کا نہیں وہ ہم سب کا کام کر رہے ہیں وہ ہمارے وکیل ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی وکالت قبول فرمائے۔

چونکہ عرب و عجم اور برصغیر پاک و ہند کا گوشہ گوشہ آپ کی فیض رسانی کا گواہ ہے حج و زیارت حرمین الشریفین میں بھی سلسلہ تبلیغ و ارشاد جاری رہتا تھا اس لئے آپ کے خلفاء کبار جن کی تعداد یقیناً سینکڑوں تک پہنچتی ہے دین کی خدمت میں منہمک ہیں اعلحضرت عظیم البرکت امیر ملت رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی اولاد پاک اور خلفائے عظام کی صورت میں رشد و ہدایت کا لامتناہی سلسلہ چھوڑ کر مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں آپ کا روضہ اقدس اعلیٰ فن تعمیر کا نادر نمونہ اور مرجع خلائق ہے۔

دعوت تبلیغ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے ذوق و شوق، پابندئ صوم و صلوٰۃ اور دینی امور کے لوگ پہلے ہی مداح تھے اب اعلحضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور محبت کا اثر رنگ لانے لگا۔ آپ ہر وقت اللہ کی یاد اور محبت شیخ میں مستغرق بلاخوف و خطر اپنی پلٹن (فوج) میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ بے شمار لوگ آپ کے طرز تکلم اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اعلحضرت قبلہ امیر ملت رضی کی ایک جھلک دیکھنے

Marfat.com

کے لئے بیتاب ہوگئے قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ نے آپ کو مدعو کیا۔ ۱۹۰۹ء میں صوبہ سرحد یعنی چکدرہ چھاؤنی کا دور دراز، دشوار گزار بیابان علاقہ، جب کہ ذرائع آمد و رفت مسدود تھے۔ اعلیٰ حضرت امیر ملتؒ نے مشتاقانِ دید کو زیارت اور فیوض و برکات سے نوازا۔ دوران سفر چند لوگوں نے آپ کو پہچان کر عرض کیا حضرت اس جنگل بیابان میں کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمانے لگے ایک ڈاکٹر کی یاد لئے جا رہی ہے جناب ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنی پلٹن کے پچاس سے زائد پابند شریعت نوجوانوں کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کے لئے پیش کیا اعلیٰحضرت امیر ملت شاہ صاحبؒ وہاں سے مراجعت کے وقت انتہائی مطمئن تھے کہ تبلیغ دین کے لئے مولا کریم و رحیم نے ڈاکٹر صاحبؒ کی صورت میں ایک اور مرد بلند ہمت عطا فرمایا ہے حضور قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ نے اعلیٰحضرتؒ کی چکدرہ سے واپس روانگی کے وقت مندرجہ ذیل فی البدیع اشعار پڑھے۔

اے جذبۂ الفت مجھے تاثیر دکھا دے ۔۔۔ طالب وہ بن آئیں میری تقدیر بنا دے
اے علم تصور میری گر آن کے باری ۔۔۔ دلبر کی پیاری مجھے تصویر دکھا دے

لکھی ہے مقدر میں تب و درد کی دوری ۔۔۔ اللہ میری بگڑی ہوئی تقدیر بنا دے
اے شاہ حسینانِ جہاں شاہ جماعتؒ ۔۔۔ پاس اپنے بلا کر میری توقیر بڑھا دے
جاتا نہیں دم کیلئے دل سے غم دوری ۔۔۔ ہر دم کی حضوری کا مجھے مژدہ سنا دے
بے تاب ہے دل شوقِ زیارت میں شب و روز ۔۔۔ آنکھوں میں سما جا غمِ دل گیر بھلا دے
اک آگ لگی دل میں ہے سوز ہجر کی ۔۔۔ شربت ہے معیت کا جو اکسیر پلا دے
سلطان جہاں زیب سرتاج مشائخ ۔۔۔ ہے دل میں تمنا مجھے مولا سے ملا دے

شاہوں سے گداؤں کا کیا دعوئے الفت
اے طالب حق حسن عقیدت سے جلا دے

آپ فرماتے ہیں۔ ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے کہ اعلیٰحضرت امیر ملت شہنشاہِ جہاں پناہ قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری قدس سرہٗ حج مبارک سے تشریف لائے

Marfat.com

چونکہ چورہ شریف میں باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کا موقع تھا بجائے علی پور شریف کے سیدھے چورہ شریف پہنچے خاکسار کو حلقہ غلامی کا شرف حاصل کئے چند ہی ماہ گزرے تھے ان دنوں چھاؤنی چکدرہ کے علاقہ صورت بیز میں متعین تھا حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر چورہ شریف حاضر ہوا میرے محترم پیر بھائی صوفی پہلوان خاں صاحب مرحوم نے دیگر یارانِ طریقت مثل حوالدار علی حیدر خاں مرحوم صوبے دار

دیگر یارانِ پلٹن (طریقت) مثل حوالدار علی حیدر خاں مرحوم و ماسٹر علی اکبر خاں حال صوبے دار علی اکبر خاں صاحب، بزرگ بھائی باز خاں صاحب مرحوم وغیرہم کے سامنے بیان کیا کہ جب ہم لوگ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یارانِ طریقت سے ایک بار یعنی صاحب کتاب (ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب) کی نسبت فرمایا کہ وہ ہر وقت روتا رہتا ہے ہم نے اس کے رونے کی کیفیت حرمین شریفین محسوس کی ہے

یورپ

اس وقت جب کہ برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی لہر انگڑائی لے رہی تھی اور اپنی علیحدہ حیثیت منوانے کے لئے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ وجود میں آچکی تھی۔ انگریز آپ کی تبلیغی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا اور حیلے بہانوں سے مختلف علاقوں میں تبدیل کر کے آپ کے مشن میں حائل ہوتا رہتا تھا مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے دوران جناب ڈاکٹر صاحبؒ کو عرب، انڈونیشیا اور برما کے علاوہ یورپ جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ فرانس اور انگلینڈ میں کافی عرصہ مقیم رہے ان دنوں انگلینڈ میں دو اشخاص کمال دین اور صدر دین نامی مرزا قادیانی کی تبلیغ میں مصروف تھے آپ نے فوج کے علاوہ دیگر حلقۂ احباب میں مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پول کھول کر نیز ہر خاص و عام کو ان کی کذب بیانی اور فتنہ پروری سے بروقت خبردار کیا آپ تبلیغ و تربیت کے لئے فوج کے علاوہ شہر میں بھی کافی وقت صرف فرماتے جب کہ ہندوستان سے گئے ہوئے عیش و عشرت کے دلدادہ دیگر فوجی ملازمین یورپ کی رنگینیوں میں محو تماشا رہتے آپ کی کوششوں کی بدولت بے شمار انگریز (عیسائی) اور دیگر مذاہب کے غیر ملکی باشندے اسلام کی

Marfat.com

نعمت سے مالا مال ہوئے انگلینڈ سے جب آپ کا تبادلہ ہوا تو ایک نو مسلم انگریز CHARLS SUBVAN SLACH نے جو آپ سے متاثر ہوا کچھ عرصہ مزید ٹھہرنے کی درخواست کی یہ نو مسلم انگریز نوجوان حیران تھا کہ مرزائی مبلغ کسی اور اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے ۔

خرقہ خلافت یورپ کے بعد آپ مصر پورٹ سعید تعینات ہوئے۔ مصر سے آپ چند یوم کی رخصت لے کر انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے موقعہ پر طویل مدت کے بعد اپنے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے اعلیٰحضرت امیر ملت شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سالانہ جلسہ کے عام اجلاس میں حضرات چورہ شریف اور دیگر مشائخ عظام و علماء کرام کی موجودگی میں آپ کو خرقہ خلافت یعنی مسند ارشاد پر بٹھا کر تبلیغ اسلام کا کام سپرد فرمایا اور آپ کے لئے دل کی انتہا گہرائیوں سے دعائے خیر فرمائی جناب قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ نے انتہائی انکساری سے عرض کیا کہ میں اس عظیم ذمہ داری کے لائق نہیں ہوں مگر اعلیٰ حضرت امیر ملتؒ کا صرف ایک ہی حکم تھا کہ "ڈاکٹر صاحب کرنا ہوگا کرنا ہوگا" اس واقعہ کا ذکر آپ نے ایک دوست کے نام مکتوب میں اپنی قلم سے اس طرح فرمایا ہے ۔

"واقعی فقیر نہ پیر ہے اور نہ پیری کا مدعی۔ نہ دعوئے بزرگی اور ولایت ۔ یہ کام جو تبلیغی رنگ میں چل رہا ہے یا ہو رہا ہے ۔ یہ فقیر باوجود اپنی نا اہلیت کے مجبوراً اور حکماً کر رہا ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوریؒ نے باوجود فقیر کے بسبب اپنی نا اہلیت کے بار بار انکار کرنے کے سختی سے حکم فرمایا کہ یہ کام ضرور کرنا ہوگا۔ تم کو اپنے آپ کو نا اہل سمجھتے ہوئے بھی یہ کام ضرور کرنا ہوگا اس لئے کہ تمہاری نسبت کامل ہے تمہارے پیر کامل ہیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ حضور میں کسی کے پاس جا کر عرض نہیں کروں گا کہ آؤ تمہیں داخل سلسلہ کروں یا تمہیں بیعت کروں تو حضور نے فرمایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کو یہ کام ضرور کرنا ہوگا جس کو ضرورت ہوگی وہ خود آپ کے پاس چلا آئے گا تو یہ کام فقیر آپ کے حکم اور ارشاد گرامی کے مطابق کر رہا ہے اور ان کی دعا و برکت و توجہ اور فضل و

Marfat.com

رحمت الٰہی سے چل رہا ہے اور انشاء اللہ چلتا رہے گا کیونکہ فقیر کا کام ان کے ارشادات کے ماتحت ان کی تعلیم کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا یا ہدایت پر قائم رکھنا خدا تعالیٰ کا کام ہے فقیر کا ذمہ نہیں۔"

میں حاضر ہوا پیر و مرشد کے در پر — جو اقطابِ عالم کے تھے اعلیٰ افسر
غلام ان کے ہیں متبع پیمبر — خلیفے ہیں ان کے زمانہ کے رہبر
مریدانِ حضرت کا میں خاکِ پا ہوں — ہیں اولادِ حضرت کے زیرِ لوا ہوں
اک ادنیٰ ترین میں غلام آپ کا ہوں — مسلماں کو دیتا پیام آپ کا ہوں
میں تھا بے بضاعت نہ تھا اس کے لائق — نہ خواہش تھی دل میں نہ تھا اِس کا شائق
مجھے حکم تھا کام یہ کرنا ہوگا! — مرا حکم ہے اس سے نہ پھرنا ہوگا
دیا حکم حضرت نے میں مانتا ہوں — سوا اس کے کچھ بھی نہ میں جانتا ہوں
دعاؤں کی حضرت کا محتاج ہوں میں — بغیر ان کے کس کام کا آج ہوں میں
خصوصی توجہ سے حضرت نوازو — ہے طالب تمہارا ہی شیدا نوازو

خرقہ خلافت پانے کے بعد جب آپ واپس پورٹ سعید (مصر) جائے ملازمت پر پہنچے تو فوج کے جوان اور چند مصری آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

اسلام کے خلاف سازش:۔ عیسائیت اسلامی دنیا سے ہمیشہ ہی سے لرزہ براندام رہی ہے دنیائے اسلام ایک بار پھر اللہ کے دین کی سربلندی اور انسانیت کی فلاح کے لئے اتحاد و یگانگت کی طرف مائل تھی انگریز کے تسلط میں جکڑے ہوئے مقبوضہ ممالک کے مسلمان بھی خلافت ترکیہ کے نازک و نحیف وجود کو غنیمت خیال کرتے تھے مگر انگریز اور دیگر اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے خلاف ہمیشہ ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتی تھیں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریزوں کی سازشوں اور سیاسی و فوجی تسلط کے زیر اثر عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ خلافت عثمانیہ کا شیرازہ بکھرنے لگا شریف مکہ حسین ابن علی نے

Marfat.com

انگریزوں سے ساز باز کر کے حجاز پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا دوسرے عرب ممالک بھی خلافت عثمانیہ کے حلقہ اقتدار سے باہر نکلنے لگے شریف مکہ کے عہد میں حجاز کے حالات بہت ابتر تھے یہاں تک کہ دنیا کے مختلف ممالک سے سفر حج پر جانے والے زائرین کی جان و مال تک محفوظ نہ تھے اور شریف مکہ کے برطانوی آلہ کار ہونے کی وجہ سے تمام دنیا کے مسلمانوں میں ایک تشویش و اضطراب پایا جاتا تھا چنانچہ قبلہ ڈاکٹر صاحب رح کے قیام مصر کے دوران اعلان عام کیا گیا کہ جو مسلمان زیارت حرمین شریفین کے لئے جانا چاہیں حکومت برطانیہ انہیں چھٹی اور مفت سفر کی سہولتیں مہیا کرے گی فوجی کیمپ کے تمام مسلمانوں اور جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب رح نے اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے اپنے نام لکھوا دیئے دوران سفر انکشاف ہوا کہ برٹش گورنمنٹ مسلمانوں کے اس گروپ کو عالم اسلام کی نمائندہ جماعت ظاہر کر کے ترکوں کے مخالف شریف مکہ کی حمایت کرا کے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتی ہے آپ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور مکہ معظمہ میں شریف مکہ کی دعوت کے موقعہ پر واضح کر دیا کہ یہ گروپ عالم اسلام کی نمائندہ جماعت ہرگز نہیں بلکہ سرکاری خرچ اور چھٹی پر زیارات کی غرض سے یہاں آئی ہے لہذا شریف مکہ حسین ابن علی کو برسر اقتدار لانے کی حمایت ہرگز نہیں کی جا سکتی۔

جزائر انڈیمان اور برما میں تبلیغی سرگرمیاں ہوس فوجی رسالے میں آپ ڈاکٹری کی خدمات سرانجام دے رہے تھے اسے آج کل ۱۳ لانسر رجمنٹ سے موسوم کیا جاتا ہے اس رجمنٹ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا جس کے باعث وہ ان کا حکم نہیں مانتے تھے انگریز فوجی افسروں نے سی آئی ڈی کی رپورٹ اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے باعث الزام تراشا کہ آپ فوجی جوانوں کو بغاوت پر اکسا رہے ہیں آپ پر مقدمہ چلایا گیا لیکن آپ کے خلاف کوئی گواہ پیش نہ کیا جا سکا لہذا آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور شریف مکہ کی دعوت کے موقعہ پر جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی پاداش میں آپ کا تبادلہ مصر سے جزائر انڈیمان کر دیا گیا اور پورٹ بلیئر کے ہسپتال کا چارج آپ کو دے دیا گیا۔

آپ تو ہر ملک ، ملک ما است کہ ملک خدائے ما است ، کے قائل تھے جزائر انڈیمان میں اسلام

Marfat.com

کی سربلندی کے لئے آپ نے جامع پروگرام مرتب فرمایا یہاں ہندو مت مکمل طور پر سایہ فگن تھا۔ فراغت کے موقعہ پر دین حقہ کی تبلیغ آپ کا محبوب مشغلہ تھا گفتگو میں چاشنی کا رنگ نمایاں تھا۔ آپ سے ایک بار گفتگو کے بعد انسان کا دل خود بخود کھنچا آتا تھا لوگ جوق در جوق آپ کی تبلیغی مجالس میں شریک ہو کر دین اسلام میں داخل ہونے لگے یہاں ایک ہندو نوجوان بی اے آپ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا جس کا نام کاظم حسین رکھا گیا ۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی رہنمائی میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے اس نوجوان نے نمایاں کردار ادا کیا

دوسری طرف تمام مسلمان قیدیوں نے باقاعدگی سے نماز ادا کرنی شروع کر دی اور ساتھ ہی نومسلم دن بدن اضافہ کرتے چلے گئے جس کے باعث جیل کے اوقات میں خلل پیدا ہونے لگا قیدی نماز کے اوقات میں افسروں کا حکم نہیں مانتے تھے سی آئی ڈی کی رپورٹ پر کمشنر پورٹ بلیئر نے وائسرائے ہند کو چھٹی لکھی کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے یہاں آ کر قیدیوں کی ذہنی کیفیت بدل دی ہے لہٰذا یا تو ان کے لئے سزا تجویز کی جائے اور انہیں قیدی کی حیثیت دی جائے بصورت دیگر فوری طور پر یہاں سے ان کا تبادلہ کر دیا جائے۔

اس دوران آپ کے گھر والے جب اعلیٰحضرت امیر ملت محدث علی پوریؒ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے تو آپ دعا کے بعد تسلی اور تشفی آمیز لہجہ میں ارشاد فرماتے کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ڈاکٹر صاحب انشاءاللہ جلد وطن واپس لوٹ آئیں گے۔

کمشنر جزائر انڈیمان کی رپورٹ پر ایک ماہ کی قلیل مدت کے بعد آپ کا تبادلہ برما دھاموچھاؤنی ، کر دیا گیا۔

قارئین کرام! اسی دھاموچھاؤنی میں ہمارے سلسلہ عالیہ کی مایہ ناز ہستی قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کے عاشق صادق اور محبوب و منظور نظر خلیفہ مجاز حضرت جناب باباجی ملک فیروز خاں صاحبؒ فیروز آبادی گجراتی کو نومبر ۱۹۱۹ء میں آپ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا حضرت جناب باباجی صاحبؒ کے داخل سلسلہ ہونے کا واقعہ نہایت دلکش اور دلچسپ ہے۔ کاش یہ چند اوراق اس کے متحمل ہو سکتے حضرت باباجی صاحبؒ کافی عرصہ سے وہاں تعینات تھے لوگوں میں خاصے مشہور اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لہٰذا برما میں آپ کے ممد و معاون ثابت ہوئے

Marfat.com

یہاں آپ کا قیام ڈیڑھ سال رہا اس عرصہ میں رنگون اور اس کے مضافات میں آپ نے بھرپور کام کیا باباجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پانچ صد سے زیادہ لوگ داخل سلسلہ ہوئے دوران ملازمت متعصب انگریز افسروں کے سامنے عبادت حقہ اور تبلیغ اسلام کا کام ڈنکے کی چوٹ سے کرتے رہے۔

انگریز کو آپ کی تبلیغی سرگرمیاں ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں فوجی خفیہ ایجنسی بھی آپ کے دینی کردار پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھی اور آخر کار خفیہ ایجنسی کی رپورٹ پر کہ

DR MUHMMAD ALLAH DITTA IS THE GREAT ENEMY OF BRITISH EMPIRE

(ڈاکٹر اللہ دتہ گورنمنٹ برطانیہ کے بہت بڑے دشمن ہیں)

آپ کو ۱۹۲۰ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا سبکدوشی کے ساتھ آپ کا ہندوستان میں داخلہ بند کر دیا گیا لہٰذا آپ نے مدلین (برما) میں اپنا ذاتی کلینک کھول کر پریکٹس شروع کر دی اور اپنی پرانی رجمنٹ کے ایک ریٹائرڈ حوالدار میجر راؤ عبدالرشید خاں آئی ڈی ایم ایس کے تعاون سے وہاں رہائش اختیار کر کے از سر نو تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا۔حسن اتفاق کہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں پنجابی برمی فسادات شروع ہو گئے۔نتیجتاً پنجابیوں کو برما سے نکلنا پڑا آپ نے کلینک کا تمام سامان راؤ صاحب کے سپرد کیا اور خود ہجرت فرما کر کنجاہ شریف تشریف لے آئے چونکہ روحانی طبیب کے ساتھ ساتھ آپ ایک منجھے ہوئے ماہر سند یافتہ جسمانی ڈاکٹر بھی تھے لہٰذا آپ نے وطن عزیز آکر قصبہ کنجاہ شریف میں ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کر دی۔

شدھی کی تحریک

پہلی جنگ عظیم کے اثرات عالم اسلام کے لیے بہت تباہ کن ثابت ہوئے ترکی کی شکست کے بعد خلافت عثمانیہ ختم کر دی گئی عرب ممالک کے ٹکڑے کر کے انگریزوں اور ان کے اتحادیوں نے اپنی مرضی کی حکومتیں قائم کر دیں مقامات مقدسہ غیر محفوظ ہو گئے انگریز مسلمانان ہند سے کئے گئے وعدوں سے منحرف ہو چکا تھا چنانچہ ان پریشان کن حالات میں ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کر دی جو پوری قوت سے اٹھی اور تحریک آزادی کی صورت اختیار کر گئی۔عیار ہندو لیڈر گاندھی، شردھانند وغیرہ ہوا کا رخ دیکھ

Marfat.com

کر اس میں شامل ہو گئے۔ گاندھی کے مشورہ پر سادہ لوح مسلمان انگریز سے اظہار ناراضگی کے طور پر افغانستان کی جانب ہجرت میں لگ گئے۔ اعلیٰحضرت امیر ملت محدث علی پوریؒ نے مسلمانوں کو ہجرت سے منع فرمایا اور انہیں سمجھایا کہ یہ ملت اسلامیہ کے مفاد میں نہیں ہے۔

دوسری طرف سرکردہ ہندو لیڈر مسلمان کش تحریکیں شدھی اور سنگھٹن وغیرہ چلانے میں لگے ہوئے تھے اور صاف کہتے تھے کہ بھارت میں رہتے ہوئے ترکی اور عرب کا خواب دیکھنے والوں کو بھارت میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ہندو لیڈروں نے راجپوتانہ اور یوپی کے اضلاع کے کمزور اور غریب مسلمانوں کے علاقہ کو شدھی یعنی مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندوؤں میں ضم کرنے کے لیے مختص کیا اعلیٰحضرت امیر ملت الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ نے شدھی کے اس فتنہ کے انسداد کے لیے ملکی سطح پر اقدام کئے۔ یاران طریقت کو خصوصاً اور مسلمانانِ ہند کو عموماً اس فتنہ کا نوٹس لینے کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا۔

"دوستو! یہ ایک ایسا نازک موقع آگیا ہے جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔ بانیٔ اسلام کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مُردے بھی اغیار کے ہاتھ میں نہ جانے دو اور یہاں ہمارے زندوں کو بھی اغیار لئے جا رہے ہیں۔ ہم خاموش دیکھ رہے ہیں میں نے اپنے یاروں کو اب تک یادِ الٰہی کے سوا کوئی فرمائش نہیں کی۔ مگر اب کہتا ہوں کہ اس وقت تقاضائے حمیت و غیرت اسلامی تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان اپنے اوپر خواب و خور حرام سمجھے اور ہر ممکن ذریعہ سے خدمت اسلام میں دریغ نہ کرے۔

جناب ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سر فہرست تھے جنہوں نے اعلیٰحضرت امیر ملت قبلہ شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر گھر بار، کاروبار عزیز اتارب چھوڑ کر اس تحریک میں جوش عمل کا مظاہرہ کیا ہندوؤں کے متعصب لیڈر لالہ لاجپت رائے سیتہ دیو اور شر دھانند وغیرہ کھلم کھلا مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے تھے اور مہاتما گاندھی جیسے بگلا بھگت لیڈر در پردہ معاونت کر رہے تھے مسلمانوں کے مرتد ہونے پر ان کے نکاح میں ہندو لڑکیاں دی جاتیں ان کے قرض ادا کئے جانے نیز دیگر بہت سی سہولتوں کے چکمے دیئے جاتے تھے اس تحریک کا زیادہ زور صوبہ آگرہ (بھارت) میں تھا آپ نے اعلیٰحضرت امیر ملتؒ کی سرکردگی

Marfat.com

میں دیگر اکابرین کے ہمراہ اس علاقہ میں اس تحریک کو روکنے میں دن رات محنت شاقہ سے کام کیا ان لوگوں کو اسلام سے روشناس کرایا اور جو لوگ دین اسلام سے برگشتہ ہو چکے تھے انہیں دوبارہ اسلام کی نعمت سے مالامال کیا اس وسیع و عریض علاقہ میں بے شمار دینی مدارس اور مفت ڈسپنسریاں قائم کی گئیں موضع نوگانواں ضلع متھرا کے ہسپتال میں آپ کی تعیناتی تھی آپ کی قابلیت ہمدردی اور حسن اخلاق نے نہ صرف مریضوں کی جسمانی بیماریوں کا ہی علاج کیا بلکہ ان کی دینی اور روحانی امراض بھی جاتی رہیں۔ دینی مدارس میں بھی آپ دین اسلام کی تبلیغ کرتے اور ہندو بنیئے کی عیاریوں کا پردہ چاک کر کے تصویر کا صحیح رخ پیش کرتے نتیجہ یہ ہوا کہ اس علاقہ کے دیہاتی چند سال کی مساعی جمیلہ سے نہ صرف دوبارہ آغوش اسلام میں آ گئے بلکہ ہندو آریوں کی فریب کاریوں کا پول کھول کر ہندوؤں کو داخل اسلام فرماتے رہے۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ماہنامہ انوار الصوفیہ جنوری ۱۹۲۴ء سے اقتباس جو قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کی اس تحریک میں نمایاں کارکردگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پیش خدمت ہے۔

"انجمن خدام الصوفیہ کے اراکین جس قدر محنت اور جانفشانی سے علاقہ ارتداد میں کام کر رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ انجمن ہذا کی طرف سے قائم کردہ دیگر شفاخانوں کے علاوہ موضع نوگانواں ضلع متھرا میں بھی شفاخانہ جاری کیا گیا ہے جہاں مخلوق خدا کو بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے جناب ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دتا صاحبؒ کی سرکردگی میں ہزاروں مریضوں کے علاج کے علاوہ سخت اور خطرناک حالتوں میں پچاس کے قریب آپریشن بھی کئے گئے اس کے اثرات نہایت کامیاب ثابت ہوئے خصوصاً تبلیغ کے کام میں بہت مدد ملی جناب ڈاکٹر صاحب شفاخانہ میں کام کے علاوہ روزانہ دو گھنٹے تک تعلیم اور تبلیغ کا کام بھی بالخصوص اپنے ماتحت تبلیغی عملہ کے ساتھ مل کر کرتے ہیں۔ پنچائتوں میں جا کر مسلمانوں کو قوت اور مدد پہنچاتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے حال ہی میں بے شمار مرتدین کو اپنے اخلاص اور حسن سلوک سے از سر نو مسلمان کیا انہیں سچے دل سے توبہ کرا کر کلمہ طیبہ پڑھایا اس کے علاوہ آپ نے میلہ تردنی کے موقع پر راجپوت اراکین

Marfat.com

انجمن خدام الصوفیہ کی جانب سے اشتہارات چھپوا کر تمام ملکانوں میں تقسیم کئے جس سے امید ہے ملکانوں کے خیالات میں مزید بہتری پیدا ہوگی"۔

مندرجہ بالا کارکردگی قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کے ایک ماہ کی کوششوں کا صرف ایک حصہ ہے جو ماہ بہ ماہ ماہنامہ انوار الصوفیہ کو جناب حفیظ الدین صاحب ناظم وفود انجمن ہذا رپورٹوں کی صورت میں علاوہ اور تداد سے ارسال فرمایا کرتے تھے۔

کشمیر ایجی ٹیشن:- ۱۹۳۱ء میں ریاست کشمیر کے ایک غیر مسلم نے قرآن پاک کی توہین کی مسلمانان کشمیر نے اس واقعہ سے متعلق مہاراجہ کشمیر کے پاس معروضات پیش کیں۔ مہاراجہ نے ان گزارشات کو نظر انداز کر دیا ریاست کشمیر میں پہلے ہی حقوق کے لئے تحریک چل رہی تھی اس واقعہ نے اسلامیان پاک و ہند کو مزید مشتعل کر دیا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امیر ملت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ نے مسلمانان برصغیر کو بالعموم اور انجمن خدام الصوفیہ کو بالخصوص اس اسلامی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی سرکردگی میں انجمن خدام الصوفیہ کنجاہ شریف ضلع گجرات نے بھی بھرپور کردار ادا کیا آپ جلوس کی قیادت کر رہے تھے کہ دسمبر ۱۹۳۱ء میں آپ کو دیگر سرکردہ رفقاء حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحبؒ اور جناب منشی احمد دین صاحبؒ سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ کے ہمراہ گرفتار کر کے دو ماہ کے لئے جیل بھیج دیا گیا اور بی کلاس کی سہولت دی گئی۔ ۱۱ جنوری ۱۹۳۲ء کو عدالت میں سماعت شروع ہوئی۔ سماعت مکمل ہونے پر جناب ڈاکٹر صاحبؒ کو سات ماہ کی قید کا حکم سنا کر ملتان جیل منتقل کر دیا گیا جہاں پہلے ہی اس تحریک میں گرفتار پنجاب کے بہت سے نامور علماء کرام موجود تھے۔ جیل میں درس قرآن اور دیگر علمی مجالس ہوتی تھیں جیل میں ایک مولوی صاحب بیمار ہو گئے قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے وہاں دوائی کی شیشی پڑی دیکھی تو فرمایا مولانا! اس دوائی میں الکحل ملی ہوئی ہے مولوی صاحب نے دوائی پھینک دی۔ جیل کے انگریز ڈاکٹر کو پتہ چلا تو جناب ڈاکٹر صاحب سے الٹے سیدھے سوال کرنے لگا آپ نے فرمایا۔ مسٹر ڈاکٹر! طب کی جو کتابیں تم نے انگلینڈ میں پڑھی ہیں وہی ہم نے یہاں

53348

Marfat.com

بڑھی ہیں۔ انگریز ڈاکٹر نے معذرت چاہی اور آئندہ الکحل ملی دوائی نہ دینے کا وعدہ کیا۔ اگلے روز ایک صاحب آگئے آپ سے گھر کا پتہ پوچھنے لگے۔ آپ کے استفسار پر اس صاحب نے بتایا کہ میں کانگرس کی طرف سے علماء کے گھر کا ہوار وظیفہ بھیجتا ہوں۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ میاں میں کانگرس کی طرف سے نہیں بلکہ ناموس اسلام کی خاطر جیل آیا ہوں مجھے کانگرس کے وظیفہ کی حاجت نہیں ہے۔

آپ کی علمی، ادبی، روحانی اور عملی شخصیت نے جیل کے عملہ پر گہرے نقوش چھوڑے

حیدر آباد (دکن)

قیام پاکستان سے قبل کا ذکر ہے جناب بخشی مصطفےٰ اعلیٰ خاں رح سپرنٹنڈنٹ پولیس حیدر آباد (دکن) (خلیفہ مجاز اعلحضرت امیر ملت رض) نے تبلیغی دورہ کے لئے اعلحضرت امیر ملت رض کو حیدر آباد آنے کی دعوت دی اس سفر میں ہمراہ جانے کے لئے اعلیٰ حضرت امیر ملت محدث علی پوری رض کی نگاہ انتخاب اپنے برگزیدہ عالم و فاضل خلفائے کبار میں سے قبلہ ڈاکٹر صاحب رح پر پڑی سفر میں قیام کے دوران مختلف شہروں میں مجالس وعظ و تبلیغ منعقد ہوتی رہیں آخر بریلی اور بنگلور کے مقامات پر پہنچ کر اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب رح نے بذریعہ اشتہار اعلان فرما دیا کہ ایک مہینہ کے لئے روزانہ صبح و شام متواتر تین گھنٹہ جناب ڈاکٹر صاحب وعظ فرمایا کریں گے۔ چونکہ یہ علاقے علماء ہند کے مراکز سمجھے جاتے تھے لہٰذا وہاں کے علماء حیران و ششدر تھے کہ ایک ڈاکٹر یہاں کیا بیان کر سکیں گے مگر ان علماء و عوام الناس نے آپ کی مجلس میں بیٹھ کر جب آپ کی باتیں سنیں تو نہ صرف آپ کے اسلوب بیان کے معترف ہوئے بلکہ تسلیم کیا کہ اس روحانی طبیب کی نگاہ دوربین کسی بھی مسئلہ کے لئے الحمد سے والناس تک جاتی ہے آپ کو عربی فارسی اردو انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں دسترس حاصل تھی اور کسی بھی موضوع پر بآسانی ہر شخص کو مطمئن کر دیتے تھے

تحریک پاکستان

آپ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے اعلحضرت امیر ملت رض کی سرکردگی میں آپ نے جگہ جگہ تشریف لے جا کر مسلمانوں کو علیحدہ وطن کی اہمیت سے روشناس کرایا اور واضح کیا کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت

Marfat.com

مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اس عظیم مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے انفرادی طور پر اپنے دوستوں کو خط و کتابت کے ذریعہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی بھرپور پشت پناہی کے لئے ہدایات فرماتے رہے اور جب اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو جو دلی لگاؤ اور محبت اس کی ترقی و خوشحالی اور استحکام کے لئے رکھتے تھے اس کی جھلک دوستوں کے خطوط سے ظاہر ہے ان مکتوبات سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں ۔

(۱) "آپ دیانتداری سے دین و ملت، ملک و قوم اور اپنی حکومت کی بہتری کے لئے کام کرتے چلے جائیں اسلام اور پاکستان کی خدمت میں خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں اور دعا کرتے رہیں کہ مولا تعالیٰ ہمارے حکام کو محمدی مسلمان اور اسلام کے سچے خدمت گزار بنائے۔"

(۲) اب ہم سب مسلمان ہیں اور پاکستان ہمارا ہے ہم سب کا فرض ہے کہ قوم و ملت اور ملک کی تہ دل سے خدمت کریں اور ہر طرح سے غیر ممالک سے اسے بہتر بنا کر دنیا پر اپنا رعب داب قائم کریں۔"

(۳) بیرون ملک ٹریننگ پر گئے ہوئے ایک دوست کے نام :-

حق سبحانہ' و تعالےٰ آپ کو مع ساتھیوں کے سلامتی ایمان و جان اور عزت و آبرو سے خوش و خرم رکھے اور کامیاب و کامران کر کے بخیریت وطن واپس لائے اور ملک و ملت کی خدمت کی توفیق بخشے آمین ۔ آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگرچہ آپ لوگوں کو حکومت پاکستان نے ٹریننگ (تربیت) کے لئے وہاں بھیجا ہے لیکن حقیقت میں آپ پاکستان اور اسلام کے نمائندے ہیں کیونکہ آپ مسلمان ہیں لہٰذا آپ کے قول و فعل اور ہر نقل و حرکت سے اسلام کا نور اور اسلام کی شان آپ کے دیکھنے والوں کو نظر آنی چاہیئے آپ کے ہر قدم اور ہر ادا سے صداقت اسلام کا مظاہرہ ہونا چاہیئے پاکستان اسلام کے نام پر دنیا میں قائم ہوا ہے ۔ اس لئے بھی آپ کو بہ حیثیت پاکستانی (مسلمان) ہونے کے اعلیٰ کریکٹر (چال چلن) وہاں پیش کرنا چاہیے جو صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) سے رنگین ہو اور جس کے سامنے بناوٹی تہذیبیں اور جھوٹے رنگ سب ماند پڑ جائیں اسلام اور پاکستان کا اخلاقی رعب اپنے ملنے والوں کے دلوں پر قائم کر کے آئیں

Marfat.com

آپ خدا کی زمین پر ہیں اور زمین خدا آپ کے ساتھ ہے اسی کے ہو کر رہیں اس پر کامل بھروسہ کریں۔ وہ ہر وقت اور ہر آن آپ کا حافظ و ناصر ہو آمین۔ حاضرینِ مجلس و پرسانِ حال کی خدمت میں السلام علیکم۔

حلقہ ذکر کا اہتمام

آپ نظم و ضبط کے پابند تھے ہر کام معینہ وقت پر اور سلیقہ سے کرنے کے عادی تھے کسی جگہ بھی تشریف لے جانے سے قبل وہاں کے دوستوں کو باقاعدہ مطلع فرماتے دینِ حق کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت کی غرض سے آپ نے حلقہ ذکر کی مجالس کا اہتمام فرمایا جہاں سب دوست امیران حلقہ کے مکان پر ہفتہ وار اکٹھے بیٹھ کر ختم خواجگان پڑھتے اور دینی مسائل سے مستفیض ہوتے۔

۱۔	وزیر آباد	حضرت جناب ملک فیروز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۲۔	ملتان	حضرت جناب شیخ محمد نصیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۔	گجرات	حضرت الحاج محمد ضیاء اللہ نعمانی صاحب ایم۔ اے اسلامیات
۴۔	راولپنڈی	جناب ملک محمد سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۵۔	واہ کینٹ	جناب مولانا سید محمد یوسف صاحب

اسی طرح دوسرے شہروں اور گاؤں میں بھی یارانِ طریقت ہفتہ وار محفل ذکر کا اہتمام کرتے جو بحمد اللہ جاری ہے۔

لاہور

شہر لاہور کو ہر دور میں تبلیغ حق کی اشاعت کے لئے کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے حضرت سید میران حسین شاہ زنجانیؒ، حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ حضرت ایشاں نقشبندیؒ، حضرت خواجہ طاہر بندگی، حضرت شیخ سعدی بلعاریؒ، حضرت میاں میرؒ اور دیگر بے شمار اولیائے کرام سرزمین لاہور میں اسلام کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل رہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے ایک پیر بھائی قلیج خاں جو لاہور کے صوبیدار تھے انہیں اجرائے شریعت پر ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔
"آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ لاہور ایسے بڑے شہر میں آپ کے وجود سے بہت سے احکام شرعیہ نے رواج پیدا کر لیا ہے دین کو تقویت اور ملت بیضا کی تائید ہوئی

Marfat.com

ہے یہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں میں قطب ارشاد کی حیثیت رکھتا ہے اس شہر کی خیر و برکت تمام شہر پر اثر ڈالتی ہے اگر اس شہر میں دین کو رواج حاصل ہو تو سب جگہ ایک قسم کا رواج پیدا ہو جائے گا حق سبحانہ آپ کی مدد فرمائیں''

اندازہ فرمائیں بزرگان کرام اس شہر کو کس قدر اہمیت دیتے تھے شاید یہی وجہ تھی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا تصرف تھا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ نے بھی تبلیغ حق اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت کیلئے خصوصاً اس شہر پر توجہ فرمائی لاہور میں یاران طریقت کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کی آسائش کے پیش نظر آپ نے لاہور میں حلقہ بندی کر کے مندرجہ ذیل دوستوں کو امیر حلقہ مقرر فرمایا۔

۱: حلقہ انجن شیڈ	جناب ملک عبدالعزیز صاحب
۲: حلقہ گڑھی شاہو	جناب شیخ معز الدین صاحب
۳: حلقہ چاہ میراں	جناب مرزا محمد یوسف صاحب
۴: حلقہ رام گڑھ	جناب چوہدری محمد شفیع خاں صاحب
۵: حلقہ باغبانپورہ	جناب محمد رفیق صاحب
۶: حلقہ بھاٹی گیٹ	جناب میاں رواض الدین صاحب

ہر ہفتہ میں ایک دن ختم خواجگان پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ ماہانہ اجلاس کے لیئے ایک مرکز پر اکھٹے ہو کر ختم شریف پڑھنے کا حکم فرمایا اس مربوط پروگرام کی وجہ سے دوستوں کا ایک دوسرے سے رابطہ قائم ہو گیا اور ان میں آپ کی توجہ باطنی سے محبت کا رنگ چڑھتا نظر آنے لگا ماہانہ اجلاس میں ختم شریف سے پیشتر دوست مختلف دینی موضوعات پر وعظ کرتے حلقہ تبلیغ کو مزید وسیع کرنے کے لیئے ۱۹۵۲ء میں آپ نے انجمن خدام الصوفیہ لاہور برانچ کی بنیاد ڈالی اور اس کے عہدیدار مقرر فرمائے۔ نومبر ۱۹۵۳ء میں انجمن ہذا کے زیر اہتمام لاہور گڑھی شاہو میں یاران لاہور نے آپ کی زیر صدارت پہلا تبلیغی جلسہ عام منعقد کرایا آپ اس جلسہ کی تیاری کے لیئے دوستوں کو بہت پہلے خط لکھ کر مختلف موضوعات پر بولنے کی ترغیب دیتے آپ نے

Marfat.com

اپنی زندگی پاک میں ہمیشہ اس جلسہ کی صدارت فرمائی آج کل یہ سالانہ جلسہ عالیجناب الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ کنجاہ شریف کی زیر صدارت انجمن ہذا کے زیر اہتمام ہر سال نومبر میں منعقد ہوتا ہے۔

کنجاہ شریف کنجاہ شریف کے فلاحی اور تعلیمی اداروں میں بھرپور حصہ لیا ایک عرصہ تک اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ کا انتظام چلانے کے علاوہ بلا معاوضہ مدرس کے فرائض سرانجام دیتے رہے سچائی میں ایسی قابل تقلید مثال قائم کی کہ جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

ایک دفعہ امن وامان کی بحالی کی خاطر آپ چند معززین کیساتھ تھانہ کنجاہ شریف میں تشریف فرما تھے کہ ایک مشتعل مسلمان نوجوان نے سکھ تھانیدار انچارج کا سر قلم کر دیا آپ واحد ہستی تھے جنہوں نے تمام تر مخالفت کے باوجود بے خوف وخطر حق بات کہنے سے گریز نہ کیا آپ فرمایا کرتے تھے ہمیشہ سچ بات کہیئے جھوٹ بولنے سے اگر جان بچ بھی جائے تو اسے امان نہیں بلکہ ہلاکت سمجھنا چاہیئے۔ یاران سلسلہ کے اصلاح احوال کی غرض سے آپ نے مختلف شہروں میں امیر حلقہ مقرر کر کے تبلیغ کو منظم طور پر آگے بڑھایا آپ مجلسوں اور صحبتوں کے علاوہ فرداً فرداً حسب حال خط وکتابت کے ذریعہ مناسب رہنمائی اور تربیت فرماتے اور اسی طرح درستگی احوال میں متعلقین کی مدد فرما کر ان کو عرفان وتکمیل کی منازل تک پہنچایا۔

آپ کی صحبت میں ہر ذی روح پیکر تصویر مؤدب اور سراپا خشوع وخضوع نظر آتا آپ خود بھی اسی طرح مؤدب ہو کر بیٹھتے تاکہ فخر وامتیاز کا کوئی رنگ نہ آنے پائے گفتگو کی اجازت میں بھی ایک خاص ترتیب ملحوظ رہتی جس میں امتیاز تقویٰ کو حاصل تھا مال و منال کو نہیں جب تک ایک دوست کی بات ختم نہ ہوتی دوسرا شروع نہ کرتا یہ مقدس محفلیں سالہا سال تک جاری رہیں۔

رمضان المبارک کا اہتمام بڑے ذوق وشوق سے فرماتے اور باقاعدہ ہر سال اعتکاف بیٹھتے اور دوستوں کو ترغیب دیتے آپ فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسجد میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ کسی وجہ سے نہ بیٹھ سکے دوسرے سال رمضان شریف

Marfat.com

بس اس کی قضا ادا کی اور فرمایا کرتے کہ فقیر ۱۹۲۰ء سے نوکری سے ڈسچارج ہو کر گھر آیا ہوا ہے خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہر سال اعتکاف بیٹھتا آیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک، مزید فرماتے کہ اعتکاف بیٹھنے سے پہلے متعلقہ مسائل ضرور دیکھ لینے چاہئیں۔

انجمن کا قیام

آپ نے تبلیغ کو منظم طریقہ سے آگے بڑھانے کی خاطر انجمن خدام الصوفیہ کنجاہ ضلع گجرات کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی ساتھ ہر سال کنجاہ شریف میں سالانہ تبلیغی اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کیا چنانچہ انجمن ہذا کے زیر اہتمام ۱۹۵۰ء میں جناب قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کی زیر سرپرستی پہلا تبلیغی جلسہ منعقد ہوا ملک بھر سے یارانِ طریقت کی شرکت نے جلسہ کی رونق کو دوبالا کیا۔ آپ کی توجہ اور تربیت کی بدولت پڑھے لکھے تعلیم یافتہ نوجوان اسوۂ حسنہ نبویؐ کی تصویر بنے نہ صرف جلسہ گاہ کی رونق کا باعث بنتے بلکہ سٹیج پر قرآن واحادیث کی روشنی میں دین حقہ سے حاضرین کو روشناس کرار ہے تھے یوں تو اسی طرح ہر سال بڑے اہتمام اور ذوق و شوق کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہا مگر جو تبلیغی جلسہ ۱۹۵۷ء میں منعقد ہوا اس کے مناظر انتہائی پر کیف تھے شاید اسی لئے کہ آستانہ عالیہ میں جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ الوداعی اجتماع تھا اور گویا آخری دعوتِ دیدار تھی یہ تبلیغی جلسہ ۲ نومبر ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ زیر صدارت اعلیٰ حضرت سراج الملت الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوا جلسہ کے اختتام پر اعلیٰحضرت سراج الملتؒ نے نہایت عالمانہ اور دلنشین انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر وعظ فرما کر سامعین کو نورانی برکات و فیوضات سے مالامال فرمایا جلسہ ختم ہونے کے بعد تمام دوست جلسہ گاہ سے سیدھے جناب ڈاکٹر صاحب کی مسجد میں جمع ہو گئے آپ بھی اپنے آرام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دوستوں کے پاس ہی تشریف لے آئے اور فرمایا دل چاہتا ہے کہ رات دوستوں کے ساتھ مل بیٹھ کر گزار دوں کیونکہ ؎

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

محترم جناب محمد حسین صاحب گلفروش وزیرآبادی نے حسب ارشاد نعت شریف پیش

Marfat.com

کی۔ اس کے بعد ان دوستوں کو تقریر کے لئے طلب فرمایا جن کو جلسہ گاہ میں سٹیج پر وقت نہیں دیا جا سکا تھا رات کافی گزر چکی تھی تمام دوستوں کو چائے اپنی اپنی جگہ پر پیش کی گئی حکم ہوا تین سے کم پیالی کوئی نہ پیئے اور حضرت بابا جی فیروز خاں صاحبؒ کو یہ ما زگون کے ایک واقعہ کی یاد دلاتے ہوئے مسکرا کر فرمایا۔ خاں صاحب بٹھا سر بازار ہے یہ چاہ کا پیالہ چائے کے بعد آپ نے اپنے مواعظ حسنہ سے اتباع سنت کے موضوع پر پرکیف دلائل کے ساتھ دوستوں کے دل و دماغ کو منور فرمایا۔ نماز تہجد کے بعد حلقہ بیعت ہوا اور اسی طرح نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا کرنے کے بعد یہ پرلطف محفل اختتام پذیر ہوئی۔

آخری سفر ملتان

آزادی سے قبل پنجاب میں رہتک، حسار، گڑگاؤں، پانی پت اور کرنال کے اضلاع میں آپ نے راجپوت مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے مسلسل کام کیا آپ کی توجہ باطنی اور مساعی جمیلہ نے اس علاقہ کے ہزار ہا بندگان خدا کو غفلت کی نیند سے بیدار کر کے ذکر اللہ کے نور سے ان کے دلوں کو زندہ و منور فرمایا نیز مقصد حیات سمجھا کر ان کی زندگیاں حیات طیبہ میں بدل دیں۔

قیام پاکستان کے بعد ان علاقوں کے بیشتر افراد ملتان ڈویژن میں آباد ہوئے اور بحمد للہ پیر خانہ سے گہری عقیدت اور وابستگی کی وجہ سے قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کو سال میں کئی بار مدعو کرتے رہتے تھے آپؒ باوجود پیرانہ سالی کے اصلاح احوال اور تبلیغ حق کی خاطر ان کی دعوت قبول فرماتے تھے آپ کا آخری تبلیغی دورہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی آپؒ ان دنوں بیمار اور کمزور تھے مگر یاران ملتان کے مسلسل اصرار پر سفر کا ارادہ فرمایا اس سلسلہ میں محترم جناب شیخ محمد نصیب صاحب کے نام آپؒ کے ایک مکتوب مؤرخہ ۲۲ جنوری ۱۹۵۸ء سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"فقیر کی صحت ابھی قابل بھروسہ نہیں کہ دور دراز کا سفر کر سکے دل تو یاروں کے بار بار مجبور کرنے پر جلد از جلد باہر جانے کو چاہتا ہے لیکن کیا کیا جائے وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے پچھلی جمعرات پھر بخار ہو گیا پیدل چلنے کی تو پہلے ہی ہمت نہیں عزیزم جمعدار محمد امین صاحب دو ماہ کی رخصت پر ایام فروری کو گھر ہیں اس لئے بایں صحت اگر جرأت بھی کی تو ۲۰، ۲۰ فروری کے بعد ہی گنجائش

Marfat.com

سے نکلنا ہوگا اور لاہور میں فقط ایک یا دو دن ٹھہر کر آگے جاؤں گا لیکن یہ تواریخ بھی یقینی نہیں ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ چونکہ رمضان شریف میں دن تھوڑے ہیں مکمل دلوریا دورہ نہ ہو سکے گا کیونکہ میانوالی، ڈیرہ غازی خاں اور سکھر تک جانے کے تقاضے ہیں اس رمضان شریف سے پہلے پہلے خدا منظور فرمائے تو علاقہ ملتان اور مظفر گڑھ سے ہو کر واپسی ہوگی اور عید رمضان کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ اس سے آگے۔ باقی حج مبارک کے لئے خیال تھا کہ صحت کمزور ہوتی جا رہی ہے عمر گھٹتی جا رہی ہے۔ موت سے پہلے اپنے یاروں کی معیت میں وہاں کی حاضری نصیب ہو جاتی"

آپ ۸ر فروری ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ اس یادگار تبلیغی دورہ کے لئے کنجاہ شریف سے روانہ ہوئے حسب معمول راستہ میں وزیر آباد اپنے مقبول و محبوب خلیفہ مجاز حضرت جناب باباجی ملک فیروز خاں صاحبؒ کے پاس نماز ظہر تک قیام فرمایا روانگی سے قبل آپؒ نے الوداعی معانقہ کے بعد باباجی صاحبؒ کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے فرمایا۔

"خاں صاحب جو شخص آپ کے پاس توبہ کی نیت سے حاضر ہو اسے ضرور توبہ کرا کر اسباق دے دیا کریں"۔ عمر بھر باباجی صاحبؒ کا معمول رہا کہ باوجود صاحب اجازت ہونے کے ہر شخص کو اپنے شیخ کامل کی خدمت میں پیش کیا جناب قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ گاڑی میں سوار ہوئے تو آپ کے پاؤں میں لرزش محسوس کرتے ہوئے باباجی صاحبؒ نے عرض کیا۔ حضور دل نہیں چاہتا آپ ملتان کا سفر کریں آپ نے فرمایا "خاں صاحب میں نہیں جا رہا لے جایا جا رہا ہوں"۔

لاہور ریلوے سٹیشن پر سینکڑوں یارانِ طریقت کے جلو میں مرکزی حلقہ میں رونق افروز ہوئے اور مکمل دو رات اور ایک دن مشتاقانِ دید کو زیارات و ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض فرمانے کے بعد ۱۰ر فروری ۱۹۵۸ء بروز پیر ملتان روانہ ہو گئے لاہور سے محترم جناب مرزا محمد یوسف صاحب کو بھی از راہ شفقت ساتھ لے لیا۔ مضافات ملتان میں آپ نے بلند پور قیام فرمایا اس گاؤں کے مہاجر اور مقامی لوگوں کو متفق کر کے ایک جگہ نماز جمعہ پڑھائی باوجود بڑا قصبہ ہونے کے یہاں پرائمری سکول ڈاکخانہ اور درس قرآن کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا آپ نے نمبردار کی وساطت سے چوپال کی عمارت سکول کے لئے تجویز کی دو تین میٹرک پاس نوجوانوں کو استاد مقرر کیا حافظ محمد الیاس

Marfat.com

صاحب کے ذمہ قرآن پاک کی تدریس کا کام سپرد کیا ڈاکخانہ کے لئے درخواست دائر کر دائی اس جگہ نور وزہ قیام میں ساڑھے تین سو کے قریب افراد داخلِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہوئے پانچ دن مولا پور میں قیام فرمانے کے بعد کبیر والا، خانیوال، کوٹ میلارام ہوتے ہوئے موضع ماہنی سیال تشریف لے گئے یہاں چھ روز کا پروگرام تھا۔ حلقہ بیعت مجالس وعظ اور میلاد شریف روزانہ کا معمول تھا۔ یکم مارچ ۱۹۵۸ء کو آپ نے معمولات سے فراغت کے بعد ماہنامہ انوار الصوفیہ کو سلسلہ وار مضمون تصوف، کچھ تازہ کلام کے علاوہ مندرجہ ذیل خط بنام ایڈیٹر رسالہ الحاج حضرت ماسٹر شیخ کرم الٰہی صاحبؒ ارسال فرمایا۔

"قبلہ ماسٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اگرچہ کمزور اور بیمار تھا مگر یاروں کے مجبور کرنے سے سفر اختیار کیا اور مضمون ملتان سے لکھ رہا ہوں۔ دیر ہوگئی ہے امید ہے آپ مجھے مجبور اور قابلِ معافی سمجھیں گے اور دعا میں یاد رکھیں گے۔ فقط آپ کا

فقیر محمد اللہ دتہ از ملتان ۱ ۳/۵۸

۲ مارچ ۱۹۵۸ء کو آپ نے حجام کو سنتِ نبویؐ کے مطابق حجامت بنانے کی وضاحت فرمانے کے بعد حجامت بنوائی۔ فراغت کے بعد سلسلہ وعظ و نصیحت شروع ہوا جو نماز ظہر تک جاری رہا۔ نماز مغرب کے بعد محفلِ میلاد میں نعت خواں حضرات نے نعتیں پیش کیں نماز عشاء سے فارغ ہو کر جناب قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ نے خود اپنے تازہ کلام سے دوستوں کو مستفیض فرمایا بظاہر آپ ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے بالآخر دوستوں کے خاصی تعداد میں داخلِ سلسلہ عالیہ ہونے کے بعد رات ۱۲ بجے یہ آخری اور مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

وصال

آپ نے دو اڑھائی گھنٹے آرام فرمایا۔ تین بجے نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے فراغت کے بعد خود وضو بنایا۔ نوافل ادا کرتے وقت سانس پھول رہا تھا آپ اطمینان قلب سے وظائف میں مشغول ہو گئے مگر سانس کی تکلیف بڑھ چکی تھی آپ بار بار گھڑی کی طرف دیکھتے آخر جب سحر کے نور کا ظہور ہوا اور اذانوں کی صدائیں فضاؤں میں ارتعاش پیدا کر چکیں تو اپنے مولا تعالیٰ جل وعلا کے حضور فرائض کی آخری سجدہ ریزی کے فوراً بعد بائیں جانب تکیہ کی طرف جھک گئے آخری لمحات میں مشفق و غمخوار رہبر نے بارگاہِ رب العزت میں ہاتھ اٹھا

Marfat.com

کہ تمام یاروں کے لیے دعائے خیر اور سلامتی جان و ایمان کی التجا فرمائی اور ذکر اللہ میں مشغول ہو گئے اسی محویت کے دوران چھ بج کر بیس منٹ پہ مؤرخہ ۳ مارچ ۱۹۵۸ء بمطابق ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ بروز پیر سورج کے آنکھ کھولنے سے قبل یہ آفتاب طریقت مالکِ حقیقی کو لبیک کہہ چکے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کی تاریخ وصال جو الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین صاحب عاصی سجادہ نشین دربار عالیہ نے تحریر فرمائی درج ذیل ہے

شیخ کامل اللہ کا طالب حق ذوالمنن — عابد و زاہد سراپا خاک پائے پنج تن

پیر کی شب گیارھویں شعبان پیر نقشبند — چھوڑ دنیائے دنی کو جا بسے پیر زمن

جب ہوئی عاصی کو تیرے فکر تاریخ وصال — رحمتِ حق نے ندا دی طالب ہو مغفور بن
۱۳۷۸ھ

یارانِ ماہی یال نے آپؒ کو غسل دیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ ادا کی اور آپ کی میت بذریعہ ٹرک (حسب الارشاد) ۴ مارچ کو آٹھ بجے رات کنجاہ شریف پہنچائی گئی۔ ۵ مارچ بروز بدھ صبح دس بجے پہلے حضرت پیر ولائت شاہؒ صاحب خلیفہ مجاز اعلیحضرت سرکار علی پوریؒ اور پھر محترم جناب حافظ مولانا محمد زکریا صاحب کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور آخری دیدار کے بعد ہزاروں نمناک آنکھوں نے آپؒ کو الوداع کہا۔

بعد از وفات تربتِ ما در زمین مجو — در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کی رحلت کے بعد اعلیحضرت سراج الملت صاحبزادہ حافظ سید پیر محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین دربار علی پور شریف نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی آبیاری کے لئے عالی جناب الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین صاحب کو مسند ارشاد پر بٹھا کر وابستگانِ آستانہ عالیہ پر احسان عظیم فرمایا آپؒ کے تبلیغی مشن کو سجادہ نشین مدظلہ العالی جاری رکھے ہوئے ہیں اور سلسلہ عالیہ کی اشاعت کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔

عالی جناب الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین مدظلہ سجادہ نشین کے زیر انتظام قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ کا سالانہ عرس مبارک اور انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ تبلیغی جلسہ ہر سال اپریل کے دوسرے جمعہ ہفتہ میں مزار مبارک پر واقع وسیع و عریض جامع مسجد النورؒ میں منعقد ہوتا ہے

Marfat.com

حضرت بابا جی فیروز خان صاحبؒ باکمال صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں آپ کا آبائی گاؤں موضع بٹریلہ ضلع ایبٹ آباد میں واقع ہے اپنے والد ماجد جناب سید خان صاحب آوان (علوی) کے اکلوتے صاحبزادے تھے آپ کے والد زمیندار تھے مگر آپؒ نے فوج میں ملازمت اختیار کی نومبر ۱۹۱۹ء میں جناب ڈاکٹر صاحبؒ سے برما کے ایک شہر بانو چھاؤنی میں ملاقات ہوئی ایک ہی نظر میں گرویدہ ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور برما میں بانو۔ رنگون اور دیگر شہروں کے تبلیغی مشن میں آپ کے دوش بدوش رہے ۱۹۳۵ء میں جناب ڈاکٹر صاحبؒ نے جب تمام مراحل کی تکمیل کے بعد آپ کو اپنے شیخ کامل کی خدمت میں پیش کیا تو اعلحضرت امیر ملتؒ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے خرقہ خلافت سے نوازا مگر جناب بابا جی صاحبؒ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جو شخص بھی توبہ کی نیت سے حاضر ہوتا اسے تربیت کے بعد جناب ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں جس بحر بیکراں سے میں سیراب ہوا ہوں ہر شخص وہاں سے فیضیاب ہو۔ لاہور اور راولپنڈی کے تبلیغی دورہ میں اکثر جناب ڈاکٹر صاحبؒ کے ہمراہ ہوتے۔ علی پور شریف عرس کے موقعہ پر دوستوں کے لئے چائے کا انتظام خود کرتے۔ جناب ڈاکٹر صاحبؒ کی رحلت کے بعد سلسلہ بیعت شروع کیا۔ پیرخانہ سے والہانہ عقیدت میں عمر گزار دی الحاج کیپٹن صاحبزادہ محمد امین صاحب سجادہ نشین سے انتہائی عزت و احترام سے پیش آتے چونکہ ان دنوں جناب صاحبزادہ صاحب فوجی ملازمت کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے آپ نے اُن کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہونے دیا دوستوں سے نہایت ہمدردی اور شفقت سے پیش آتے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کے علاوہ صحیح رہنمائی فرماتے اسوہ حسنہ کا نمونہ اور گویا اپنے پیر کی چلتی پھرتی تصویر تھے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا آپ کے حلقہ ارادت میں پڑھے لکھے طبقہ کی خاصی تعداد شامل ہے جناب ڈاکٹر صاحب کے بعد پانچ سال اور پانچ روز تک زندہ رہے اور ۸ مارچ ۱۹۶۳ء بمطابق شوال المکرم بروز جمعتہ المبارک ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی آپ گجرات شہر کی آبادی فیروز آباد جو کہ سرگودھا روڈ پر واقع ہے آخری ایام میں قیام فرما ہوئے یہیں شیخ کامل کی گزرگاہ پر آپ کا مزار مقدس ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوّف

تعریف

۱۔ تصوف ایک علم ہے جس کا موضوع ذات و صفات باری تعالےٰ ہے اور اس کی غایت وصول بخدا بعمل صالح ہے (سٹری)

۲۔ تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعے دل کی پاکیزگی و صفائی حاصل ہوتی ہے (ادبی لغات)

۳۔ تصوف پشمینہ پہننا۔ ماخوذ از صوف (پشم) اصطلاح میں خواہشات نفسانی سے پاک ہونا اور تمام اشیاء میں ظہور خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا اور نام صوفیوں کے علم کا۔ (کشوری)

۴۔ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ علم طریق آخرت کی دو قسمیں ہیں ایک علم مکاشفہ دوسرا علم معاملہ۔ قسم اول کا نام علم باطن (تصوف) ہے اور وہ سب علوم کی انتہا اور علت غائی ہے اور یہ علم مکاشفہ صدیقوں اور مقربوں کا علم ہے اور وہ ایک نور ہے کہ جب دل اپنی بری صفتوں سے پاک و صاف ہوتا ہے اس وقت اس میں ظاہر ہوتا ہے اس کی غایت یہ ہے کہ خدائے پاک کی ذات اس کی صفات کاملہ دائمی اور اس کے افعال کی معرفت حقیقی اس سے حاصل ہو۔ (احیا العلوم ترجمہ)

۵۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تصوف صاف کردن دل است از مراجعت خلق و مفارقت از طبیعت و فرد مے راندن بشریت و دور

Marfat.com

بودن از دواعی نفسانی و فرود آمدن در صفات روحانی و بلند شدن بعلوم حقیقی و بکار داشتن آنچہ اولیٰ تر باشد الی اللہ و نصیحت کردن جملہ امت را و وفا بجا آوردن و متابعت پیغمبر در شریعت۔

ترجمہ:۔ تصوف دل کو مخلوق کی طرف راغب ہونے سے صاف کرنا، طبیعت سے الگ ہونا، بشریت کو محو کرنا، نفسانی خواہشات سے دور ہونا، صفات روحانی کو اخذ کرنا، علوم حقیقی کو حاصل کر کے بلند ہونا، اللہ تعالےٰ تک پہنچانے والی باتوں پر عمل کرنا۔ تمام امت کو نصیحت کرنا، شریعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور وفاداری کا بجالانا ہے

۶۔ حضرت ناصر بن خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں خلاصہ علوم متداولہ تفسیر و حدیث و فقہ ہست و خلاصۂ آنہا علم تصوف است و موضوع این علم بحث وجود ذات

تفسیر، حدیث اور فقہ مروجہ علوم کا خلاصہ ہیں اور ان کا خلاصہ علم تصوف ہے اور اس کا موضوع اثبات باری تعالیٰ کی بحث ہے۔

۷۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ اپنے مکتوبات ششم میں فرماتے ہیں۔ تزکیہ اخلاق کے جو احکام شریعت میں مذکور ہیں ان کا نام شریعت ہے۔ لیکن محض احکام کے جاننے سے تزکیہ اخلاق نہیں ہوتا۔ علمائے ظاہر اخلاق کی حقیقت، ذمایت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں لیکن خود ان کے اخلاق پاک نہیں ہوتے۔ یہ مرتبہ مجاہدات و فنائے نفس سے حاصل ہوتا ہے اسی کا نام طریقت ہے۔ یا تصوف۔

۸۔ صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری فرماتے ہیں تصوف کے معنی ظاہری اصلاح اور صفائی باطن کے ہیں۔ اور ایسے شخص کو جس کا ظاہر و باطن پاکیزہ ہو صوفی کہتے ہیں۔

۹۔ حضرت ابو الحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ حظ نفسانی کو ترک کرنے کا نام تصوف ہے اور صوفی وہ ہوتا ہے جو خواہش نفسانی سے پاک اور اس کی روح کدورت بشری سے منزہ ہو

Marfat.com

۱۰۔ حضرت امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں تصوف سے مراد اخلاق حسنہ ہیں اور ان کا تعلق خالق و مخلوق دونوں سے ہے اللہ تعالیٰ سے حسن اخلاق یہ ہے کہ اس کی قضا کے سامنے سر جھکا دے اور راضی برضائے مولا رہے ؎۱

۱۱۔ حضرت مرتعشؒ کا قول ہے کہ تصوف حسن خلق کا نام ہے اور وہ تین قسم کا ہے (۱) خدا کے ساتھ حسن خلق یعنی اس کے احکام کو بغیر ریاکاری کے ادا کرنا (۲) مخلوق کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنا۔ برابر والوں سے انصاف کا برتاؤ کرنا اور کسی سے بدلہ نہ چاہنا (۳) گناہ کے کاموں اور شیطانی وسوسوں سے پرہیز کرنا

۱۲۔ حضرت حفص حداد نیشاپوریؒ فرماتے ہیں۔ التصوف کلّ آداب لکلّ وقت ادبٌ ولکلّ مقام ادبٌ ولکلّ حال ادبٌ فمن لزم آداب الاوقات بلغ مبلغ الرجال یعنی ہر حال ہر مقام ہر وقت کے آداب کو نگاہ رکھنے کا نام تصوف ہے جس نے ان آداب کا التزام کیا وہ صاحب دل لوگوں کے درجے تک پہنچ گیا۔

الغرض حضرات صوفیائے کرامؒ نے اپنے اپنے مذاق و مقام کے مطابق تصوف و صوفی کی تعریف فرمائی ہے اور مندرجہ بالا حوالہ جات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ حقیقت اسلام کا نام ہی دراصل تصوف ہے اور جس کا ظاہر و باطن اس سے آراستہ ہو وہ صوفی ہے چنانچہ امام ابوالقاسم قشیریؒ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں قرون اولیٰ میں صحابہ تابعین تبع تابعین القاب تھے۔ اس کے بعد بزرگان دین، زاہد و پرہیزگار کے لقب سے ملقب و ممتاز ہوئے چونکہ دعویٰ زہد و عبادت کا اہل بدعت کو بھی تھا۔ اس لئے خاص اہلسنت والجماعت میں سے زاہد اور اہل دل صوفی کہلائے۔ یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا۔ (رسالہ قشیریہ)

۱۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ آپ نے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں کہ علم و عمل دونوں شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص جو علم اور عمل کیلئے روح کی طرح ہے طریق صوفیہ پر چلنے پر منحصر ہے اور ایک مکتوب شریف میں فرماتے ہیں۔ "دو میرے مخدوم! سلوک کی منزلوں کے طے کرنے اور جذبہ کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد

؎۱ اہتمام

Marfat.com

معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے جو آفاقی اور انفسی معبود دل کی فنا پر منحصر ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم و عمل و اخلاص۔

Marfat.com

Marfat.com

باب اوّل

ضرورتِ شیخ

Marfat.com

پیرِ کامل ڈھونڈ گر چاہے کمال
جو کہ ہے بے پیر کب کھاتا ہے حال

وہ پیر پیر نہیں جو نبی نما نہ ہو
نہیں وہ پیر جو ہم رنگِ مصطفیٰ نہ ہو

مُرشدِ کامل خُدا کی داد ہے
یہ رسُولِ پاک کی اِمداد ہے

Marfat.com

قرآن کریم اور حدیث شریف میں

علمِ تصوّف (علمِ لدنی۔ علمِ اسرارِ حق، علمِ باطن) طریقِ صوفیہ کے آثار و نشانات

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (پ۲ رکوع)

ترجمہ:-

(جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک رسول بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور تم کو پاک کرتے ہیں اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور اس چیز کی بھی تم کو تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے)

تعلیم کو دو مرتبہ ذکر فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری تعلیم اور قسم کی ہے۔ ممکن ہے اس دوسری تعلیم سے مراد علم لدنی ہو کہ جو ظاہر قرآن سے ماخوذ نہیں بلکہ باطن قرآن سینہ بے کینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کا سوائے انعکاس نور کے اور کوئی طریقہ نہیں (تفسیر مظہری)

یہی وہ علم لدنی ہے جس کے سیکھنے کے لئے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں دریا کے کنارے بھیجا تھا جس کا مفصل ذکر سورۂ کہف میں ہے اور آگے چل کر کچھ اور بیان ہوگا اس علم لدنی کے معارف و حقائق اور علوم کی تعلیم زبان قال سے بالکل نہیں ہو سکتی اگر ہو سکتی ہے تو زبان حال یا ایک قلب کا دوسرے

Marfat.com

برعکس پڑتے سے چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ معارف وحقائق انعکاس قلب سے حاصل ہوتے ہیں یا القا سے دستیاب ہوتے ہیں اور کثرت ذکر و مراقبہ خواہ مجلس ذکر میں ہو خواہ خلوت میں، اس انعکاس کی صلاحیت (استعداد) پیدا کر دیتے ہیں اور انعکاس خواہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ ہو یا وسائط (مشائخ) کے ذریعے سے ہو اس کا ماخذ ہیں

توجہ انعکاسی کا ثبوت

۱۔ قصہ نزول وحی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری شریف میں ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آیا ہے کہ آپ غار حرا میں مقیم تھے کہ وحی نازل ہوئی فرشتہ نے آ کر کہا پڑھیئے۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے (یہ سن کر) مجھے دبوچا اور مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے۔ میں نے کہہ دیا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور کہا اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیئے جو تمام عالم کا خالق ہے جس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا پڑھیئے اور آپ کا پروردگار ایسا بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی۔ (تجرید بخاری ترجمہ اردو)

اس پر کسی تشریح یا حاشیہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تین مرتبہ گلے لگا کر دبوچنا اور باوجود اس کے کہ آپ بار بار اپنے ناخواندہ ہونے کا اعتراف فرمارہے تھے ہر بار پہلے سے زیادہ دبوچ کر کہنا کہ پڑھیئے اور آخر پر آپ کا متواتر تین چار آیات کا پڑھ جانا توجہ انعکاسی کا بدیع ثبوت ہے اور حضرات صوفیائے کرام کثرہم اللہ جو توجہ معانقہ وغیرہ کے ذریعے دیتے ہیں اس کا ماخذ بھی یہی ہے۔

(۲) مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ ط

(نزہتہ المجالس صفحہ ۱۴۸)

Marfat.com

ترجمہ

اللہ تعالےٰ نے میرے سینہ میں جو کچھ ڈالا وہ میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا۔

یعنی جس طریق (توجہ انعکاسی) سے لیا اسی طریق سے آگے دوسرے کو پہنچا دیا ہے

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بہت حدیثیں سنتا اور پہنچاتا ہوں۔ فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلا دی۔ آپؐ نے چلو بھر کر اس میں رکھا اور فرمایا اس کو بند کر لے۔ میں نے بند کر لیا اس کے بعد میں کچھ نہ بھولا۔ (بخاری)

صوفیائے کرامؒ کے طریق توجہ پر کلام کرنے والے ان احادیث پر غور کریں کیا وہی باتیں نہیں جو روزمرہ حضرات صوفیائے کرام سے صادر ہوتی رہتی ہیں۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات

(۲) قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا قصہ کسی قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

ابی ابن کعبؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھتے کھڑے ہوئے ان سے دریافت کیا گیا کہ بڑا عالم کون ہے موسیٰ علیہ السلام بولے میں سب

لہ مَا فَضَّلَكُمْ اَبُوْبَكْرٍ بِكَثْرَةِ صَوْمٍ وَّلَا صَلٰوةٍ وَّلٰكِنْ بِشَيْءٍ وَّقَرَ فِيْ صَدْرِهٖ (حدیث صحیح)

ترجمہ:۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تم پر فضیلت لے گئے ایک نور کے ساتھ جو ان کے سینہ میں بھرا گیا ہے۔ کثرت صوم و صلوٰۃ سے فضیلت نہیں۔

Marfat.com

سے بڑا عالم ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اس وجہ سے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف نہ کی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں مجمع البحرین میں ایک بندہ تم میں سے بڑا عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی میں اس سے کس طرح مل سکتا ہوں۔ حکم ہوا زنبیل میں مچھلی رکھ لو جہاں مچھلی گم ہو جائے وہی جگہ ہو گی موسیٰ علیہ السلام چل دیئے اور اپنے نوجوان (یوشع بن نون) کو ہمراہ لیا ایک مچھلی زنبیل میں ڈال لی جب ایک بڑے پتھر کے پاس پہنچے تو اس پر سر رکھ کر دونوں سو گئے مگر مچھلی زنبیل سے غائب ہو چکی تھی اور دریا میں راستہ بنا کر چل دی تھی پھر دونوں دن بھر اور رات کے باقی ماندہ حصے میں چلتے رہے جب صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا ناشتہ لاؤ کیونکہ ہم سفر کرنے سے تھک گئے ہیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت تک کوئی تکلیف نہ اٹھائی جب تک جائے مقررہ سے گزر نہ گئے۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام یعنی جوان نے کہا۔ سنئے ہم جب بڑے پتھر کے پاس پڑے تھے تو مچھلی میں وہاں بھول گیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا اسی جگہ کی تلاش میں تو ہم تھے لہٰذا نشان قدم پر پیچھے لوٹے چنانچہ جب بڑے پتھر پر پہنچے تو ایک شخص کپڑا اوڑھے ملا (بیٹھا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام عرض کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا۔ آپ کے ملک میں سلام کا رواج کہاں ہے؟ موسیٰ علیہ السلام بولے میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام بولے کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ (علیہ السلام)؟ انہوں نے کہا جی ہاں! پھر موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کیا میں آپ کے ہمراہ چل سکتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے وہ ہدایت و حق سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے خضر علیہ السلام بولے تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کر سکو گے کیونکہ جو علم مجھ کو خدا نے عطا کیا ہے وہ آپ کو نہیں اور جو علم آپ کو دیا ہے اس سے میں ناآشنا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام بولے انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر دونوں سمندر کے کنارے چل دیئے کوئی کشتی ان کے پاس نہ تھی۔ ایک کشتی ادھر سے گزری تو کشتی والوں سے انہوں نے سوار کر لینے کو کہا۔ خضر علیہ السلام پہچان لئے گئے اور بلا کرایہ دونوں کو سوار کر لیا گیا اتفاق سے

Marfat.com

ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور چونچ دو چونچ سمندر سے پانی پی لیا خضر علیہ السلام بولے ہمارا علم صرف اتنا ہے جتنا چڑیا کی چونچ میں پانی ہے اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ نکال دیا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے ان لوگوں نے تو ہم کو بلا کرایہ سوار کر لیا اور آپ نے کشتی والوں کو ڈبونے کے لئے کشتی ہی کو توڑ دیا حضر علیہ السلام بولے کیا میں نے تجھ سے کہہ نہ دیا تھا کہ میرے ساتھ آپ کو صبر نہ ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام بولے میں بھول گیا آپ بھول کا مواخذہ مجھ سے نہ کیجئے اور اپنی ہمراہی میں مجھ پر دشواریاں نہ ڈالئے یہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلی بار بھول ہوئی تھی خیر پھر دونوں چلتے رہے اتفاقاً ایک لڑکا دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑا اور مروڑ کر توڑ ڈالا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے آپ نے ایک معصوم جان کو بے گناہ قتل کیا۔ خضر علیہ السلام بولے میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکیں گے؟ خیر پھر دونوں چل دیئے۔ ایک گاؤں میں پہنچے گاؤں والوں سے کھانا مانگا۔ انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ وہاں شکستہ ہونے کے قریب ایک دیوار ہے حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے سے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ علیہ السلام بولے اگر آپ دیوار کے سیدھا ہی کرنے کی اجرت چاہتے تو لے لیتے۔ خضر علیہ السلام نے کہا۔ اب یہی میری اور آپ کی جدائی کا سبب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے کاش وہ کچھ اور صبر کرتے تو ہم کو ان دونوں کے واقعات اور معلوم ہوتے۔

قرآن کریم کی سورۃ کہف میں یہ قصہ کم و بیش انہی الفاظ میں آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم صاحب شریعت نبی ہیں جن کو علم لدنی سیکھنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے جن کے نبی ہونے میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور جن کے علم لدنی کی سند وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر آپ فرماتے ہیں آپ سے میرے ساتھ رہ کر صبر نہ ہو سکے گا اور ایسے امور پر آپ صبر کیسے کر سکیں جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر

Marfat.com

ہیں (ظاہر ہیں وہ امور بوجہ مشتبہ معلوم ہونے کے خلافِ شریعت نظر آئیں گے اور آپ خلاف شرع امور پر سکوت نہ کر سکیں گے) موسیٰ علیہ السلام بولے انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا۔ فرمایا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک اس کے متعلق میں خود ہی ذکر نہ کروں۔ کیا یہ وہی موقع نہیں جس کی نسبت حضرت حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ہے ؂

جن باتوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراضات فرمائے تھے جب حضرت خضر علیہ السلام ان کی حقیقت ان کو بتا چکے تو آخر میں فرماتے ہیں: "یہ سارے کام میں نے بالہام الٰہی سے کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا"۔ انتہیٰ

فیضِ صحبت سے محرومی کے اسباب

اسی طرح صوفیائے کرام و اولیائے عظام کثرہم اللہ تعالیٰ سے جو بعض اوقات اس قسم کے کام سرزد ہو جاتے ہیں وہ باشارہ الٰہی ہوتے ہیں اور ان میں بھی کچھ اس قسم کی مصلحتیں ہوتی ہیں اور ناواقف کار لوگ ان کو خلاف شرع سمجھ کر بدظن ہو جاتے ہیں اور زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں اور اس طرح بزرگانِ دین کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں حدیث کے آخری الفاظ پاک (کہ خدا موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل کرے کاش وہ کچھ اور صبر کرتے و اعتراض نہ کرتے ہ تو ہم کو ان دونوں کے واقعات اور معلوم ہوتے۔")

مزید علم و واقعات سے محروم رہنے پر دلالت نہیں کرتے؟ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (مثنوی شریف)

از حدیث اولیا نرم و درشت
تن میوشاں زانکہ دینت راست پشت
گرم گوید سخت گوید خوش بگیر
تا ز گرم و سرد بجہی از سعیر

Marfat.com

یعنی اولیائے کرام کی نرم سخت باتوں سے پہلو تہی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے دین کی پشت پناہ ہیں۔ وہ خواہ گرم بات فرمائیں یا سرد تم بخوشی قبول کرو تاکہ تم دنیا میں مصائب سے آخرت میں عذاب اور دوزخ سے نجات پاؤ۔ بزرگان دین کی تنبیہ یا تلخ بات کو گوش توجہ سے سننا اور حسن قبول سے دل نشین کر لینا چاہیے کہ وہ تمہاری اصلاح کے لیے درس و ہدایت ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام کے قول ھٰذا فراق بینی و بینک کو اس طرح بیان کیا ہے (مثنوی شریف)

موسیا بسیار گوئی درگزر　　　　چند گوئی زود وصال آمد بسر
موسیا بسیار گوئی دور شو　　　　ورنہ بامن گنگ باش و کور شو
ورنہ رفتی و ز ستیزہ گشتہ　　　　تو بمعنی رفتہ بگسستہ

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) معاف فرمائیے آپ زیادہ گو ہیں کہاں تک بولتے جائیں گے پس تشریف لے جائیے ہماری آپ کی صحبت ختم ہو چکی ہے (موسیٰ علیہ السلام) آپ بہت بولتے ہیں مجھ سے الگ ہو جائیے ورنہ اگر میرے ساتھ رہنا منظور ہے تو گونگے بن جائیے (گویا منہ میں زبان ہی نہیں) اور نابینا ہو جائیے (گویا کوئی حیرت خیز واقعہ دیکھا ہی نہیں نہ اعتراض کی نوبت آئے) اور اگر تم نہ گئے اور ضد کے ساتھ بیٹھے ہی رہے تو خیر معنوی طور پر (میرے دائرہ صحبت سے) چلے گئے اور قطع تعلق کر چکے۔ صاحب مفتاح العلوم لکھتے ہیں۔ افادہ و استفادہ[ف] کے لیے صحبت کافی نہیں بلکہ اس کی مناسبت بھی شرط ہے اور جب مناسبت نہ ہو گی بلکہ مخالفت ہو گی (اعتراض پر اعتراض ہوں گے) تو افادہ و استفادہ نہیں ہو سکتا پس ایسی صورت میں صحبت بھی بے سود ہے الگ ہی ہو جانا چاہیئے

حدیث

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن علم کے حاصل کیے ہیں ایک تو ان میں سے تم کو تقسیم کر دیا ہے اگر دوسرے کی

ف :- فائدہ حاصل کرنا

Marfat.com

نہیں اشاعت کروں تو میرا حلقوم کاٹ دیا جائے (بخاری) تفسیر مظہری میں ہے کہ اس علم کے دوسرے برتن سے مراد علم لدنی ہے۔

علم نافع

(۱) حدیث: عن الحسن قال العلم علمان فعلم فی القلب فذالک علم نافع وعلم اللسان فذالک حجۃ اللہ عزوجل علی ابن آدم۔ (مظاہر حق) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں علم نافع وہ علم ہے کہ اس کی روشنی دل میں پھیلتی اور اس سے دل کے پردے اٹھتے ہیں اور علم زبان وہ علم ہے کہ تاثیر نہ کرے اور دل کو نورانی نہ کرے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اس کی ایک مثال دیتے ہیں اور بیان فرماتے ہیں کہ خدا کا ہر جگہ حاضر ناظر ہونا عقائد اسلام میں ہے عالم وجاہل خاص وعام اس پر اعتقاد رکھتے ہیں چونکہ عام لوگوں کو یہ علم تقلید واستدلال (علم ظاہری) سے حاصل ہوتا ہے اسلئے اس سے کوئی خاص حالت پیدا نہیں ہوتی۔ اعمال وافعال پر اس کا چنداں اثر نہیں پڑتا بخلاف اس کے تصوف میں اس مسئلے کا علم مشاہدہ وکشف سے ہوتا ہے یعنی صوفی کو درحقیقت چاروں طرف خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔

در و دیوار شدہ آئینہ از کثرت شوق ۔۔۔ ہر کجا مے نگرم روئے ترا مے بینم

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر خشوع وخضوع ہیبت خوف ادب کی وہ کیفیت طاری ہوتی ہے جو کسی طرح ظاہری علم سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

(الحدیث)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک اور مکتوب شریف میں العلماء ورثۃ الانبیاء کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ علم جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے ایک علم احکام دوسرا علم اسرار (علم باطن) وارث انبیاء وہ عالم ہے یا عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو نہ کہ وہ

Marfat.com

شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے (الخ) یہاں تک تو وہ چند آیات واحادیث دی گئی ہیں جن میں تصوف و طریق صوفیہ کے آثار پائے جاتے ہیں۔

تفسیر اتقان میں ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوا وہ اقراء باسم ربک تھا اس کے بعد سورۃ ن بعد ازاں یا ایھا المزمل یعنی سورۃ مزمل شریف کا نزول ابتدائے اسلام میں اس وقت ہوا جب کہ ابھی نماز پنجگانہ فرض نہ تھی۔ بالفاظ دیگر ابھی اسلام کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی کہ سورۃ مزمل شریف میں طریق صوفیانہ و سلوک سالکاں کی تعلیم اور ساتھ ہی اس پر عمل شروع ہو گیا تھا۔

نورِ حق شمع الٰہی ہے بجھا سکتا ہے کون جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

سورۃ مزمل شریف اول سے آخر تک پڑھ جائیے تصوف ہی بیان فرمایا گیا ہے۔ تزکیہ و تصفیہ کے وظائف دستور عمل سالکان۔ ذکر فکر۔ مراقبہ و تہجد وغیرہ نہایت پیارے الفاظ میں اپنے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر بتائے سکھائے اور بیان فرمائے ہیں، زہد ریاضت و مجاہدہ کے گر بتا کر راہ سلوک کی تکمیل اور اعلیٰ مقامات تک کے نشانات بتائے ہیں مثلاً رات کے جاگنے میں بڑی کوشش کرنا۔ قرآن شریف کو ترتیل کے ساتھ تہجد کی نماز میں پڑھنا کہ نفس کے ساتھ بڑا اجہاد ہے

۲۔ دن کے وقت بھی ہر وقت اپنے مالک کی بندگی میں مشغول رہنا۔

۳۔ اللہ کے ذکر کی مداومت کرنی اور اس کے نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو تازہ رکھنا اور دل میں اس کو نگاہ رکھنا۔

۴۔ سب تعلقات اور علاقوں کو کاٹنا ترک کرنا اور تجرید حاصل کرنا۔

۵۔ ہر امر میں اللہ تعالےٰ پر بھروسہ اور اعتماد کرنا اور اپنے تئیں کسی چیز میں دخل نہ دینا۔

۶۔ خلق اللہ کے ایذا و ظلم کو سہنا اور اس پر صبر کرنا۔

۷۔ اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا لیکن ان کی خیر خواہی میں قصور نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی کے حضور سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا ہے ورنہ ہرگز ممکن نہ تھا اور اسی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف صحیح میں جس کو محدثین کتاب سلوک و تقرب الی اللہ میں اول لاتے ہیں اور وہ حدیث شریف یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی طرف سے حکایت کے طور پر بیان فرمائی۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ

ترجمہ

میں اپنے بندے کے ظن کے قریب ہوں جیسا وہ مجھ کو گمان کرتا ہے ویسا ہی اس سے معاملہ کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔

ایک اور صحیح حدیث بھی ہے جو محدثین کی کتاب سلوک کی سر دفتر ہے اور وہ یہ ہے۔

ترجمہ

جو نزدیکی چاہتا ہے مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہو جاتا ہوں میں اس کی طرف ایک گز اور جو نزدیک ہوتا ہے میری طرف ایک گز قریب ہوتا ہوں میں اس کے ایک باع (باع دو ہاتھ کی لمبائی کو کہتے ہیں شرعی گز ایک ہاتھ کی لمبائی کے برابر ہوتا ہے یعنی دو گز۔ اور اگر آتا ہے وہ میری طرف چلتے ہوئے تو میں آتا ہوں اس کی طرف دوڑتا ہوا۔ صاحب جامع التفسیر زیر آیت اِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف بیان فرماتے ہیں۔ جو مشتاقانِ اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اور آنکھوں کو منور کرنے کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دن اکثر اس طور سے گزرتا تھا کہ بعد نماز فجر کے اشراق تک نماز کے مقام پر ذکر اور فکر میں مشغول رہتے تھے (اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عصر کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک معقبات عصر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے) پھر بعد اشراق کے چاشت تک اور قسم کی عبادتوں میں آپ مشغول رہتے تھے۔ جیسے مریضوں کی عیادت کرنا مسلمانوں کے جنازوں کے ساتھ جانے اور غریب مسکین مسلمانوں کی حاجت روائی کرتے طالب علموں کو تعلیم دینے اور مسترشدوں کو خدا کی راہ کے سلوک کے قاعدے ارشاد فرماتے

Marfat.com

فتویٰ پوچھنے والوں کو فتویٰ دینے اور آپس میں جھگڑے قضیوں کا فیصلہ کرنے اور کافروں کے ساتھ جہاد و قتال کے سامان کی درستی اور اس کی تدبیریں رہتے اور اسی قسم کے اور کاموں میں مشغول رہتے تھے پھر چاشت کے بعد دولت سرائے میں تشریف فرما ہوتے اور اپنے اہل و عیال کی خاطرداری و تسلی فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک قسم عبادت کی ہے پھر کھانا کھا کر تھوڑا قیلولہ کرتے تھے پھر جب آفتاب ڈھلتا تو آپ اٹھتے اور پاخانہ پیشاب سے فراغت پا کر وضو یا غسل کرتے اور چار رکعت ایک سلام سے فئی الزوال پڑھتے پھر جب ظہر کی اذان ہوتی تو آپ باہر تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز مسجد میں پڑھتے اور ظہر کے بعد سے عصر تک دعوت و ارشاد و فتویٰ دینے اور جھگڑوں کے فیصلوں میں مشغول رہتے تھے عصر کی نماز پڑھتے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور ذکر فکر میں مغرب تک مشغول رہتے پھر مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں تشریف لے جاتے پھر اہل و عیال کی تسلی اور دلاسے میں اور مہمانوں اور مسافروں کے کھانے کھلانے میں خود متوجہ ہوتے اور اگر دنیا کے مال کی قسم سے کچھ گھر میں ہوتا تو اس کو اسی وقت مستحقوں کو عنایت فرماتے کہ دنیا کا مال ان کے دولت سرائے میں رات کو نہ رہے۔ پھر اس کے بعد کھانا نوش جان فرماتے اور جانوروں کے دانہ چارہ کی آپ خبر گیری فرماتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی جان دار بے زبان بھوکا پیاسا رہ جائے۔ پھر اس کے بعد استنجا وغیرہ کر کے وضو کرتے اور مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز عشاء ادا کرتے اور وتر پچھلی رات پڑھنے کے لئے رہنے دیتے پھر سونے کے لئے دولت خانے میں تشریف لے جاتے اور چار رکعت نفل پڑھتے پھر تسبیح تکبیر اور تحمید بجالاتے پھر قرآن شریف کی کئی سورتیں پڑھتے اور پڑھ کر آرام فرماتے۔

ذکر، فکر (تفکر) و مراقبہ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ○ (پ ۲۹ ع ۱۳)

ترجمہ

یاد کر نام اپنے پروردگار کا ہمیشگی کے طور پر یعنی ہمیشہ اپنے رب کے نام کا

Marfat.com

ذکر کرتا رہ ۔ اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ۔ اسم رب سے اسم ذات یا اسم اشارہ یا اسمائے حسنیٰ سے کوئی ایک (صفاتی) نام مراد لیا جا سکتا ہے لیکن عام طور پر صوفیائے کرام اسم ذات (اللہ) ہی مراد لیتے ہیں کیونکہ یہی ایک نام ذات باری ہے جس کی طرف رب دوسرے (صفاتی) مضاف اور منسوب ہوتے ہیں۔ یہی اسم علم ہے اور یہی اسم اعظم اور اسی میں وہ جذب و کشش اور تاثیر فنا و بقا ہے کہ بیان میں نہیں آ سکتی توحید اسی کو ایک کہنا اور ایک دیکھنا ہے۔ عدم کو بود کرنا اور بود کو نابود (معدوم) کرنا۔ اسی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اس لفظ پاک اللہ کا ہر جز و (اللہ، للہ، لہٗ، ہٗ) اس کی ذات احدیت پر دلالت کرتا ہے۔ نزول قرآن سے پہلے بھی عربی میں اللہ کا لفظ خدا کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا اور خدا کی تمام صفتیں اسی طرف منسوب کی جاتی تھیں یہ نام کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا تھا۔ قرآن نے بھی یہی لفظ بطور اسم ذات کے اختیار کیا اور تمام صفتوں کو اس کی طرف نسبت دی۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اور اللہ ہی کے لئے حسن و خوبی کے نام (صفتیں) ہیں چونکہ یہ اسم خدا کے لئے بطور اسم ذات کے استعمال میں آیا ہے اس لئے قدرتی طور پر ان تمام صفتوں پر حاوی ہو گیا جن کا خدا کی ذات کے لئے تصور کیا جا سکتا ہے اگر ہم خدا کا تصور اس کی کسی خاص صفت کے ساتھ کریں مثلاً الرب یا الرحمٰن یا الرحیم۔ تو یہ تصور صرف ایک خاص صفت ہی میں محدود ہو گا یعنی ہمارے ذہن میں ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو جائے گا جس میں ربوبیت یا رحمانیت اور رحمت ہے لیکن جب ہم اللہ کا لفظ بولتے ہیں تو فوراً ہمارا ذہن ایک ایسی ہستی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو ان تمام صفات حسن و کمال سے متصف ہے جو اس کی نسبت بیان کی گئی ہیں اور جو اس میں ہونی چاہیئں (ترجمان القرآن)

یہی وجہ ہے کہ اولیائے عظام اسی لفظ پاک (اللہ) کا ذکر کراتے ہیں اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اسم ذات (اللہ) کے ذکر کرنے کے طریقہ میں فرماتے ہیں۔ کہ "بوقت ذکر لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بیچونی اور بیچگونی کے ساتھ ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کرے۔"

Marfat.com

قرآن پاک میں جہاں جہاں بھی اسم رب کے الفاظ آئے ہیں وہاں یہی اسم ذات (اللہ) ہی مراد ہے چنانچہ

۱۔ ابتدائے نزول وحی کا قصہ جو مختصراً اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے وہاں پہلا جملہ مقدسہ یہ ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ

صاحب جامع التفاسیر حاشیہ پر لکھتے ہیں اے اقراء مفتتحاً باسم ربک کانہ قیل قل بسم اللہ ثم اقراء۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے شروع کر کے گویا کہ کہا گیا ہے۔ بسم اللہ کہہ کے پڑھ۔

۲۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ

(اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام (اللہ۔ اللہ) ذکر کیا جانے سے روکا) پ ۱ ع

۳۔ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ (پ ۶ ع ۵)

اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو یعنی جب شکاری جانور شکار پر چھوڑ تو اس وقت بسم اللہ بھی کہا کرو۔

۴۔ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ (پ ۸ ع ۱)

جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ

۵۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ (پ ع ۱)

اور کیا وجہ ہے کہ اس جانوروں میں سے اس کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے

۶۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝

اور اپنے پروردگار کا صبح و شام (علی الدوام) نام لیا کیجئے۔ (پ ۲۹ ع ۱)

اگر لفظی معنے کے لحاظ سے صبح و شام ہی اللہ کے نام کا ذکر کرنا مراد رکھا جائے تو صبح شام کا مراقبہ ثابت ہوا جو صوفیائے کرام کا معمول ہے اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریف روبقبلہ ہو کر مربع بیٹھ کر ان اوقات میں ذکر کرنا جامع التفاسیر سے پچھلے صفحوں پر نقل کیا گیا ہے اور اگر صبح و شام محاورۃً علی الدوام (ہمیشہ کے لئے) مراد لیا جائے

Marfat.com

تو صوفیائے کرام کا معمول بہ ذکر دائمی ثابت ہوتا ہے جس کا مفصل ذکر اس آیہ کریمہ میں ہے

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (پ ۹ ع ۱۴)

اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور نیچی آواز کے ساتھ صبح اور شام (علی الدوام) اور اہل غفلت میں سے نہ بن جانا۔

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ کا جملہ مبارک علی الدوام (ہمیشہ ہمیشہ) ذکر کرنے کی طرف دلالت کر رہا ہے یعنی ہر سانس کی آمد و شد کے ساتھ اللہ اللہ کرتے رہنا اسی کو اصطلاح صوفیہ میں ذکر پاس انفاس بھی کہتے ہیں کیا اچھا کہا گیا ہے ؎

غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش　　شاید ہمیں نفس نفسِ آخریں بود

ترجمہ

غفلت میں نہ گذار تو اب سانس ایک بھی
شاید یہی ہو سانس تیرا سانس آخری

ایک سانس بھی غفلت میں گزرنے نہ دینا، ایسا نہ ہو کہ یہی سانس جو تیرا بغیر ذکر اللہ کے گزرے تیرا آخری سانس ہو اور تو غافلوں میں شمار کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ اس غفلت سے بچائے آمین ثم آمین۔

اگر تو پاس داری پاس انفاس　　بسلطانی رسانندت ازیں پاس

اگر تو پاس انفاس یعنی سانس کی برآمد و شد کے ساتھ اللہ اللہ کرنے کا لحاظ اور احتیاط رکھے گا کہ کہیں غفلت میں نہ گزر جائے تو اس پاس انفاس (ہر سانس میں اللہ اللہ کہتے) کی بدولت روحانی بادشاہت تجھے عطا کریں گے۔ نعم ما قیل۔

یاد اُو سرمایہ ایمان بود　　ہر گدا از یاد اُو سلطان بود
یاد اُو گر مونس جانت بود　　ہر دو عالم زیر فرمانت بود

ترجمہ:- یاد اس کی دولت ایمان ہے　　یاد سے اس کی گدا سلطان ہے

Marfat.com

یاد اس کی ہو تیری گر جانِ جاں　　زیر فرماں ہوں تیرے دونوں جہاں

حضوری نماز

۸ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (پ ۳۰، ع ۱۲)

اپنے رب کا نام لیتا رہا اور مقام مشاہدہ پر پہنچ گیا۔ کَاَنَّكَ تَرَاهُ (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) ماحصل صلوٰۃ یعنی مقصود نماز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز صحیح اور کامل نہیں ہوتی جب تک دل حاضر نہ ہو۔ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ　یہ حضور قلب اور کَاَنَّكَ تَرَاهُ کا مشاہدہ میسر نہیں ہوتا جب تک حضور دوام حاصل نہ ہو اور حضور دوام اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ حسب ہدایات اپنے پیر و مرشد کے فرائض و سنن　ادا کرنے کے بعد ذکر دائمی میں مشغول ہو اور اس محویت و استغراق سے ذکر خفی میں (واذکر ربّک فی نفسک) مشغول رہے کہ حرف بھی درمیان نہ رہیں۔ فقط معنی ذہن میں جم جاویں پھر اس کی گنتی اور شمار نہیں رہتا ہے بلکہ ذکر ہی ایک حالت ہو جاتا ہے اس وقت شدت کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور مذکور کو یعنی جس کو یاد کرتا ہے اس کو کسی وقت بھول نہیں سکتا اور یہی ذکر حضور دوام کی صورت اختیار کر لیتا ہے بقول شاعر

دن تو اس کے ہی تصور میں گزر جاتا ہے　رات کو خواب میں بھی وہ ہی نظر آتا ہے

چونکہ نماز اور دیگر تمام عبادات میں بھی توجہ الی الحق (حضور دوام) شرط ہے اس لئے کوئی نماز اور عبادت ذکر اسم پر مداومت کرنے کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہوتی یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پہنچ کر کوئی دنیوی مشغلہ ذکر اللہ میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا اور غفلت ہمیشہ کے لئے اٹھ جاتی ہے اور دل بیدار ہو جاتا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ ۱۸ ع ۱۱)

(نہیں روکتی ہے ان کو سوداگری اور نہ بیع اللہ تعالیٰ کی یاد سے) میں ایسے ہی

Marfat.com

مردان خدا و ذاکرانِ حق کی خبر دی گئی ہے اور یہی مقام خلوت در انجمن کا ہے کیا اچھا فرمایا ہے۔ رباعی

چوں ہر ساعت از تو بجائے رود دل
بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی
گرت مال و جاہ ہست زرع و تجارت
چو دل با خدا است خلوت نشینی

ترجمہ

جب تیرا دل ہر گھڑی ادھر ادھر چلا جاتا ہے تیرے قابو میں نہیں تو تو تنہائی میں بھی صفائی نہیں دیکھے گا اور اگر دنیا کے سب مشغلے، مال و جاہ، کھیتی و تجارت وغیرہ میں تو مشغول ہے اور تیرا دل خدا کے ساتھ ہے تو تو خلوت نشین یعنی تنہائی میں ہی ہے۔

تفکّر اور مراقبہ

جب ذکر کی نوبت یہاں تک پہنچتی ہے تو ذکر تفکر ذکر، اور مراقبہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً اور کاٹ اور علیحدہ کر اس کام سے جو تجھے یادِ الٰہی سے مانع ہو اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر یعنی سب سے توڑ کر اس سے جوڑ "تفکّر" اس کو کہتے ہیں کہ باطل سے حق کی طرف جائیں۔ صاحب گلشن رازؒ سے تفکر کے متعلق سوال کیا گیا۔ اس کا جواب آپ نے کئی طرح سے دیا اور اس کی کئی قسمیں بتائیں مگر اصلی جواب ان کا اس کی بابت یہ ہے ؎

تفکر رفتن از باطل سوئے حق　　بجزو اندر بدیدن کل مطلق

تفکر سالک کے اس طریقہ سے سیر کشفی میں جانے کو کہتے ہیں کہ کثرات اور تعینات سے جو حقیقت میں باطل ہیں یعنی عدم ہیں۔ حق کی یعنی وحدت وجودِ مطلق کی طرف جو حق حقیقی ہے سالک چلے اور یہ چلنا سالک کا ایسا ہو کہ سالک اس چلنے میں مقامِ فنا فی اللہ تک پہنچ جائے

Marfat.com

اور کائنات کے ذرے نورِ وحدت ذات کے اشعہ (شعاعوں) میں ایسے محو ہو جائیں جیسے قطرہ دریا میں محو ہو جاتا ہے (از شارح گلشن راز) یہی وجہ ہے کہ تفکر کی شان میں کہا گیا ہے تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستۃ او سبعین سنۃ برس دن کی عبادت سے بلکہ ستر برس کی عبادت سے ایک ساعت کا تفکر بہتر ہے۔ صاحب جامع التفاسیر اس قطع اور تبتل (تفکر) کے فائدے لکھتے ہیں۔

۱۔ پہلا فائدہ ماسوائے اللہ کے خطرے دل میں نہ آویں تاکہ جو ذکر سے غرض ہے وہ حاصل ہو اور جب خطرے دل میں آئیں تب ذکر نہیں رہتا ہے اور مطلوب مذکور کی طرف خالص توجہ نہیں رہتی جس سے نزدیکی اور کشش اسے حاصل ہو جائے۔

۲۔ دوسرا فائدہ ذکر کے اثر باقی رہتے ہیں ہے اس واسطے کہ کسی جگہ کی طرف توجہ کرنے سے پہلی چیز کی طرف توجہ جو ہوتی ہے تو اس کا اثر مٹ جاتا ہے۔ اور دیگر خطروں کی طرح یہ توجہ بھی بے فائدہ ہو جاتی ہے۔

۳۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تمام عبادتوں میں فارغ البال ہونا شرط ہے اور مخلوق کی طرف علاقہ (تعلق) رکھنا فارغ البالی کو مانع ہے۔

۴۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بہت سے گناہوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ جیسے زنا، غیبت، بدعت، خوشامد، منہیات اور بدعات کا دیکھنا اور بری صحبت کا اثر ہونا۔

۵۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کی محبت کو نفی کرتا ہے جس طرح ذکر الٰہی کو دل میں زیادہ کرتا ہے پس تبتل تنقیہ کے حکم میں ہے جس طرح قبل استعمال دوائی کے تنقیہ شرط ہے اسی طرح ذکر کے ساتھ تبتل بھی شرط ہے۔

ذکر اللہ کے ثمرات

المختصر قرآن شریف میں جہاں جہاں ذکر اللہ کے الفاظ آئے ہیں وہاں یقیناً اسم مبارک اللہ کا ذکر کرنا ہی مراد ہے اور یہی وہ اسم اعظم ہے جو تمام مشکلات کا حل اور رہ منزل و مقام

دنیوی و اخروی میں کام آنے والا ہے اور مذکورہ بالا مقامات طے کرا کر اپنے مسمّٰی تک پہنچا دیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے قبر میں سوال ہو گا۔ مَنْ رَّبُّکَ (تیرا رب کون ہے ؟) جواب ہو گا۔ رَبِّیَ اللّٰہ (میرا رب اللہ ہے) قیامت کے دن جب اللہ تعالےٰ کرسی عدالت پر نزول اجلال فرمائے گا تو ندا ہو گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کس کی بادشاہی ہے ؟ جواب میں کہا جائے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ (اللہ واحد قہار کی)

حدیث شریف میں حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کا آخر کلام (مرتے وقت) لا الٰہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ ایک جگہ آیا ہے "تم اپنے بچوں پر اول لا الٰہ الا اللہ کہنا شروع کرو۔" یعنی بولنا شروع کریں تو پہلے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلواؤ۔ حضرت طلحہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ "میں ایک کلمہ جانتا ہوں جس کو کوئی ایسا شخص نہیں کہتا جس کو کہ موت حاضر ہوئی ہو مگر کہ اس کے سبب اس کی روح راحت پاتی ہے جب کہ وہ اس کے بدن سے نکلتی ہے اور قیامت کے روز اس کے لئے ایک نور ہو گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ اس سے کشائش کرے گا اور اس کے لئے اس کا رنگ روشن کرے گا اور اس کو وہ چیز نظر آئے گی جو اس کو خوش کرے گی اور وہ کلمہ یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ ہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والوں پر موت کے نزدیک وحشت نہیں اور نہ ان کی قبروں میں وحشت ہے اور نہ ان کے نشر (قیامت کے دن اٹھنے) میں وحشت ہے سبحان اللہ ذکر اللہ کہاں کہاں کام آئے گا۔

حدیث قدسی ترجمہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ جو گمان میری طرف رکھتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔ میں اس کے پاس ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں

Marfat.com

اگر وہ مجھ کو مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے مجمع میں جو اس سے بہتر ہوتا ہے یاد کرتا ہوں (مظاہر حق) اپنے دل میں یاد کرنے کے الفاظ قابل غور ہیں جو ذکر خفی قلبی و روحی پر دلالت کرتے ہیں۔

حدیث ترجمہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مصقلہ (صیقل کرنے والا زنگ دور کر کے اس کو جلا دینے والا۔ اور صفائی کرنے والا آلہ) ہے دلوں کا مصقلہ ذکر اللہ ہے (مظاہر حق) یہاں بھی ذکر اللہ سے ذکر قلبی مراد ہے۔

حدیث قدسی (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جس کسی کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے گا (یعنی جس کو میرے ذکر میں مشغول رہنے سے مجھ سے کچھ مانگنے کی فرصت نہ ہوگی) اس کو میں مانگنے والوں سے بہتر دوں گا۔ تاویل کے لئے تو میدان بہت وسیع ہے جو چاہے تاویل کرے لیکن حدیث پاک کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ کثرت ذکر اللہ پر دلالت کر رہی ہے ایسا ذاکر جو ذکر اللہ میں اتنا محو ہے کہ دعا کی بھی فرصت نہیں پاتا اس کے انعام کا ذکر کیا گیا ہے

حدیث (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمدان پہاڑ ہے یہاں سے چلو کہ تم سے آگے جانے والے الگ ہو کر آگے چلے گئے ہیں (سبق المفردون) عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الگ ہو کر آگے جانے والے کون ہیں فرمایا وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ (مظاہر حق)

ذکر کثیر

وہ ذکر کثیر (جس کا اوپر والی حدیث میں ذکر ہے) مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو

Marfat.com

بھی شوق د ترغیب دلا رہے ہیں حالانکہ آپ کے ہمراہی حضرات عام عبادت کرنے میں کسی سے کم نہ تھے معلوم ہوا کہ حدیث میں ذکر سے علاوہ عام عبادت کے ، خاص الگ ہو کر ذکر اللہ کا کرنا مراد ہے ۔ وہی جو صوفیائے کرام کی جان ہے اور جو خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز سے غروب تک الگ ہو کر رو بہ قبلہ بیٹھ کر ذکر فرمایا کرتے تھے جیسا کہ جامع التفاسیر سے پیشتر نقل کیا گیا ہے ۔

حدیث (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا ۔ اعمال میں سے کون سا عمل بہتر ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ ایسے حال میں مرنا کہ ذکر اللہ سے تر زبان ہو (طبرانی بیہقی بروایت معاذ) سکرات الموت کے وقت ذکر اللہ سے مراد وہی ذکر ہو سکتا ہے جو صوفیائے کرام اپنے متوسلین مسترشدین[ص] کو بتاتے اور سکھاتے ہیں دوسری عبادات کا تو یہ موقع ہی نہیں ہو سکتا اور صوفی ہی ایسا ذاکر ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ذکر کرنے کی بدولت اس کے ہر جزو بدن ۔ دل زبان ، قلب و قالب بلکہ ہر بن مو سے دوامًا ذکر ہوتا ہے اور جب موت اختیاری سے وہ مرتا ہے تب وہ ذکر ہی ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مرتے وقت اس کے دل و زبان پر بے اختیار ذکر اللہ جاری ہوتا ہے ۔

مشغلہ ذکر عمر ساری کا — آخری دم بھی قلب جاری تھا

حدیث (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو تمہارے اعمال میں سے جو سب سے بہتر ہے کی خبر دوں جو تمہارے اللہ کے پاس ستھرا تمہارے درجوں میں سب سے بڑا اور تمہارے حق میں سونا چاندی دینے (صدقہ کرنے) سے بہتر ہے اور تمہارے لئے وہ اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمنوں (کافروں) کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں (جہاد میں شمولیت) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے

ص مریدین

Marfat.com

فرمایا وہ ذکر اللہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے (مظاہر حق)

حدیث شریف کے الفاظ اعمالکم (تمہارے اعمال) سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی واذکر اسم ربّک والا ذکر اللہ بکثرت کیا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جو اعمال (جن میں عام عبادات اور یہ خاص ذکر اللہ بھی شامل ہے) تم کر رہے ہو۔ ان سب میں سے بہتر عمل ذکر اللہ ہے ذکر اسم رب کے الفاظ والی آیات قرآن کریم میں نہ ہوتیں تو ذکر اللہ سے تسبیح تہلیل۔ تکبیر۔ نماز۔ تلاوت قرآن وغیرہ ہی مراد لی جاتی لیکن ان آیات خصوصًا سورہ مزمل شریف والی آیت وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا سے ثابت ہو رہا ہے کہ ذکر اسم رب سے مراد ذکر اسم ذات یا ذکر نفی اثبات ہی ہے۔ فہو المراد۔

متعلقات ذکر

متعلقات ذکر یعنی کچھ ضروری ہدایات متعلقہ ذکر دی جاتی ہیں تاکہ یاران طریقت اور ذاکران حق ان پر عمل کر کے نفع اٹھائیں

۱۔ ذکر سندی ہو یعنی شیخ کامل سے بعد از بیعت حاصل کیا ہو۔ جو ذکر بدوں بیعت کے یا بلا تلقین پیر کامل کے خود بخود کیا جاوے۔ وہ بلا سندی ہے بلا سندی ذکر عبادت ضرور ہے مگر ذکر سندی کے رتبہ اور اثر کو نہیں پہنچتا۔ چنانچہ امام طریقت مرشد کامل حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ یہاں فرماتے ہیں کہ حصول نسبت (بیعت) سے پہلے ذکر اعمال ابرار میں سے ہے اور حصول نسبت کے بعد اعمال مقربین میں سے اعمال ابرار عبادات ہیں اور اعمال مقربین تفکرات "تفکر ساعة خير من عبادت سنة او سبعين سنة" تا ہوگا کہ ایک برس کی عبادت سے بلکہ ستر برس کی عبادت سے ایک ساعت کا تفکر بہتر ہے اور تفکر باطل سے حق کی طرف جانے کو کہتے ہیں۔ ع

تفکر رفتن از باطل سوئے حق

آیہ کریمہ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے جس قدر فرق ابرار

Marfat.com

اور مقربین کے رتبہ میں ہے اسی قدر فرق ابرار کی عبادت اور مقربین کے تفکر کے ثمرہ میں ہے مبتدی کا ذکر جو اعمالِ مقربین میں شمار ہوتا ہے جو اس نے شیخ کامل و مکمل سے اخذ کیا ہو اور اس ذکر سے اس کا مقصود سلوک طریقت ہو۔ وگرنہ اس کا ذکر بھی اعمال ابرار میں سے ہو گا اعمال مقربین میں سے نہ ہوگا۔ (مکتوب چوتھا جلد تیسری)

لہٰذا ذکر سندی کو ہی اس طرح کریں کہ جس طرح ان کے حضرت پیر و مرشد صاحب نے فرمایا ہے اور اس دستور العمل کو ضروری سمجھیں اس کے خلاف ہرگز نہ کریں طالب کو چاہیے کہ ذکر پر اتنی مداومت (ہمیشگی) کرے کہ ذکر حضورِ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفت لازمہ بن جائے، جیسے کہ سننا قوت شنوائی (سامعہ) کی صفت لازمہ ہے کہ اس سے زائل نہیں ہوتی (یعنی یہ نہیں ہوتا کہ کان میں دس کی دس آوازیں پڑیں چار سنائی دیں اور چھ نہ سنے بلکہ دس کی دس آوازیں سنےگا اور اسی طرح دیکھنا قوت بینائی (باصرہ) کی صفت لازمہ ہے کہ اس سے زائل نہیں ہوتی یعنی یہاں تک کہ ذکر (حضورِ دوام کو دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

مقام ولایت کا مقدمہ

۲۔ جاننا چاہیے کہ ذکر اصل بالذات مقصود نہیں بلکہ فنا فی المذکور یعنی مذکور (اللہ) میں فنا ہونے کا وسیلہ ہے چنانچہ جب طالب مبتدی اپنے پیر و مرشد صاحب کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۰ کی تعمیل شروع کرتا ہے یعنی ذکر، فکر (تفکر) اور مراقبہ میں مشغول ہوتا ہے۔ اسے بکثرت کرتا اور اس پر مداومت اختیار کرتا ہے تو یاد کرد۔ (یاد کرنا) سے گزر کر یادداشت (یاد رکھنا) اور پھر اس سے آگے نگہداشت (نگہ رکھنا) کے مقام پر پہنچتا ہے حتیٰ کہ خالی عنِ الْغفلت (غفلت کا دور ہونا) ہو جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ ظاہری اور باطنی چیزوں سے بھی غیبت ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ماسوا اللہ سے نسیان ہو جاتا ہے اسی مقام میں ذاکر کو مذکور کی اشد محبت پیدا ہو جاتی ہے جس سے تعلقات ماسوا جدا ہو جاتے ہیں اور حضور مع اللہ ملکۂ دل بن جاتا ہے اس حالت کو فنائے قلب کہا گیا ہے اور یہ مقام

Marfat.com

ولایت کا مقدمہ ہے۔

۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب شریف نمبر ۲ جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ نقشبندیہ میں وصول بحق بدرجہ کمال ہونے کا دار و مدار شیخ مقتداء و پیر کامل مکمل کے ساتھ رابطہ محبت پر ہے طالب صادق اس محبت سے جو اس کو اپنے پیر سے ہوتی ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے معنوی مناسبت اور روحانی نسبت کے ساتھ آہستہ آہستہ اسی کے رنگ میں ظاہر ہوتا جاتا ہے بلکہ اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے اسی کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں جو فنائے حقیقی کا پہلا زینہ ہے ذکر بلاشبہ اسباب وصول سے تو ہے لیکن غالباً رابطہ محبت شیخ اور فنا فی شیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ ذکر تنہا اس رابطہ محبت شیخ اور فنا فی الشیخ کے بغیر موصل نہیں ہاں البتہ یہ رابطہ تنہا بہ رعایت آداب اور شیخ کی توجہ اور التفات کے ساتھ بغیر ذکر بھی موصل خدا سے ملانے والا ہے اگرچہ اس سے تھوڑا آگے جا کر فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں جو بعینہ طریقہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے افادہ و استفادہ انعکاسی ہے۔ شیخ مقتدا پیر کامل کی صحبت رعایت آداب کے ساتھ کافی ہے۔ ذکر و ظائف و عبادات بھی ممد اور معاون ہیں جیسا کہ صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کمالات کے حصول میں بشرط ایمان و تسلیم کافی تھی اس لئے وصول کی راہ اس طریق میں اقرب و بہت قریب ہو گئی ہے اور شیخ کامل اکمل سے فیوض و برکات کے حاصل کرنے میں جوان بچے بوڑھے اور زندہ اور مردہ سب برابر ہیں اس طریق عالی میں ریاضت کہ انتہا کو ابتدا میں درج کرنے پر مشتمل ہے فقط اتباع سنت سنیہ اور بدعت نامرضیہ سے اجتناب کرنا ہے۔

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ خدا کو حقیقت میں یاد کرنا یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جملہ اشیاء کو فراموش کر دے اس وجہ سے کہ خدا اس کے لئے جملہ اشیاء کا عوض ہے۔

۵۔ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ بندۂ مقبول وہ ہے جو دواماً ذکر الٰہی میں رہے اور ایک لمحہ بھی غفلت نہ آئے۔ آرزوہائے نفس کا تابع نہ ہو اور ذکر خدا کا بغیر کسی غرض کے خالصاً لوجہ اللہ بڑے اخلاص سے کرے۔

Marfat.com

ملکوت کی کنجی

۶۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ فرماتے ہیں کہ ذکر دوامی عجائبات ملکوت کی کنجی ہے اور حضرت الٰہی کے قرب کا باعث ۔ مگر یہ ذکر دوام وہ نہیں ہے جو صرف زبان یا دل سے ہو بلکہ وہ ہے جو ہمیشہ دل کا محافظ رہے یعنی جب دل اپنی کدورت سے پاک اور صاف ہو جائے اس میں خلق کی عداوت نہ رہے خلق کا ذکر نہ رہے ماضی اور مستقبل کا ذکر نہ رہے محسوسات کا مشغلہ نہ رہے۔ غفلت اور برے اخلاق اور دنیا اور شہوات اور اس کی خواہشیں نہ رہیں۔ تب دل حق تعالےٰ کے ساتھ ہر دم رہے۔ اس کا مراقب ہو اور کسی حال میں وہ حق تعالےٰ سے غافل نہ ہو۔ جب غفلت نہ رہے غفلت کی جڑ دوام کے لئے کٹ گئی اور فنا ہو گئی تو حقیقت ذکر کی ظاہر ہوئی۔ اور اس کا دوام ہوا۔ اس مراقبہ دوامی اور دوام ذکر کی صحیح اور پورا ہونے کی علامت یہ ہے کہ دل کی موافقت احکام الٰہی کے ساتھ ہو۔ یعنی ان کو پورے طور پر اور بڑی خوشی سے بجالائے۔

درجات ذکر

۷۔ حضرت قبلۂ اولیائے کبار خواجہ عبیداللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد علی حکیم ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ دل کی زندگی کے درجے ہیں جب تک اقتصاد کے درجے پر دل نہ پہنچے۔ دل کو زندگی حاصل نہیں ہوتی۔ اقتصاد ذکر دوام کو کہتے ہیں جس میں ذاکر کا یہ حال ہو جائے کہ ذکر خواب میں بھی ہو اور بیداری میں بھی ہو خواب میں ذکر یہ ہے کہ خواب میں ذکر کرتا دیکھے۔ (رشحات)

۸۔ حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں اگر کوئی علوم ظاہری حاصل کرے تو وہ علم بھی آخر دم کے وقت اس کی کچھ دستگیری نہ کرے گا اس کو اس وقت اس کے لوح دل سے محو کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر اس نے حضور دوام و آگاہی بحق کا ملکہ حاصل کر

Marfat.com

لیا ہو گا۔ تو آخر نفس (مرنے کے وقت) اس کی دستگیری کرے گا جوانی کو غنیمت جان کر کچھ دن ریاضت ایسی کرو کہ ملکہ حضور دا گاہی بحق ہاتھ لگے۔ (رشحات صفحہ ۱۵۴، رشحہ ۱۵)

کھرے اور کھوٹے سکے

۹۔ ہر فعل کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ہوتا ہے خواہ برا ہو یا بھلا۔ اس نتیجے کے ظہور کی علامتیں اور آثار ہوتے ہیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور علم ان کا خواہ ہو یا نہ ہو۔ ایسا ہی حال ذکر کا ہے اگر آداب اور قاعدہ سے کرے گا اثر اس کا اچھا نتیجہ اور علامت اس کی عمدہ ہو گی ورنہ لاحاصل بلکہ خراب ہو گا جو ذکر ریاکاری اور دنیاوی دکھاوے کے لئے اور اپنی کچھ قیمت لگانے کے لئے کیا جائے وہ کھوٹا روپیہ ہے بازار آخرت میں اس کے کچھ دام نہیں اور باعث گرفتاری اور موجب سزا و عتاب ہے اور جو ذکر حصول جنت کے لئے کیا جائے وہ بازار آخرت میں سچا روپیہ ہے اس کی قدر اور اس کا ثواب و اجر ہے اور جو ذکر ان دونوں نیتوں کو چھوڑ کر حب الٰہی سے کیا جائے اور وہ قبول ہو کر موجب قرب و وصل حق اس کے فضل سے ہو۔ وہ اشرفی ہے۔ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

جیسے جس کی ہمت ہے، اس کے باطن کا میلان ہے، ویسے ہی وہ کام کرتا ہے۔ کوئی کھوٹا روپیہ چاہتا ہے اور کوئی سچا روپیہ اور کوئی اشرفی چاہتا ہے۔ یہی ہمت انسان کی قدر و قیمت ہے۔ طالبان حق کی ہمت اور ان کی طبع کا میلان قرب اور وصل حق کی طرف ہوتا ہے قبول خلق حصول نام و عزت دنیاوی اور حصول بہشت کے لئے نہیں ہوتا اس لئے وہ جو ذکر کرتے ہیں عشق کی ہمت اور نیت سے کرتے ہیں اس لئے طالبان حق کے ذکر میں پہلے تصحیح نیت اور پھر زبان سے کہنا کہ الٰہی اس ذکر سے مقصود میرا تو ہی ہے اور رضا تیری (نہ بہشت نہ دنیا) ضروری امر ہے تاکہ اس پر اس کی ہمت کا کچھ نتیجہ مرتب ہو جو ذکر محض بغرض حصول بہشت کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہو گا دنیاوی خرابیوں کو وہ دور نہیں کرتا

Marfat.com

اور جو ذکر محض خالصتاً للہ کیا جاوے اس کی برکات وفیوضات کا نتیجہ اور اثر اسی موجودہ دنیا میں مرنے سے پہلے ملتا ہے یہ نتیجہ نقد ہے اور آخرت کا نتیجہ ادھار ہے۔

آداب کے بغیر ذکر قساوت قلب کا باعث بنتا ہے

۱۰۔ حضرت شیخ جمال الدین بخاریؒ نے جو خادم شیخؒ کے خلیفہ اور جانشین تھے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت خادم شیخ آیت فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ پ۲۳ ع۱۰ کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کے قلب کی قساوت ذکر کرنے سے بایں وجہ بڑھ جاتی ہے کہ وہ ذکر کو بے ادبی اور غفلت سے اور بمقتضائے نفس کرتے ہیں (رشحات) اس سے ظاہر ہوا کہ اگر بے ادبی اور بے قاعدہ ذکر کیا جائے گا تو بجائے دل میں نرمی ہونے کے سختی پیدا ہو گی اس لئے مبتدی کو آداب و شرائط سے آگاہ کیا جانا نہایت ضروری ہے۔

آداب ذکر

صاحب لطائف اشرفی فرماتے ہیں ادب اول یہ ہے کہ ذکر کرنے کے وقت باوضو رہے ہو سکے تو غسل بھی کرے یہ بہت بہتر ہے کیونکہ دوست کا ذکر کرنا دشمنان کفار نفس سے مقابلہ کرنا ہے اور مقابلہ بدوں ہتھیاروں کے نہیں ہو سکتا لہٰذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (مومنوں کا ہتھیار ان کا وضو ہے)

دوسرا ادب یہ ہے کہ لباس و پوشاک پاک ہو اصول سنت میں پوشاک کی پاکی کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) نجاست سے پاکی۔ (۲) ظلمت سے پاکی (صاف ستھرا ہونا) (۳) حرمت سے پاکی یعنی ابریشم وغیرہ نہ ہو (مردوں کے لئے فقط) (۴) رعونت سے پاکی کہ موافق سنت کے کوتاہ ہو۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (سورۃ مدثر پ۲۹) اپنا کپڑا پاک کر (یعنی کوتاہ کرو)

Marfat.com

تیسرا ادب یہ ہے کہ ذکر کرنے وقت رو بقبلہ بیٹھے اور مربع بیٹھے۔ اگرچہ مربع بیٹھنا ہر وقت ممنوع ہے مگر ذکر کے وقت اجازت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر مربع بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔

شرائط ذکر

۱۔ صاحب لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ ذکر کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی شرط

یہ ہے کہ مرید ارادت میں صادق اور پیر کا عاشق ہو۔

مرید ار عاشق پیرے نباشد   مرادرا ہیچ تدبیرے نباشد

مرید اگر پیر کا عاشق نہ ہو گا تو کوئی تدبیر اس کو کارگر نہ ہو گی۔

دوسری شرط

مرید راہ سلوک کا داعیہ اور اس کی طلب کا درد رکھتا ہو۔

گر ندارد درد اصلی مرد راہ   ہیچ دارد نیستش جز درد راہ

یعنی اگر طالب حق درد اصلی نہ رکھتا ہو۔ تو وہ درد راہ نور کھتا ہو جو اسکو منزل پر پہنچا دے

تیسری شرط

خلق سے اس کو وحشت اور ذکر سے اس کو انس ہو کیونکہ جو خلق میں مشغول ہو گا وہ خدا کا طالب نہ ہو گا۔

چوتھی شرط

ذکر پر مواظبت کرے ہمیشہ کرتا رہے، اساس اور بنیاد اس کی توبۃ النصوح پر رکھے

حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے ذکر کی یہ شرائط لکھی ہیں پہلی شرط ذکر کی توبۃ النصوح ہے توبۃ النصوح کر کے ذکر پر مواظبت کرے اور تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچے۔ دوسری شرط ذاکر کو مذکور کی طلب صادقہ ہو اور اس کو حق کی طلب اور راہ حق کے سلوک کا داعیہ کامل ہو۔ تاکہ راہ

Marfat.com

سلوک ہیں جو کچھ اس کو آگے جانے اور ترقی کرنے سے روکے اور مانع ہو اپنی طرف کھینچے اور لگائے اس سے متوحش ہو اور بھاگے۔ سب سے منہ پھیرے اور ذکر حق میں مشغول ہو تیسری شرط ذکر شیخ کامل سے حاصل کیا ہو اور شیخ کامل نے تخم ذکر حقیقی کا اس کے باطن میں بو یا ہو یہ شرط سب سے ضروری ہے۔

ذکر اللہ حدود شرعیہ پر مداومت کا وسیلہ ہے

۱۲۔ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے اوامر شرعیہ کی بجاآوری اور نواہی شرعیہ سے باز رہنا سب ذکر میں داخل ہے لیکن وہ ذکر جو حق سبحانہ کے اسم و صفات کے ساتھ کیا جائے جلدی اثر کرنے والا اور مذکور کی محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہے بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ واقع ہو وہ ان اوصاف سے چنداں بہرہ ور نہیں ۔ نیز وہ ذکر جو اسم و صفت کے ساتھ واقع ہو وسیلہ ہے اس ذکر کا جو حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حاصل ہو کیونکہ سب کاموں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی ناصب شرع کی محبت کے بغیر میسر نہیں اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت کے ذکر سے وابستہ ہے۔ (از مکتوب ۴۶ جلد ۲ مجدد الف ثانیؒ)

ذکر یا مشاہدہ

۱۳۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مرید کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم اللہ تبارک و تعالےٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ ذکر سے طالب محبت تک پہنچتا ہے۔ محبت ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ جب محبت راسخ ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر حقیقی ذکر ہو جاتا ہے یہی وہ ذکر کثیر ہے جس کا اللہ تعالےٰ کے اس قول وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ میں فلاح کا وعدہ دیا گیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے روز گار کی حفاظت کرتا رہے۔ ماسوا اللہ کو دل سے دور کرے۔ دنیا کے لوگوں (اہل غفلت) کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کرے اور حق تعالےٰ کی یاد میں مشغول رہے اگر اس کو اللہ تعالےٰ کے

Marfat.com

ذکر سے موانست نہ ہوگی تو خدا تعالیٰ کی محبت کی بو بھی وہ نہ سونگھ سکے گا۔

دل کا نور یقین سے منور ہونا

۱۴۔ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ کے فرزند ارجمند تھے ایک موقع پر مریدوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ کوئی سانس ذکر کے بغیر باہر نہیں نکلنا چاہیئے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے وہ اپنا مال ضائع کرتا ہے ذکر کے وقت وسوسہ اور حدیث نفس سے پرہیز کرنا چاہیئے اور جب یہ صفت پیدا ہو جائے گی تو وسوسہ اور حدیث نفس ذکر کے نور سے جل جائیں گے تو دل میں نور ذکر اتر تا جائے گا اور اس میں ذکر کی حقیقت متمکن ہوتی جائے گی پھر ذکر مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ہوگا اور دل نور کے یقین سے منور ہو جائے گا اور یہی طالبوں اور سالکوں کا مقصود ہے۔

تفرید باطن

یہی حضرت دوسری جگہ فرماتے ہیں پس جب بندہ کو تجرید ظاہری یعنی ناپسند چیزوں سے علیحدگی کی توفیق ہوتی ہے اور وہ برے وساوس اور اخلاق مذمومہ سے پاک و صاف ہو کر تفرید باطن سے معزز ہوتا ہے تو قریب ہوتا ہے کہ اس کے باطن میں نور ذکر متجلی ہو جائے۔ اور شیطانی وساوس اور نفسانی خواہشات اس سے دور ہو جائیں اور اس کے باطن میں نور ذکر کا جوہر نمایاں ہو جائے یہاں تک کہ اس کا مشاہدہ مذکور کو متجلی کر دے اور یہ وہ مرتبہ بلند اور عطیہ عظمیٰ ہے جس کے حصول کے لئے امت کے اصحاب ہمت اور ارباب بصیرت کی گردنیں بڑھتی ہیں

۱۵۔ پنج وقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے اور سنت مؤکدہ کو بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہیئے اور اس کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے یعنی کھانے سونے اور آنے جانے (کاروبار کرنے) میں غافل نہ ہو جائے اس طریق پر عمل کریں اور جس شیخ سے ذکر سیکھا ہے اسی کو وسیلہ بنانا چاہیئے۔ (از مکتوب ۹۳ جلد ا

صدا روشن

Marfat.com

دل کی سلامتی

۲۶ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ اپنے متعدد مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم پر اور تم پر لازم ہے حق غیر سے دل کو سلامت رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ ماسوائے اللہ کا دل پر عبور نہ رہے اور ماسوا اللہ کا دل پر نہ گزرنا ماسوا اللہ کے نسیان پر وابستہ ہے جس کی تعبیر اس گروہ کے نزدیک فنا سے کی گئی ہے جب تک کام اس درجہ تک نہ پہنچے۔ دل کی سلامتی محال ہے۔

ہیچ کس تا نہ گردد او فنا نیست راہ در بارگاہِ کبریا

(جب تک انسان فنا نہ ہو جائے درگاہ حق تعالےٰ کی طرف راہ نہیں ملتی (نہیں پہنچتا) کیونکہ شرکت کو اس بارگاہ اعلیٰ میں ہرگز دخل نہیں اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (خبردار دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے غیر کی محبت کو اس طرح غالب بنانا کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلے میں معدوم یا مغلوب ہو جائے نہایت بے حیائی ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ میں شاید اسی حیا کی طرف اشارہ ہو۔

طالب مولا و طالب دنیا

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ مؤمنوں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی محبت اشد درجہ کی ہوتی ہے یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کی محبت کو حق تعالےٰ کی محبت کے مقابلہ میں معدوم اور مغلوب بنائے تب ہی تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کی محبت اشد درجہ کی ثابت ہو گی۔ جاننا چاہیئے کہ دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا طالب لعنت و پھٹکار کا مستحق ہے اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ (حدیث) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث شریف کا ترجمہ

دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے اور طلب کرنے والے سگ صفت انسان ہیں

Marfat.com

دوسری حدیث شریف میں ہے الدنیا ملعونۃ وما فیہا ملعونۃ الا ذکر اللہ تعالیٰ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے
ان احادیث پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر محبوب (حق سبحانہ) کے سوا ہر چیز یہاں کی ترک کر دینے کے لائق ہے۔ ؎

با دو قبلہ در رہِ توحید نتواں رفت راہ
یا رضائے یار باید یا رضائے خویشتن

دو قبلہ (مرکز توجہ) کے ساتھ توحید کا راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ مومن موحد نہیں بن سکتا یار کی رضا پر چلو یا اپنی خواہشات کی راہ لو۔ دونوں ایک وقت میں ناممکن ! ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ایں خیال است و محال است و جنوں

ترجمہ

خدا کی محبت بھی اور کمینی دنیا کی محبت بھی !! ایک دل میں دو کی محبت محال ہے دیوانہ پن کا خیال ہے ؎

عاشقاں را با مصالح کار نیست قصد ایناں جز رضائے یار نیست

مومنان صادق دنیا کی مصلحتوں کو نہیں دیکھتے ان کا مقصود رضائے یار کے سوا کچھ نہیں ہوتا عاشق غیر محبوب کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا حرام سمجھتے ہیں۔ ذکر محبوب (اللہ) کے سوا ان کو تسلی ہوتی ہے نہ اطمینان !

حکایت :

ایک سیاح نے مجنوں کو جنگل میں متفکر دیکھا کہ اس نے ریت پر ہاتھ پھیر کر صاف کر کے تختی بنائی ہوئی ہے اور اپنی انگلی کی قلم سے اس پر کچھ لکھ رہا ہے۔ اس نے پوچھا اے محبت کے دیوانے یہ کیا کر رہا ہے اور یہ چھٹی کس کی طرف لکھ رہا ہے مجنوں نے جواب دیا

مجنوں کہیا ایہہ اسم مبارک لیلیٰ دا ہر داری
لکھ لکھ دیاں تسلی دل نوں دِسّے شکل پیاری

Marfat.com

کہا ہیں اپنے محبوب و مطلوب لیلیٰ کا نام بار بار لکھ رہا ہوں اس کا نام لکھنے کی مشق کر رہا ہوں اور اس طرح سے اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں کیوں نہ ہو محبوب کے ذکر میں جو لذت ہے اس کو کچھ محب ہی جانتے ہیں۔ اہل اللہ ہی ذکر کی قدر جانتے ہیں اور اس کو دنیا و مافیہا سے محبوب سمجھتے ہیں

قیامت کے دن قلب سلیم کا سوال ہو گا

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ پ۱۹ ع

اس دن (قیامت کو) نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے ہی نفع دیں گے۔ ہاں مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آیا وہ قلب سلیم اس دن نفع دے گا) اس آیت کریمہ کی رو سے معلوم ہوا کہ وہاں تو سلامتی قلب کی طلب کرتے ہیں اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ سلامتی قلب اس وقت تک حاصل ہوتی ہے جب ماسوا اللہ کا دل پر عبور نہ رہے اور یہ ماسوا اللہ کے نسیان پر وابستہ ہے اور ماسوا اللہ سے نسیان نہیں ہوتا جب تک کثرت ذکر و مراقبہ سے ذاکر فنافی المذکور نہ ہو جائے۔ اسی لئے حضرت غوث صمدانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی مہلت (عمر چند روزہ) میں رب جلیل کی یاد (ذکر) سے اس باطنی مرض کا علاج کرنا چاہیئے جو نہایت ہی اعلیٰ و اعظم مقصد ہے۔

اللہ کی محبت

کثرت ذکر سے ذاکر و مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے جتنی محبت کثرت ذکر سے بڑھتی جاتی ہے اتنا ہی ماسوا اللہ سے نسیان ہوتا جاتا ہے جب محبت بڑھ کر اشد درجہ پر پہنچ گئی۔ ایمان کامل ہوا تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں اطمینان ہی اطمینان ہے جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ جائے تو ہمیشہ کی دولت حاصل ہو گئی۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ خبردار اللہ کے ذکر سے ہی دل اطمینان حاصل کرتے ہیں راحت جان نصیب ہوتی ہے دل کے اطمینان کا طریق اللہ کا ذکر ہی ہے

گر بخواہی زیستن در یاد او
ذکر او کن ذکر او کن ذکر او

Marfat.com

۱۔ اگر تو خدا کی یاد میں جینا چاہتا ہے تو چاہیئے کہ ہمیشہ اس کی یاد میں رہ۔ تو اس کا ذکر کر پھر اس کا ذکر کرتا کہ فاذکرونی اذکرکم کا انعام پائے۔

۲۔ اگر تو اس کی یاد میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہے یعنی چاہتا ہے کہ تجھے دائمی ذکر اور حضور و معیت اللہ دوام میسر و حاصل ہو تو سب طرف سے منہ موڑ کر اسی کے ذکر میں لگا رہ اور اگر کوئی دنیاوی کام اور شغل تیرے ذکر کرنے میں حائل ہو اور رکاوٹ ڈالے تو اس کام اور شغل کو قطعاً چھوڑ دے تاکہ واذکر اسم ربّک و تبتّل الیہ تبتیلا کا مقام نصیب ہو۔

ہشت شرائط ذکر نقشبندیہ

اذکار صوفیائے کرام و مختار پیران عظام کثرہم اللہ تعالےٰ کو کتاب و سنت سے ثابت کرنے کے بعد اور ذکر کا بیان ختم کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ اِس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ رسولیہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں چند اصطلاحات حضرات خواجگان نقشبندیہ نے مقرر فرمائی ہیں جس پر طریقہ کی بنا سمجھی جاتی ہے اور جن میں فی الحقیقت اذکار و اشغال نقشبندیہ کے مقامات و احوال بیان فرمائے گئے ہیں۔ لکھے جائیں تاکہ یارانِ طریقت کو تصدیق و تائید احوال کا فائدہ حاصل ہو یعنی اپنے احوال و واردات کی تصدیق ان سے کر سکیں اور اس کے برخلاف اپنے آپ کو بچا سکیں۔ ان کو ہشت شرائط نقشبندیہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ آٹھ احکام حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے منقول ہیں۔

اول — نظر بر قدم

اِس سے یہ مراد ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدم کے اور بیٹھنے کی حالت میں بھی اپنے آگے ہی دیکھے اس واسطے کہ نقوش مختلفہ کا دیکھنا اور تعجب انگیز رنگوں پر نظر کرنا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور جس کی وہ طلب میں ہے اس سے روکتا ہے اس لئے اگر نظر کو قدم پر رکھا جائے تو جمعیت کے اقرب ہے یہ مراد کلمہ "ہوش در دم" کے معنی کے مناسب ہے غرض نظر بر قدم۔ اس تفرقہ کے رفع کرنے

Marfat.com

کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور ہوش در دم " نفس کے تفرقہ کو رفع کرتا ہے۔ یہ مبتدی کے حال کے مناسب ہے اور منتہی پر تو واجب ہے کہ نظر کرے اپنے حال میں کہ وہ کس نبی کے قدم پر ہے اس لئے کہ اولیاء انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتے ہیں پھر جب منتہی اپنے پیشوا کو پہچان لے تو چاہیے کہ اس کے حالات اور واقعات اپنے پیشوا کے حالات و واقعات کے ساتھ مناسب ہوں۔

دوم — ہوش در دم

جس کے معنی ہیں ہر دم کے ساتھ ہوشیاری و بیداری۔ تو چاہیئے کہ ذاکر ہمیشہ بیدار اور متجسس رہے اپنی ذات سے ہر سانس میں کہ وہ غافل ہے یا ذاکر، اور یہ طریقہ بتدریج دوام حضور حاصل کرنے کا ہے۔ گویا " ہوش در دم " نفس کے تفرقہ کو دور کرتا ہے اور یہ ایک قسم کا محاسبہ ہے جو مبتدی کے مناسب حال ہے۔

سوم — سفر در وطن

اس کا مطلب ہے صفات بشریہ خسیسہ سے صفات ملائکہ فاضلہ کی طرف نقل کرنا۔ تو سالک پر واجب ہے کہ اپنے نفس کا متلاشی رہے کہ آیا اس میں کچھ حب خلق باقی ہے پھر جب اس کو جان جائے تو نئے سرے سے توبہ کرے اور جانے کہ یہ میرا بت ہے اس لئے کہ جو شئے تجھ کو خدا سے باز رکھے وہ فی الواقع تیرا بت ہے پھر ذکر اللہ کثرت اور شدت سے کرے کہ مذکور (حق سبحانہٗ) کی محبت پیدا ہو جائے اور غیر اللہ کی محبت کٹ جائے تاکہ گوہر مقصود حاصل ہو۔ ؎

حب حق ہو دل میں یا حب پسر جمع ان دونوں کو تو ہرگز نہ کر
کیا خطاب ہے ؎

ز سودائے جہاں بگذر اگر سودائے ما داری
ہوائے خویشتن بگزار گر با ما ہوا داری!

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں سفر در وطن سے

Marfat.com

مراد نفس میں سیر کرنا ہے (سیر انفسی) جو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے۔

چہارم — خلوت در انجمن

اس کا یہ مطلب ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول رہے۔ اپنے جمیع حالات میں پڑنے سے، کلام کرنے میں، کھانے اور پینے اور چلنے میں۔ سالک پر واجب ہے کہ خدا کی طرف متوجہ رہنے کا ملکہ (قوت راسخہ) پیدا کرے اشتغال مذکورہ کی مشغولی کے وقت حضرت خواجہ نقشبند رح نے فرمایا کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۝ (مرد وہ لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی) اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح سرہندی فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن۔ سفر در وطن پر متفرع[1] اور مرتب ہے جب سفر در وطن مرتب ہو جائے تو خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا پس انجمن کا تفرقہ سالک کے باطن میں تفرقہ نہیں ڈالتا اور معاملات و اشغال دنیوی اس کو ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتے خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق (نقشبندیہ) میں ابتداء ہی میں میسر ہو جاتی ہے۔

پنجم — یاد کرد

اس سے مراد ذکر اللہ کرنا ہے۔ نفی و اثبات کا یا اثبات مجرد (اسم ذات) کا ہمیشہ تکرار کرنا ہے جو مرشد سے سیکھا ہے یہاں تک کہ حق جل شانہ کی منظوری حاصل ہو جائے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقصود ذکر یہ ہے کہ دل ہمیشہ حق سبحانہ کے ساتھ حاضر رہے۔ بوصف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر یعنی یاد دفع غفلت کا نام ہے۔

---

[1] لازم و ملزوم

ذکر کن تا ترا جان است　　　پاکیٔ دل ز ذکرِ رحمٰن است

جب تک زندہ ہے اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ دل ماسوا اللہ اور غفلت وغیرہ سے ذکر کی بدولت ہی پاک ہوتا ہے۔

ششم ــــ بازگشت

یعنی رجوع کرنا اور پھرنا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ قدرے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے اور یوں دعا کرے اللہ عزوجل سے بحضور دل کہ اے میرے رب تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا ہی مطلوب۔ اپنی نعمت کو مجھ پر پورا کر اور پورا وصال اپنا مجھ کو نصیب فرما۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (محدث دہلوی) قول الجمیل میں لکھتے ہیں کہ والد مرشد قدس سرہٗ سے میں نے سنا ہے کہ ذکر میں یہ شرط عظیم ہے کہ سالک اس سے (اللہ) غافل نہ ہو اس لئے کہ جو ہم نے پایا اسی کی برکت سے پایا۔

ہفتم ــــ نگہداشت

اس سے مراد خطرات اور احادیث نفس کا دور کرنا ہے سالک کو چاہیئے کہ ہشیار اور بیدار رہے۔ کسی خیال اور خطرے کو دل میں نہ آنے دے۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیئے کہ خطرے کو اس کے ابتدائے ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ نفس میں اثر کرے گا پھر اس کا دور کرنا مشکل ہو گا۔ گویا نگہداشت طریقہ ہے خطرات اور وساوس سے تختہ ذہن کو خالی کرنے کا ملکہ حاصل کرنے کا اس میں مبتدی کو کوشش کرنی چاہیئے۔

ہشتم ــ یادداشت

یادداشت ذاتِ مقدس کی طرف دھیان کا نام ہے جو بلا ذریعہ الفاظ و تخیلات کے ہو یہ دولت منتہیان ولایت کو ہی البتہ حاصل ہوتی ہے یہ مقام فنائے

Marfat.com

تام اور بقائے کامل کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یاد داشت سے مراد حضور بے غیبت ہے یعنی حضرت ذات تعالیٰ کا حضور دوام بغیر اس بات کے کہ پردے دشیونی اور اعتباراتی درمیان میں حائل ہوں اس حضور بے غیبت کا حاصل یہ ہے کہ تجلی ذاتی برقی جو شیون و اعتبارات (پردوں اور حجابوں) کے بغیر حضرت ذات کے ظہور سے مراد ہے جو اس راہ کی نہایت میں میسر ہوتی ہے اور فنائے کامل اس مقام میں ثابت کرتے ہیں وہ دائمی ہو جاوے اور حجاب رجوع نہ کریں۔

ان کے علاوہ تین اصطلاحیں خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں

۱۔ وقوف زمانی

یہ کہ سالک اپنی ذات میں تھوڑی مدت کے بعد متلاشی رہے ہر ساعت کے بعد تامل کرے کہ اس ساعت میں غفلت آئی ہے یا نہیں اگر غفلت کو محسوس کرے تو استغفار کرے اور ارادہ کرے کہ آئندہ غفلت نہ کرے اسی طرح ہمیشہ تفحص در پڑتال کرتا رہے یہاں تک کہ دوام حضور کو پہنچ جائے اس کو محاسبہ اوقات کہتے ہیں اور یہ متوسط کے حال کے مناسب ہے۔

۲۔ وقوف عددی

عدد طاق کی محافظت کرنے کا نام ہے یعنی ذکر کو تیلائے ہوئے طریقہ کے مطابق طاق ذکر کرنا نہ جفت حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ وقوف عددی اور وقوف زمانی کو حضرت خواجہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ذکر میں لازم نہیں ٹھہراتے مگر وقوف قلبی کو لازم جانتے ہیں

۳۔ وقوف قلبی

اس سے مراد توجہ کرنا اس قلب کی طرف جو بائیں طرف چھاتی کے نیچے موضوع ہے۔ توجہ قلبی اس طرح پر ہو کہ اثنائے ذکر میں اس پر واقف رہے کہ دل کو ذکر حق سے مشغول کرے اور اس (دل) کو ذکر اور اس کے مفہوم سے مہمل اور بے کار نہ رہنے دے وقوف قلبی حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ کے نزدیک اثنائے ذکر میں لازم ہے مقصود ذکر سے دفع غفلت ہے اور یہ بدول وقوف قلبی کے حاصل نہیں ہوتا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

علیٰ بیض قلبک کن کانک طائر
فمن ذالک الاحوال فیک تولد

مانند مرغ باش ہاں بر بیضۂ دل پاسبان
کز بیضہ دل زائدت مستی و ذوق قہقہہ!

ترجمہ

یعنی اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح ہو جا اس واسطے کہ اس سے تجھ میں حالات عجیبہ پیدا ہوں گے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توجہ بقلب صنوبری کہ اس طائفہ (نقشبندیہ) کے عرف میں اس کو وقوف قلبی کہتے ہیں تمام اوقات میں ضروری ہے

رو بر دل نشین کاں دلبر چیر گاہے
وقت سحر آید یا نیم شبے باشد

ترجمہ

جا دل پر توجہ نامہ (پوری توجہ) کے ساتھ نگرانی کر شاید کہ وہ خوش حال دلبر وقت سحر آئے یا اس وقت آدھی رات ہو۔
خوش نصیب ہیں وہ جن کو یہ دولت عظمیٰ حاصل و میسر ہے اللہم ارزقنا ہ۔ آمین۔

ذکر خفی

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ اپنے رسالہ "دربیان ذکر خفی" میں تمہیداً لکھتے ہیں۔

Marfat.com

سر رشتہ دولت اے برادر بکف دار
ایں عمر گراں مایہ بخسارت مگزار
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

ترجمہ

اے بھائی اقبال مندی اور سعادت کی دولت کو حاصل کر اور اس قیمتی عمر کو اس طرح بسر نہ کر کہ اس سے تجھے نقصان ہو۔ تمام آدمیوں سے ملتے ہوئے ہمیشہ اور ہر حالت میں دل کی آنکھ کو مصنوعی طور پر دوست کی طرف لگائے رکھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالےٰ تجھے فنا و بقا کے مقام تک پہنچائے تجھے تجھ سے فنا کرے اور تجھے اپنے ساتھ بقا بخشے۔ جان تو کہ خواجہ بزرگوار خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کا ماحصل عقیدۂ صحیح کے حاصل کرنے اور اس کا سلف صالحین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے عقائد کے ساتھ مطابق و موافق کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے اور سنن ماثورہ کی تابعداری کرنے اور محظورات و پراگندہ خیالات، دکرو ہات سے پرہیز کرنے کے بعد دوام حضور مع الحق ہے کہ اوقات بغیر سستی اور توجہ کی پراگندگی کے گزریں اور یہ حضور جب سالک کے نفس کا ملکہ اور ملک ہو جاتا ہے تو اس کو مشاہدہ کہتے ہیں اور یہ دولت عظمیٰ (حضور حق سبحانہٗ) تین طریقہ سے ہو سکتی ہے۔

اوّل طریقہ حضور قلب کے ساتھ نفی و اثبات کا تکرار پیر و مرشد کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کرنا۔

Marfat.com

دوم طریقہ: توجہ و مراقبہ کہ اسمِ ذات یعنی اثبات مجردہ (اسم مبارک اللہ) کا ذکر پیر و مرشد کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کرنا۔

سوم طریقہ: رابطۂ پیر ایسے پیر سے رابطہ محبت ہو جو کہ مقامِ مشاہدہ پر پہنچا ہو اور تجلیات ذات سے متصف ہو گیا ہو اس کا دیدار بمقتضائے حدیث

ھم الذین اذا رؤا ذکر اللہ (اولیاء وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے) ذکر کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی محبت بموجب حدیث ھم جلساء اللہ (وہ اللہ کے جلیس ہیں) کے حق جل و علا کی صحبت کا نتیجہ بخشتی ہے۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں متذکرہ طریقوں پر کافی روشنی ڈالی ہے اور مفصل ہدایات ارشاد فرمائی ہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق خاص کر اپنے اپنے مشائخ کے بتائے ہوئے طریقوں کے ساتھ ہے اس لئے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے ہر مرید اور سالک کو چاہیئے کہ اپنے پیر و مرشد کی ہدایت کے مطابق عمل کرے اور اس شعر کے مطابق جب تک گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے آرام سے نہ بیٹھے اور قرار نہ پکڑے۔

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

شرائط ذکر کے بیان میں حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ذکر اس نے شیخ کامل سے حاصل کیا ہو اور شیخ کامل نے تخم ذکر حقیقی کا اس کے باطن میں بویا ہو اور اس بارے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حصول نسبت (بیعت) سے پہلے ذکر اعمال ابرار میں سے ہے اور حصول نسبت کے بعد اعمال مقربین سے اور دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ ذکر بلاشبہ اسباب وصول سے ہے لیکن غالباً رابطہ محبت شیخ و فنا در شیخ سے مشروط ہے یعنی جو ذکر پیر کامل سے حاصل کیا ہو وہی خدا تک پہنچا سکتا ہے بشرطیکہ محبت شیخ و فنا در شیخ حاصل ہو حضرت مجدد الف ثانی رح اس مکتوب میں آگے جا کر فرماتے ہیں کہ شیخ مقتدا و پیر کامل کی صحبت رعایت آداب کے ساتھ کافی ہے یعنی رابطہ تنہا رعایت آداب صحبت

Marfat.com

اور شیخ کی توجہ والتفات کے ساتھ بغیر ذکر کے بھی موصل ہے یہاں سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔

اوّل

راہ سلوک (وصول الی الحق) میں حصول کمالات کے لیے پیر کامل کا ہونا شرط ہے جس کے بغیر راہ سلوک طے نہیں ہو سکتا۔ اور سالک (طالب) منزل مقصود پر پہنچ نہیں سکتا۔ نعم ما قیل الرفیق ثم الطریق (راستہ چلنا ہو تو پہلے رفیق (راہبر) کا ہونا ضروری ہے جو راہ سے کلی باخبر ہو۔

مثنوی

ہر کہ در راہ بے قلاوزے رود

ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

جو شخص بغیر بدرقہ اور رہنما کے راستہ چلتا ہے اس کا دو دن کا سفر سو سال کا بن جاتا ہے

دوم

مرید ارادت میں صادق اور پیر کا عاشق ہو۔

مرید ار عاشق پیرے نباشد

مراد را ہیچ تدبیرے نباشد

مرید اگر پیر سے عاشقانہ والہانہ محبت نہ رکھتا ہو تو اس کو کوئی تدبیر مفید نہیں پڑتی۔

بیشتر اس کے کہ ضرورت شیخ (بیعت پیر و مرشد) پر کچھ لکھا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان پاک اور مقدس ہستیوں سے تعارف کرایا جائے جن کے قدم میمنت لزوم سے لگ کر ہم بارگاہ رب العزت تک پہنچ سکتے ہیں۔

مورے مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

پنجہ در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(ایک مسکین چیونٹی یہ خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ شریف میں پہنچے حرم شریف کے رہنے والے کبوتر کے پاؤں پکڑے اور اچانک پہنچ گئی۔

Marfat.com

تعارف اولیاء اللہ

۱۔حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ثم لاہوری اپنی کتاب کشف المحجوب میں ولی کی ولایت اور کرامت پر بحث فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو اپنا دوست بناتا ہے ان کی صفات یہ ہیں۔

۱۔دنیوی مال و دولت سے بے نیاز ہوکر وہ صرف ذات خداوندی سے محبت کرتے ہیں ان کے چہرے نورانی ہوتے ہیں۔جب دوسرے لوگ ڈرتے ہیں تو وہ نہیں ڈرتے جب دوسرے لوگ غمزدہ ہوتے ہیں تو یہ نہیں ہوتے (اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ پ ۱۱ ع ۱۲) اور جب ایسے لوگ دنیا میں نہ رہیں گے تو قیامت آجائے گی۔ان کا وجود اللہ تعالےٰ کی ذات اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی دلیل سے روشن اور واضح ہوتا ہے۔

۲۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب شریف نمبر ۱۲ جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔اہل اللہ کا وجود حقیقت میں کرامات میں سے ایک بڑی کرامت ہے اور لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف ان کی دعوت حق تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور ان کا مردہ دلوں کو زندہ کرنا بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اہل اللہ زمین والوں کے لئے امان اور زمانہ کے لئے غنیمت ہیں۔ان کی شان میں ہے کہ ان کی طفیل سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کی طفیل سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے ہم نشین ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بدبخت نہیں رہتا اور ان کا محب زیاں کار نہیں ہوتا وہ علامت کہ جس سے اس گروہ کا محق و مبطل (سچا و جھوٹا) ممتاز ہو جائے یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو شریعت پر ثابت قدم ہو اور اس کی صحبت میں دل کو حق سبحانہٗ کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور ماسوائے حق سے بے توجہی ہوتی ہے تو وہ شخص حق بجانب ہے۔اور حسب تفاوت درجات اولیاء کے شمار میں ہے یہ علامت امتیاز بھی مناسبت والوں کے لئے ہے

Marfat.com

جو شخص بے مناسبت ہو کسی سے بیعت نہ ہو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک بذریعہ سلسلہ مشائخ نسبت صحیح نہ رکھتا ہو) وہ بالکل محروم ہے۔

۳۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بذیل آیت صراط الذین انعمت علیہم صلحا، شہداء اور انبیاء کی رفاقت کا ذکر تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "لہٰذا دخول در طریقہ اہل اللہ و توسل بآنہا مستحسن و محمود اہل اسلام شدہ و آنکہ، حق تعالیٰ ایشاں را دوست می دارد و برکت در کلام و در انفاس و در افعال و در مکانات ایشاں و در ہم صحبتان ایشاں و در اولاد و نسل ایشاں و در زیارت کنندگان ایشاں پے در پے ظاہر می گردد و نزد خود ایشاں را جاہے و مرتبہ می بخشد کہ دعائے ایشاں مستجاب مشو بلکہ ہرکہ در حاجت با ایشاں توسل نماید حاجتے او روا گردد۔ الخ

ترجمہ: اس لئے اہل اللہ اولیائے کرام و پیران عظام کثرہم اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں داخل ہونا اور ان کو وسیلہ بارگاہِ رب العزت میں بنانا اہل اسلام کے نزدیک نیک اور مستحسن ہو گیا ہے اس سبب سے کہ حق تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور ان کے کلام و انفاس اور افعال و مکانات ان کے ہم نشینوں اولاد و نسل حتیٰ کہ ان کی زیارت کرنے والوں کو بھی لگاتار برکتیں ظاہر فرماتا رہتا ہے اپنے نزدیک ان کو مرتبہ اور احکام بخشتا ہے کہ ان کی دعا قبول کی جاتی ہے بلکہ جو کوئی کسی حاجت میں ان کا وسیلہ پکڑتا ہے ان کی حاجت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ الخ

علم حضوری

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رسالہ "الطاف القدس" میں لکھتے ہیں:

چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائق غامضہ او فتاد از اں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سر گذشت چہ یک نیزہ و چہ یک مشت۔ کمال عارف از تجرد بحت بالا تر میرود نفس کلیۃً بجائے جسد عارف می شود۔ ذات بحت بجائے روح و ہمہ عالم را طبعاً لعلم حضوری در خود بیند۔

Marfat.com

ترجمہ: جب چلتے چلتے بات پوشیدہ حقیقتوں تک جا پہنچی۔ اس حالت سے بھی کوئی رمز اور راز کی بات کہہ ہی دینی چاہیے جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ اور کیا ایک بالشت عارف کا کمال عقل کل سے بالاتر چلا جاتا ہے اس کا نفس (امارہ) بالکل عارف کا جسم (خدا شناس) اور ذات بحت (حق تعالےٰ) اس کی روح کی بجائے ہو جاتی ہے اب وہ تمام دنیا کو از خود اپنے علم حضوری سے اپنے آپ میں دیکھتا ہے۔

تاثیر و تصرف

۵۔ حضرت مولانا زبدۃ الاصفیا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ اپنی کتاب نفحات الانس میں کرامات اولیاء اللہ پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

چوں حق سبحانہ یکے از دوستاں خود را مظہر قدرت کاملہ خود گرداند و در ہیولائے عالم ہر نوع تصرف کہ خواہد تواند کرد۔ فی الحقیقت آں تاثیر حق است کہ در وے ظاہر می شود

ترجمہ: جب حق سبحانہ اپنے دوستوں میں سے کسی ایک کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بناتا ہے تو وہ جہان کی ہر چیز میں ہر قسم کا کہ تصرف چاہے کر سکتا ہے حقیقت میں وہ تاثیر حق تعالےٰ کی ہے جو اس میں ظاہر ہوتی ہے۔

۶۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں مذکورہ بالا بیان جو اوپر نمبر ۵ پر ہے چند اشعار میں روشنی ڈالتے ہیں ذرا چشم حق بیں سے ملاحظہ فرمائیں

در بشر روپوش کرد است آفتاب ۔۔۔ فہم کن واللہ اعلم بالصواب

آنکہ از حق یابد او وحی و جواب ۔۔۔ ہر چہ فرماید بود عین صواب

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست ۔۔۔ دست او جز قبضۃ اللہ نیست

اولیا راہست طاقت از الٰہ ۔۔۔ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

ترجمہ: سورج نے ایک آدمی کے جسم میں اپنے آپ کو چھپا لیا ہے اس بات کو تو سمجھ ورنہ سب سے بہتر اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ خدا تعالےٰ سے وہ وحی یا سوال کے مقابلے میں جواب پاتا ہے اور پھر اسے بیان کرتا ہے وہ بالکل درست ہوتا ہے ایک

Marfat.com

پیر کا ہاتھ اپنے مریدوں سے چھوٹتا نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ہاتھ قبضۂ الٰہی سے باہر نہیں ہوتا اللہ کے دوستوں کو خدا کی مہربانی سے وہ توفیق حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے چھوٹے ہوئے تیر کو بھی راستہ سے پھیر لیتے ہیں حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم بھی فرما گئے ہیں ۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۷۔ حضرت امام محمد غزالیؒ رسالہ منقذ من الضلال میں لکھتے ہیں ۔

ان الصوفیہ ھم السالکون بطریق اللہ خاصۃ و ان سیرتھم احسن السیر وطریقتھم اصوب الطرق و اخلاقھم ازکی الاخلاق لو جمع عقل العقلاء وحکمۃ الحکما و علم الواقفین علیٰ اسرار الشرع من العلما لیغیروا شیئا من سیرھم واخلاقھم یبدل لو اھما ھو خیر منہ لم یجدوا الیہ سبیلاً وان جمع حرکاتھم فی ظاھرھم فی باطنھم مقتبسۃٌ مِن نور مشکوٰۃ النبوۃ ولیس ورا نور النبوۃ علی وجہ الارض الی انا قال انھم یشاھدون الملائکۃ فی یقظتھم و ارواح الانبیاء ویسمعون منھم اصواتاً ویقتبسون منھم فوائد الخ ۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرات صوفیائے کرام ہی ہیں جو خاص کر اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے والے ہیں ۔ بلاشبہ ان کی سیرت بہترین سیرت اور ان کا طریقہ تمام طریقوں سے زیادہ صحیح اور ان کے اخلاق پاکیزہ ترین اخلاق میں سے ہیں حتیٰ کہ بلند پایہ عقلاءؑ، حکماءؑ اور رموز شریعت سے واقف علماءؑ کے تمام علوم جمع کیے جائیں تو یہ سب ان کے سامنے ہیچ ہیں ۔ بلاشک ان کی تمام حرکات ظاہری اور باطنی شمع نبوت و شعاع احمدی سے نکلتی ہیں کیونکہ روئے زمین پر نور نبوت کے سوا کچھ نہیں یہاں تک کہ حضرات صوفیائے کرام بحالت بیداری ارواح انبیاءؑ اور ملائکہ کو دیکھتے ان کی آوازیں سنتے بلکہ ان کی ذات

Marfat.com

سے منافع حاصل کرتے ہیں ۔ الخ

تسخیر کائنات

۸۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

جاں چوں افزوں شد گزشت از انتہا
شد مطیعش خلق جملہ چیز ہا

جب جان (روح) ترقی کر گئی تو انتہا سے بھی گزر گئی حتیٰ کہ تمام کائنات کی جانیں اس کی مطیع ہو گئیں کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے ۔

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

یعنی جب تو نے خالق کائنات (مالک کل) سے تعلق پیدا کر لیا تو تمام چیزیں تیری ہو گئیں اور جب تو اس سے منحرف ہو گیا اس سے منہ موڑ لیا۔ اس سے دور ہو گیا تو تمام چیزیں تم سے پھر گئیں سب نعمتوں نے تم سے منہ موڑ لیا حضرات صوفیائے کرام کے مقام کی بلندی بیان کی گئی ہے کہ جب وہ بموجب حدیث شریف من کان للہ کان اللہ لہٗ جو اللہ کا ہو جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے کے مقامات سلوک میں ترقی کرتے کرتے فنا فی اللہ و بقا باللہ کے مقامات حاصل کر لیتے ہیں تو ہر چیز کائنات کی ان کی مطیع اور فرمانبردار ہو جاتی ہے اس وقت شیخ دریائے ازل کا چشمہ ہو جاتا ہے جو لوگوں کی اصلاح کرتا اور حرص و ہوا اور حسد کی آگ کو دلوں سے دور کرتا ہے اور اس وقت شیخ انوار خدا کا عکس ہوتا ہے جو جہاں سے عصیاں اور دلوں سے غفلت دنیا کی تاریکی دور کرتا ہے اور انوار الٰہی سے انہیں منور کر دیتا ہے اس وقت شیخ گرمی میں آب کوثر کی مانند ہوتا ہے آب کوثر تشنگان کا حشر کی سیرابی کا بہترین سامان مانا گیا ہے ۔ سبحان اللہ۔ اگر اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جائے اور صحیح اعتقاد کے ساتھ ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو پھر کیسے اصلاح نہ ہو گی اور وصول الی اللہ میں کیوں کامیابی نہ ہو گی ۔

Marfat.com

معیت اولیا اللہ کا فائدہ

۹۔ حدیث شریف ؛ ھُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہ ۔ یعنی اولیا اللہ وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ جب یہ مقدس لوگ واصل بمقام مشاہدہ اور نورانی بہ تجلیات ذاتیہ ہو جاتے ہیں تو ان کو دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ بموجب حدیث شریف مذکورہ بالا ان کی صحبت اور معیت میں رہنا اور بیٹھنا خدا کے ساتھ بیٹھنے کا فائدہ دیتا ہے بموجب حدیث شریف ھم جلسأ اللّٰہ وہ اللہ کے جلیس ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　او نشیند در حضور اولیاءٴ

ترجمہ :۔ جو کہ چاہے ہم نشینی خدا　　چاہیئے ہو ہم نشین اولیاءٴ

جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہے اسے کہو کہ اولیاء (خدا کے دوستوں) کے حضور میں بیٹھے

مثنوی :۔ مسجدے کو اندر دل اولیاست　　سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست

دوہ مسجد جو اولیا کے اندر دلوں میں ہے وہ تمام مخلوق کی سجدہ گاہ ہے کیونکہ وہاں خدا کا نور جلوہ فگن ہے) مولانا روم اوپر کے اشعار میں فرماتے ہیں کہ بیوقوف لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں کہ یہ خانہ خدا ہے اور اہل دل (اہل اللہ) کو ستانے پر کمر بستہ ہیں حالانکہ اس ظاہری مسجد کو تو بعض خاص وجوہ سے خانہ خدا مان لیا گیا ہے اور بزرگوں کے دل سچ مچ کے خانہ خدا ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اصل مسجد تو ان بزرگوں کے دل ہی ہیں

شان قلب عبد مومن

۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میں کسی جگہ نیچے اوپر زمین آسمان میں نہیں سما سکتا عجب ہے کہ مومن کامل کے دل میں سما جاتا ہوں پس اے انسان اگر تو مجھ کو چاہتا ہے تو ایسے ہی دلوں میں تلاش اور طلب کر۔ اس حدیث قدسی کے مطابق مولانا روم

Marfat.com

"آنجا خدا است" کے الفاظ کیسے صادق آتے ہیں۔ سچ فرمایا اس مخبرِ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھم جُلساء اللہ (وہ اللہ کے جلیس ہیں۔ (مثنوی)

گر نبودے سرِ حق اندر وجود   آب وگل راکے ملک کردے سجود

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی   نیک بیں باشی اگر اہل دلی

۱۰۔ قرآن کریم میں فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا ذکر آیا ہے مولانا روم ادھر اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ اگر سرِ حق حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں نہ آتا تو فرشتے کیونکر آپ کو سجدہ کرتے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود مبارک کیچڑ اور گارا سے تیار ہوا تھا اور فرشتوں کی پیدائش نوری (نور سے) تھی آگے فرماتے ہیں یقیناً ولی کے اندر نورِ حق ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تو اہل دل سے ہے تو اچھی نظر سے اس کو دیکھ۔

نشانِ اولیاء اللہ

۱۰ (الف) قرآن کریم پ ۱۱ ع ۱۲ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ناک اثر پڑنے والا ہے اور نہ وہ کسی مطلوب شئے کے فوت ہونے پر مغموم ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انہیں خوفناک اور غمناک حوادث سے بچاتا ہے وہ اللہ کے دوست ہیں جو ایمان لائے اور معاصی سے پرہیز کرتے ہیں یعنی ایمان اور تقویٰ سے اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور خوف وحزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی من جانب اللہ خوف اور حزن سے بچنے کی خوشخبری ہے اور اللہ کی باتوں (وعدوں) میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ پس جب بشارت میں ان سے وعدہ کیا گیا اور وعدہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے اس لئے عدم خوف اور عدم حزن لازم ہے اور یہ بشارت جو مذکور ہوئی بڑی کامیابی ہے۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید   ترسد از وے جن و انساں ہر کہ دید

Marfat.com

جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے جن اور انسان میں سے جو کوئی اس کو دیکھتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

۱۱ **تجرید بخاری حدیث قدسی**: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے دوست سے دشمنی کی کمر باندھی اس کو میں اعلان جنگ دیتا ہوں اور بندہ جتنا میرے فرائض ادا کرنے سے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے اتنا کسی چیز سے نہیں کر سکتا میرا بندہ میرا قرب بذریعہ نوافل حاصل کرتا ہے اور ان کو پڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور قسم اگر وہ کچھ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اس کو دوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اس کو پناہ دوں اور مجھے اپنے افعال سے کسی فعل پر تردد نہیں ہوتا۔

اس مضمون کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ان حقائق غامضہ سے ملا کر دیکھیں جن کا ذکر اوپر نمبر ۴ میں الطاف القدس سے کیا گیا ہے۔

۱۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب قول الجمیل میں بیعت لینے والے یعنی پیر و مرشد میں چند شرائط کا ہونا لکھتے ہیں جن کا مختصراً ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے تاکہ ظاہر پرستوں کو بھی ان پاک ہستیوں کی پہچان میں کوئی مشکل نہ رہے۔

شرط اول: لکھتے ہیں کہ علم قرآن وحدیث کا عالم ہو پھر اس علم کی مقدار اور وسعت پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عالم ہونا مرشد کا ہم نے فقط اس لئے شرط کیا ہے کہ بیعت سے غرض مرید کو مشروعات کا امر کرنا اور اس کو خلاف شرع سے روکنا ہے اور باطنی تسکین کی طرف اس کی رہنمائی کرنی اور بدخوئیوں کا دور کرنا، صفات حمیدہ کا حاصل کرنا اور مرید کا جملہ امور پر عمل کرنا اور کار بند ہونا چنانچہ جو شخص کہ عالم اور ان امور سے واقف نہ ہوگا اس سے یہ کس طرح متصور ہوگا اس بحث کے خاتمہ پر کہتے ہیں کچھ نہیں تو

کم از کم ایسا مرد ہو جس نے متقی علماء کی بہت مدت تک صحبت کی ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو اور حرام کو پہچانا ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کثیر الوقوف ہو یعنی قرآن اور حدیث سن کر ڈر جاتا ہو اور اپنے افعال واقوال و حالات کو کتاب و سنت کے مطابق کر لیتا ہو تو امید ہے کہ اس قدر معلومات بھی عدم علم کی صورت میں اس کو کفایت کریں واللہ اعلم۔

دوسری شرط: عدالت اور تقویٰ ہے تو واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ پر اڑ نہ جاتا ہو۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ دنیا کا تارک ہو اور آخرت کا راغب۔ طاعات مؤکدہ اور اذکار ماثورہ کا محافظ ہو۔ مدام تعلق دل کا اللہ پاک سے رکھتا ہو اور یادداشت کی مشق کا عمل اس کو حاصل ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ بیعت لینے والا کامل مرشدوں کی صحبت میں رہا ہو اور زمانہ دراز تک ان سے ادب سیکھا ہو اور ان سے باطن کا نور حاصل کیا ہو اور صحبت کاملیں اس واسطے مشروط ہوئی کہ عادت الٰہی یونہی جاری ہے کہ مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والے کو نہ دیکھے جیسے انسان کو علم حاصل نہیں ہوتا مگر علماء کی صحبت سے اور دنیا کے دوسرے پیشے ہیں جیسے آہنگری بغیر صحبت آہنگر یا بخاری بدوں صحبت سنجار (ترکھان) نہیں آتی۔

۱۳۔ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامتینی اس بارے میں کیا خوب فرماتے ہیں۔ رباعی

با ہر کہ نشینی و نشد دل جمعی!
وز تو نہ رہید صحبت آب وگلت
زنہار ز صحبتش گریزاں میباش
ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت[1]

---

[1] معاف کرنا۔

Marfat.com

جس کسی کے ساتھ تو بیٹھا اور تجھے دل جمعی نہ ہوئی اور تو اپنے پانی و مٹی یعنی جسم کی صحبت سے دور نہ ہوا تو خبردار! ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگتا رہ اگر تو اس کی صحبت سے پرہیز نہیں کرے گا تو یاد رکھ کہ روح عزیزاں یعنی میں تجھ کو معاف نہ کروں گا۔

۴ ا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جا بجا مثنوی شریف میں اولیا اللہ کی تعریف اور ان کے اوصاف حمیدہ اور آثار متبرہ بیان فرماتے ہیں تاکہ عوام الناس بے خبری میں ان سے دور نہ رہیں بلکہ ان کو پہچان کر حسن عقیدت سے اپنی اصلاح روحانی کے لئے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیں اور ان کی صحبت و معیت میں رہ کر مغفرت الٰہی حاصل کر لیں جس غرض و غایت کے لئے وہ پیدا کئے ہیں چنانچہ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے کلام مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿پ ۲۷ ع﴾

مفسرین نے لیعبدون کے معنی لیعرفون کے کئے ہیں۔

ترجمہ: میں نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچان لیں (میری معرفت حاصل کریں تاکہ ہمیشہ میری عبادت کرتے رہیں۔ اور میرے ہی غلام بن کر رہیں) حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (مثنوی)

اسرافیل وقت اند اولیا	مردہ را زیشاں حیات است و نما
جانہائے مردہ اندر گور تن	بر جہد ز آواز شاں اندر کفن
گوید ایں آواز ز آوازہا جداست	زندہ کردن کار آواز خداست

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اولیا اللہ اسرافیل زمانہ ہیں کیونکہ مردہ دلوں کو ان سے زندگی اور نشو و نما حاصل ہوتی ہے۔ بدنوں کی قبر میں مردہ اور بے حس پڑی ہوئی روحیں ان اولیا اللہ کی آواز یعنی فیض تعلیم کے اثر سے۔ یعنی غفلت کے پردے کے اندر حرکت کرنے لگتی ہیں جس طرح اسرافیل کے نفخ صور سے مردے قیامت کو اٹھ کھڑے ہوں گے اسی طرح ان بزرگوں کے فیض تعلیم سے بے حس اور خفتہ روح جاگ اٹھتی ہے زندہ پکار اٹھتی ہے کہ یہ آواز تو سب آوازوں سے نرالی ہے کیونکہ زندگی بخش دینا تو خدا کی آواز ہی کا کام ہے اس آخری شعر میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء اللہ کی آواز کو تمام آوازوں سے

Marfat.com

نرالا قرار دے کر اس کو خدا کی آواز بتایا ہے جب تجربۃً و مشاہدۃً معلوم ہو گیا کہ اولیا اللہ کی تعلیم و تلقین سے مردہ ارواح زندہ ہو جاتی ہیں جس کی سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مثالیں موجود ہیں حالانکہ زندگی بخش دینا خدا کی آواز ہی کا خاصہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ اولیا اللہ کی آواز خدا ہی کی آواز ہے اور ان کی تعلیم و تلقین پند و نصائح اور ملفوظات اللہ کے حکم سے اپنا کام کرتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(اس کا کہا خدا کا کہا ہی ہوتا ہے اگرچہ وہ خدا کے مقبول بندے کے حلق سے نکلتا ہے)

حدیث شریف میں آیا ہے فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا ہ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے کو دوست بنا لیتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ (دوسروں سے نرالا) سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ (دوسروں سے نرالا) دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے (یعنی دوسروں سے نرالا پکڑتا) اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ (دوسروں سے نرالا) چلتا ہے۔

پیر کامل

پیرِ کامل ڈھونڈ گر چاہے کمال　　جو کہ ہے بے پیر کب رکھتا ہے حال

صاحب مفتاح العلوم نے اس مقام پر مولانا اسمٰعیل میرٹھی مرحوم کے چند اشعار جو انہوں نے اپنے شیخ (پیر و مرشد) کی مدح میں کہے ہیں وہ یہ ہیں جو قارئین کرام کی تفنن طبع کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

اے تیری آواز، آوازِ خدا　　اور خاموشی تیری رازِ خدا

تھے لب شیریں لب دریائے ذات　　اس لئے ہر بات تھی آبِ حیات

مردہ روحوں کیلئے تھے زندگی　　زندگی وہ جس کو ہو پائندگی

Marfat.com

تیرے دم سے حشر رُوحانی ہوا صاف و صیقل گوہر کانی ہوا
صور پھونکا تو نے اسکی جان میں جو ہوا سو ہو گیا اک آن میں

سبحان اللہ کیا اشعار کہے ہیں۔ امام الوقت، غوث زماں، مجدد دوراں، قیوم جہاں، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، امیر ملت حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری مدظلہ العالی کے تصرفات روحانی کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے یوں تو پاکستان کیا سارے ہندوستان کے اہلسنت والجماعت مسلمان آپ کی ذات والا صفات و بابرکات پر فخر کرتے ہیں لیکن خاص وہ لوگ جنہوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ و بیعت کی ہے اور جن کے مردہ دل زندہ ہو گئے ہیں بفضل تعالےٰ دس لاکھ سے زیادہ ہیں۔ کوئی صوبہ ضلع شہر اور گاؤں نہیں جہاں حضور کے خادم نہ پائے جاتے ہوں ولی ہو کر نبیوں کا سا کام کر دکھانا آپ کا ہی حصہ ہے اس پر آشوب اور مادیت پرستی کے وقت میں جب کہ ہر طرف شرک و بدعت اور رسوم و فیشن کفار کا دور دورہ ہے آپ نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں جا کر تبلیغ اسلام کا حق ادا کیا دفالحمد للہ علیٰ ذالک ہو کچھ آپ سے دیکھا اور جیسا آپ کو پایا ہے سخت ناشکری ہوگی کہ اولیا اللہ کا تعارف کراتے ہوئے اس کو بیان نہ کر دیا جائے۔ راقم الحروف نے دو چار بند پنجابی میں لکھے ہیں جو حضور کے تعارف کے لئے تحریر کئے جاتے ہیں

اک پیر علی پور سیداں دے سید خاص رسول دی آل دِچوں
دُھماں وِچ جہان دے پائیاں سُو لاٹاں نور بارے والی اِل وِچوں
اکثر بھیت حقیقت تے معرفت دے رہندے نکل دے نیں قیل قال وِچوں
طالب قطبیاں دے پِھر اے غوث اعظم پرکھ نوں آکے قال حال وِچوں

شاہ جماعت ولیاں دی داابن آیا، اتنے مدت دا نبیاں امیر دیکھو
پہنچے وقت مصیبتاں سُنے کو کال اپنے وقت دا اے دستگیر دیکھو

بادشاہ بھی آن غلام ہوئے، بانی شان واہ دا عالمگیر دیکھو
طالبؔ نبیاں دا کم سنبھالیا سو شکلوں نبی دی عین تصویر دیکھو

لکھاں دیکھ کرامتاں ہوئے قائل لکھاں خواباں نہیں آشنا دیکھو
دل موہ لیے لکھاں دے اک نظروں ایس شان دا اے دلربا دیکھو
تائب آن ہوئے گنہگار لکھاں راہ گم راہاں دتا دکھا دیکھو
طالبؔ ظاہری باطنی علم والے شان دیکھ کے ہوئے فدا دیکھو

چڑھیا شمس ہدایت عرفان والا ہویا چاننا سارے جہان اندر
ظلمت شرک تے بدعت دی دور ہوئی واہ واچمکیا نور اسمان اندر
جلسے وعظ دے نے حلقے ذکر والے ہوندے ویکھ لے ہر مکان اندر
طالبؔ نبی دی شان وکھا دتی اپنے عمل یقیں ایس زمان اندر

درست فرمایا حضرت مولانا نے

چوں قبول حق بود آں مرد راست دست او در کارہا دست خدا ست

جب اس مرد صادق یعنی ولی کامل کو حق تعالےٰ نے قبول فرما لیا ہے تو تمام کاموں میں اس کا ہاتھ خدا کا ہی ہاتھ ہوتا ہے یعنی مرشد کامل جو کائنات میں تصرف کرتا ہے وہ خدا کا ہی تصرف ہوتا ہے کیونکہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا ست
فانی است و گفت او گفت خدا ست

اس پیر کامل کی دعا عوام الناس کی دعا کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اس کا کہا خدا کا کہا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ فنا فی اللہ ہو کر باقی باللہ ہو گیا ہے جو کچھ وہ کہتا، سنتا، دیکھتا اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث قدسی میں گزرا۔

Marfat.com

قرآن کریم سورہ نساء رکوع ۹ میں ہے۔ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کر دیا اس کو راہ راست پر لے آؤ اور جس کو خدا گمراہ کرے ممکن نہیں کہ تم میں سے کوئی اس کے لئے راستہ نکال سکے (راہ راست پر لاسکے۔) اس آیت شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کے اثر صحبت و تعلیم و تلقین سے جو لوگ راہِ ہدایت پر آجاتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کے حکم اور اس کی مرضی سے ہی ہدایت پاتے ہیں اور ان کی صحبت و تعلیم اللہ تعالیٰ ہی کی صحبت و تعلیم ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام کی صحبت و تعلیم سے کوئی بھی ہدایت نہ پاتا۔ اللہ تعالےٰ مسبب الاسباب ہے جو کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب و وسائل مہیا فرما دیتا ہے رشد و ہدایت کے محکمہ میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط (اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے طریق کار وہی ہے جو اس نے ابتدائے آفرینش سے اختیار کر رکھا ہے یعنی اپنے بندوں میں سے ہی ایک کو یا چند کو منتخب و برگزیدہ فرما کر اپنے دوسرے بندوں کی طرح رسول نبی ولی مرشد اور ہادی بنا کر بھیج دیتا ہے اور خود اسم ہادی کی تجلی ان پر فرماتا اور صفت ہادی کو ان کے دلوں پر القا کرتا ہے اور اعلان عام سنا دیتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۝ یعنی جو اس رسول اور ہادی کی اطاعت کرے گا وہی ہمارا بھی مطیع سمجھا جائے گا جو اس سے گیا وہ ہم سے گیا وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ ان سچے اور پاک لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔ ان کی صحبت و معیت کی وجہ سے تم کو ایمان اور تقویٰ پر استقامت نصیب ہوگی۔ نفس کی شرارتوں اور شیطان کی عداوتوں سے کچھ ضرر نہیں پہنچے گا۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں شیطان کی کمر توڑنے کو فرماتا ہے۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۝ یعنی میرے مقبول و محبوب بندوں پر تو غلبہ نہیں پا سکتا جب صادقین اس کے شر اور ضرر سے بچیں گے تو ان کے ساتھ صحبت و محبت رکھنے والے بھی ان کے زیر سایہ محفوظ رہیں گے مولانا رومؒ ایک جگہ ان کی عقل اور فراست کی تعریف فرماتے ہیں۔

Marfat.com

عقل عقلمند اولیا و عقلہا — بر مثال اشتراں تا انتہا

"اولیا اللہ عقل العقول ہیں کہ عقول کی رہبری کرتے ہیں اور بقیہ عقول اول سے آخر تک اونٹوں کی مانند ہیں کہ ان کی تابع ہیں"۔ اس لئے کہ ان کی عقل کا چراغ اسی عقل کل کی شمع سے روشن ہے اور ان کی فراست کا نور اسی نور السموات والارض سے منور ہا۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے اتقوا من فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ "مومن (کامل) کی فراست سے ڈرو۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے نور سے دیکھتا ہے" اس کا نور اس کے اندر جگمگا رہا ہے اور وہ اسی نور کی روشنی میں چلتا پھرتا اور دیکھتا ہے۔

مخاصمت اولیاء اللہ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ پیر کامل کا ایک اور نشان اور پہچان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں

گر نہ پیدا نید پیش نیک و بد — چیست با ایشاں خساں را ایں حسد

اگر وہ (اولیاء اللہ) ہر کس و ناکس کے سامنے عالی پایہ بزرگ اور باکمال انسان کی صورت میں ظاہر نہیں ہیں تو پھر کمینے لوگوں کو کس کے ساتھ حسد ہے؟ اگر کسی کے پاس کمال ہوتا ہے تو جب ہی اس پر حسد کیا جاتا ہے۔ تہی دست اور بے مایہ آدمی کے ساتھ کسی کو حسد کرنے کی کیا ضرورت؟ غرض کمینہ لوگوں کا ان بزرگوں کے ساتھ حاسدانہ بغض و عناد رکھنا ان کے کمال کی دلیل ہے۔

اہل کمال کے ساتھ بُرے لوگوں کا حسد رکھنا قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے سب سے پہلے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام پر شیطان نے حسد کیا اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہابیل کو جو صالح اور متقی تھے خود ان کے بھائی قابیل نے ازراہ حسد قتل کیا حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ ایک عورت کو دشمنی تھی جس کی سازش سے دشمنوں نے آپ کی اونٹنی (ناقۃ اللہ) کو ہلاک کر ڈالا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں کا حسد کرنا عام مشہور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی قوم کا مالدار قارون نامی بغض و کینہ

Marfat.com

رکھتا تھا یہاں تک کہ آپ پر اس کی سازش سے زنا کی تہمت لگائی گئی حضرت ذکریا علیٰ نبینا وعلیہ السلام دشمنوں کے ہاتھوں آرے کے ساتھ چیر ڈالے گئے حضرت یحییٰ علیہ السلام بادشاہِ وقت کی بیگم کا شکار ہوئے اور قتل ہوئے حضرت سید الانبیاء والمرسلین حبیبِ رب العالمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کا چچا ابولہب سخت بغض رکھتا تھا۔ ابوجہل اور عتبہ وغیرہ نے آپ کو بے حد ستایا اور دکھ پہنچایا حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے وقت میں دشمنان حاسد کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت امام اعظمؒ کو ان کے حاسد نے اعلانیہ فحش گالیاں دیں۔ اسی طرح آج بھی اولیا وصلحا وغیرہ خاصانِ خدا کے حاسد ہوتے ہیں اور ہونے بھی چاہئیں۔ اینٹ، پتھر، گھاس پھونس، اور خاک سے کوئی حسد وبغض نہیں کرتا مگر آفتاب جہاں تاب کی نورانی شعاعیں چمگادڑ، چھچھوندر اور الّو سب کے لئے وبالِ جان ہیں اہلِ کمال بھی آفتاب ہیں پس بغض اور حسد بھی ان سے ہونا چاہیئے نہ کہ اینٹ پتھر سے۔ بے سبب بے حقیقت لوگ۔ عداوت کرنے والے اگر عداوت نہ کرتے تو کسی کو کیا معلوم ہوتا کہ وہ آفتاب ہیں اور یہ الو، چمگادڑ اور چھچھوندر ہیں (ملخص از مفتاح العلوم)

خدا کے مقرب بندے کی شان دیکھنے کے لئے دیدۂ دل درکار ہے شپرہ چشم کی قسمت کہاں ہے کہ آفتاب عالمتاب کی زیارت سے مشرف ہو سکے۔ ؎

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

سچ ہے

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

مقبول ایزد غفار حضرت مولانا خواجہ فرید الدین عطارؒ اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار جب سلطان محمود غزنویؒ حضرت سلطان المشائخ قطب وقت المجذوب ربانی شیخ پیر ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کو گئے تو سلطان محمود نے کہا مجھ سے حضرت بایزید بسطامیؒ کی کوئی بات اور حکایت بیان کیجیے۔ فرمایا۔ بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا وہ شقاوت سے بے خوف ہو گیا۔ محمود نے کہا کہ وہ پیغمبرِ دو عالم سے بھی بہتر ہیں؟ کہ آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوجہل، ابولہب اور بہت سے منکروں نے دیکھا مگر وہ اہل شقاوت ہی رہے فرمایا ادب کرو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے آپ کے چار یار اور صحابہ کے کسی نے نہ دیکھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ پ ۹ ع ۱۴

اے پیارے محبوب آپؐ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپؐ کی طرف دیکھتے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھتے،، محمود دکھو یہ پسند آئی۔

دشمنان ومنکرین انبیا علیہم السلام و اولیائے عظام ظاہری آنکھوں سے دیکھتے تو ہیں لیکن چونکہ حسد بغض اور عناد نے ان کی باطنی (دل کی) آنکھیں بند کر رکھی ہیں اس لئے وہ ان کے علو شان کو جان پہچان نہیں سکتے یعنی ان کے کمال کو دیکھ کر بھی بغض حسد و عناد کے سبب سے ان کو نہیں مانتے اور مخالفت کرتے رہتے ہیں چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

در نمی دانند شاں علم الیقین

چیست ایں بغض و حیلہ سازی و کین؟

اور اگر وہ ان کے کمال کو یقینی علم سے نہیں جانتے تو ان کے ساتھ یہ بغض حیلہ سازی اور یہ کینہ کیوں ہے چونکہ ان کمینہ لوگوں کا ان پاک بزرگ ہستیوں کے ساتھ بغض اور عناد رکھنا ظاہر ہے اس لئے ان پاک لوگوں کا اہل کمال ہونا بھی ثابت ہے جس کو مخالفین بھی جانتے ہیں مگر افسوس کہ ان کو اس برے نتیجے کی خبر نہیں جو قیامت کے روز اہل اللہ کے ساتھ عداوت رکھنے والے کو پیش آنے والا ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری شریف آیا ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے جو کوئی میرے ولی سے میرے لئے دشمنی کرتا ہے میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں۔،، (کہ میرے ساتھ لڑے) پیران عظام و صوفیائے کرام سے عداوت رکھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو اعلان جنگ دیتا ہے گویا ان کے ساتھ

Marfat.com

عداوت کرنا خدائے تعالےٰ کے ساتھ عداوت کرنا ہے۔ سچ ہے۔

گر جدا بینی ز حق تو خواجہ را   گم کنی ہم متن و دیباچہ را

مولانا روم اولیا اللہ کی مزید قدر و منزلت اور علو شان بیان فرماتے ہیں۔

اولیا، اطفالِ حق اند اے پسر   غائبی و حاضری بس باخبر

عزیز سن! اولیا اللہ کے بچے ہیں وہ غیبت اور حضوری کی دونوں حالتوں میں اس سے خوب آگاہ ہیں۔ شعر میں اولاد سے حقیقی مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ اولاد و بیوی وغیرہ سے پاک ہے بلکہ اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اولیا عظام اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہیں جس طرح ماں کو اپنا بچہ پیارا ہے وہ (اللہ) اسی طرح ان کی حفاظت اور مدد کرتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے کے لئے کرتی ہے اور جس طرح بچہ ہر بات میں اپنی ماں کا ہی دست نگر ہوتا ہے اور اپنی ضرورت کی کفیل اپنی ماں ہی کو سمجھتا ہے اسی طرح اولیا کرام بھی ہمیشہ اللہ کے پناہ گیر اور اسی پر متوکل ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کو نفع پہنچائے اور زیادہ اللہ کے نزدیک بُرا وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کو اذیت پہنچائے۔

چونکہ اولیاء اللہ سے مخلوق کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کے بہت سے فوائد و فیوضات حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اللہ تعالےٰ کو سب مخلوق سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے مولانا نے بھی ان کو اطفالِ حق کہہ دیا تاکہ ان سے بغض حسد اور کینہ رکھنے والے لوگ متنبہ ہوں ان کی مخالفت سے باز آئیں اور عذاب آخرت سے بچیں۔

غائبی مہندیش از نقصان شان
کو کشد کیں از برائے جانِ شان

مولانا روم فرماتے ہیں یہ نہ سمجھو کہ بحالت حضوری ہی اللہ تعالےٰ ان کی مدد کرتا ہے اور غیبت در جوع بہ بشریت، کی حالت میں اس کو ایذا دیتے ہیں اللہ والوں کو نقصان نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ ان کا ہر وقت ناصر و معین اور یار و مددگار ہے حضرات خواجگانِ نقشبندیہ کثر ہم اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ کو کسی وقت بھی غیبت نہیں ہوتی بلکہ

Marfat.com

وہ دوام حضور رکھتے ہیں دنیوی کاروبار میں بھی ان کی حالت ع

دل بہ یار و دست بکار

کے مصداق ہوتی ہے۔ جیساکہ قرآن کریم میں آتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ایسے اللہ کے بندے بھی ہیں کہ جن کو مشاغل دنیوی تجارت دبیع خرید و غیرہ ذکر اللہ سے نہیں روکتے وہ باوجود کاروبار کرنے کے بھی ہر وقت اللہ کے حضور حاضر رہتے ہیں مولانا آگے جاکر حق تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں۔

ہاں وہاں ایں دلق پوشاں من اند
صد ہزاراں و ہزار و یک تن اند

خبردار باخبردار یہ کملی پوش میرے ہیں ایک ارب کی تعداد میں ہیں اور ایک تن ہیں صاحب مفتاح العلوم فرماتے ہیں کہ دوسرے مصرع کا مطلب دو طرح ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ انبیا و اولیا اگر تعداد و شمار میں ایک ارب بھی ہوں تو بلحاظ وحدت مانند ایک وجود کے ہیں دوسرے یہ کہ نبی و ولی اگر بظاہر ایک شخص بھی ہے تو بھی بلحاظ طاقت وقوت کے ایک ارب اشخاص کا حکم رکھتا ہے چنانچہ آگے مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک اکیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرار لاٹھی سے فرعون اور فرعونیوں کو زیر و زبر کیوں کر کرتے؟ اور حضرت نوح علیہ السلام ایک بد دعا سے مشرق و مغرب تک کی دنیا کو غرق طوفان کیوں کر کرتے؟ اور حضرت لوط علیہ السلام جواں مرد کی ایک دعا بدکار لوگوں کے تمام شہر کو نامرادی کے ساتھ اکھیڑ نہ ڈالتی ان کا بہشت کا سا سرسبز و شاداب شہر تباہ و برباد ہو کر سیاہ پانی کا دریا نہ ہو جاتا ان کے کھنڈر ملک شام کی طرف جاکر دیکھ لو جو بیت المقدس کے راستے میں گزرگاہ پر ہیں کیا ہی اچھا فرمایا گیا ہے ہے

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد تا دل مرد خدا نامد بدرد

جب تک کسی مرد خدا نبی یا ولی کا دل درد میں نہیں آیا دکھایا نہیں گیا خدا نے کسی قوم کو ذلیل و تباہ نہیں کیا یعنی خدا کو بھی ان لوگوں سے بیر و دشمنی ہے جو انبیا اور اولیا کو دکھ دیتے اور ستاتے ہیں ان کو اعلان جنگ دیتا اور تباہ و برباد کرتا آیا ہے

Marfat.com

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنت الٰہیہ اسی طرح جاری ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کے حق میں طعنۂ بے ادبی اور گستاخی کرنے والے اکثر رسوا و ذلیل ہوتے ہیں جب خدا کسی کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے تو اس کی رغبت و میلان پاک لوگوں کے طعنے مارنے کی طرف کر دیتا ہے کیوں نہ ہو ع

اولیا اطفال حق اند اے پسر

(اے بیٹا! اللہ تعالےٰ کو اولیا ساری مخلوق سے زیادہ عزیز گویا مانند اولاد کے ہیں اللہ تعالےٰ ہمیں ان کی محبت و رفاقت نصیب فرمائے اور گستاخوں اور بے ادبوں کے شر سے بچائے آمین ثم آمین۔

ضرورت شیخ پر دلائل

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (پ ع ۲)

وہ ذات پاک ایسی ہے کہ جس نے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کیا ،، فائدہ خواہ کسی قسم کا ہو ، کھانے کا پینے کا ، برتنے کا ، نگاہ کو تازگی ، نفس یا روح کو حظ دینے کا ، کسی چیز کو دیکھ کر صحیح علم حاصل کرنے کا ،، الغرض جو کچھ زمین میں پیدا کیا گیا ہے سب کا سب ہمارے فائدے اور کام میں لانے کے لئے ہے اللہ تعالےٰ کا یہ انعام عام ہے کہ جس جس چیز کی ہمیں حاجت اور ضرورت پڑنی تھی وہ سب کی سب ہمارے لئے پیدا فرما دیں ۔ بالفاظ دیگر کوئی چیز بے فائدہ و بے کار اور بے ضرورت پیدا نہیں کی چونکہ انعامِ الٰہی کا قبول نہ کرنا کفران نعمت و ناشکری ہے جیسا کہ اس اوپر والی آیت "کیف تکفرون باللہ - الخ"، (بھلا کیوں ناشکری کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تم محض بے جان تھے سو تم کو

جاندار کیا۔ پھر تم کو ماریں گے پھر زندہ کریں گے پھر ان (اللہ) ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے۔ ان سے پہلے بیان کردہ انعام و احسان جتلا کر فرماتے ہیں کہ اتنے دلائل ہوتے ہوئے تم کیسے ناشکری کر سکتے ہو کیف تکفرون کے الفاظ پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰے کے انعام کو قبول نہ کرنا کفر ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ انبیا علیہم السلام پر ایمان نہ لائے۔ ان سے مستفید اور مستفیض نہ ہوئے وہ قرآن مجید کی زبان میں کافر کہلائے اس میں شک نہیں کہ فقہائے کرام نے خَلَقَ لَکُمْ سے استدلال کیا ہے کہ تمام پیدا شدہ چیزیں اصل میں مطلقاً مباح ہیں اور عوارض لاحقہ (نفع وضرر وغیرہ) کی وجہ سے دوسرے حکم مثل حلال، حرام اور مکروہ وغیرہ لگائے گئے ہیں۔ اسی طرح احکام الٰہیہ میں فرض واجب وسنت کے مدارج ان کی اہمیت وضرورت کے کم وبیش ہونے کے لحاظ سے مقرر کئے گئے ہیں چونکہ انسان کی پیدائش کی غرض وغایت ہی عبادت ومعرفت الٰہی قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (پ ۲۷ ع ۲)

میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں (یا معرفت حاصل کریں) اس لئے سلسلہ رشد وہدایت کو اہم ترین قرار دیتے ہوئے اس کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے وجود پاک محکمۂ رشد وہدایت کی اسی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے پیدا فرمائے گئے جو واقعی اللہ تعالٰے کی طرف سے نعمت عظمٰی تھے جن خوش نصیب لوگوں نے "ضرورت نبی" کا احساس کیا ان پر ایمان لائے اور احکام الٰہی میں ان کی پیروی کی وہ مومن اور مسلمان کہلائے اور جنت کے حق دار ٹھہرائے گئے اور دنیا میں بھی حکومت وخلافت کفار پر غالب رہنے کا وعدہ انہی کو دیا گیا آیت مذکورہ سے اگلی آیت میں اللہ تعالٰے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ شروع فرماتے ہیں جس میں محکمہ رشد وہدایت کی داغ بیل ڈالی گئی ہے اور بتایا ہے کہ آدمی کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہوسکتی ہے اور انسان کی کامل اصلاح انسان ہی کرسکتا ہے کیونکہ مصلح کیلئے علم کی ضرورت ہے اور جس نوع علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے نیز احوال بشریہ سے جس قدر بشر واقف ہوسکتا ہے ملائکہ ہرگز واقف نہیں ہوسکتے اور مصلح کو اپنی جماعت کے احوال متعلقہ سے پوری واقفیت ہونا ضروری ہے اور اس

Marfat.com

واقفیت کے لئے ان سے اختلاط کی ضرورت ہے۔ اور بقول "اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْس (جنس اپنی جنس کی طرف میلان طبع اور محبت رکھتی ہے) یہ اختلاط جنس ہونے کی وجہ سے آسان اور حصول فیض و برکات کے لئے کامل ترین ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب فرما کر "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" کا ارشاد فرماتے ہیں کہ ضرور میں زمین میں ایک نائب بناؤں گا۔ یعنی وہ میرا نائب ہوگا اور اپنے احکام شرعیہ کے اجرا کا کام اس کے سپرد کروں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام موجودات روئے زمین کے اسماء و خواص و آثار کا علم دے دیا پھر فرشتوں کے سامنے وہ چیزیں پیش کر کے فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ فرشتوں نے عدم علمیت کا اظہار کیا اور کہا تو پاک ہے ہم کو علم نہیں مگر اتنا جتنا آپ نے ہمیں دیا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ جب آدم علیہ السلام نے ان کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ۔ سوائے ابلیس کے سب سجدے میں گر پڑے۔ اس نے کہنا نہ مانا غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

مقتدیین

۲ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

ترجمہ:۔ ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام و احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

نماز میں سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف کا پڑھنا ائمہ مجتہدین اور فقہا نے واجب قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں ایک بار پڑھی جاتی ہے اور یہ حق تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص احسان ہے کہ اس سورۃ شریف میں ان کو اپنی بارگاہِ معلیٰ میں حاضر ہو کر دعا کرنے کا بہترین طریقہ بتایا ہے اور اپنے پسندیدہ اور مطلوبہ الفاظ پاک میں دعا کرنا سکھایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کلام الٰہی ہونے کی وجہ سے قبول شدہ ہے اللہ تعالیٰ نے وہی طریقہ وہی الفاظ

Marfat.com

اور وہی مضمون اپنے بندوں کی زبان سے سننے کے لئے مقرر فرمائے ہیں جو اس کے نزدیک نہایت ہی مقبول اور رد نہ کرنے والے ہیں۔ معرفت ذات وصفات کے بعد عبادت کا ذکر فرمایا ہے (جس میں بندہ اللہ تعالےٰ کی تعریف (حمد) اس کا پروردگار عالمین رحمٰن و رحیم اور روز جزا کا مالک ہونا خدائی الفاظ میں اپنی زبان سے بیان کرتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مستحق عبادت اور معبود برحق سمجھ کر اس کی عبادت کرنے کا اقرار اور اپنی بے کسی اور بغیر اعانت الٰہی اس (عبادت) کے بھی نہ کر سکنے کا اظہار کرتا ہے پھر اس کے بعد وہ دعا ذکر فرمائی ہے جو اس کے نزدیک بہترین، محبوب ترین اور مقبول ترین ہے یعنی جو ہدایات صراط مستقیم اور اس کی توفیق کی درخواست ہے وہ اصل الاصول اور نعمت عظمیٰ ہے جس کی تعریف، تصدیق تائید اور حصول کی ترغیب میں سارے قرآن کریم کا نزول ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ نماز میں بار بار یعنی ہر رکعت میں ایک بار پڑھی جاتی ہے وہ دعا یہ ہے اھدنا الصراط المستقیم ہ (ہم کو سیدھے راستہ پر چلا) اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم پر چلنا تمام فرائض سے اہم فریضہ بلکہ دوسرے سب فرائض اسی صراط مستقیم میں شامل ہیں اور کہ اسلام اسی پر باآداب شریعت یعنی حسب ہدایات خدا تعالیٰ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلنے کا نام ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا طلب کرنا ہر رکعت نماز میں واجب قرار دیا گیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو چیز فرض ہو اس کے حصول کی کوشش بھی فرض ہی ہوتی ہے بلکہ جس ذریعہ سے وہ حاصل ہو سکتی ہے اس ذریعہ کا اختیار کرنا بھی فرض ہوتا ہے مذکورہ دعا سے اگلی آیت میں صراط مستقیم کی پہچان کرائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ راستہ انعام (حق) پانے والوں (انبیا و اولیا) صدیقوں، شہیدوں، اور صالحین کا ہے یعنی جس راہ پر اہل اللہ (علمائے ربانی و مشائخ) جا رہے ہیں وہی صراط مستقیم ہے۔ مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ (یہود یوں) الضالین (نصاریٰ) و دیگر مشرکین اہل ہند (جین و جاپان وغیرہ کا راستہ صراط مستقیم نہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے راستہ پر اپنے بندوں کو چلانا نہیں چاہتا اور بندوں کے اس پر چلنے کو پسند بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر چلنے سے منع فرماتا ہے اور جو اس پر چلے اس کو اپنے قہر غضب کے عذابوں سے ڈراتا اور گمراہ بتاتا ہے اور عدو اللہ اور عدو رسول (خدا اور رسول)

Marfat.com

کے دشمن ، ٹھہراتا ہے۔

دب ، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدھا راستہ طلب کرنا تھا۔ اھدنا الصراط المستقیم عرض کیا گیا۔ دعا ختم ہو گئی۔ اللہ تعالے اجانتا ہی ہے کہ صراط مستقیم کون سا راستہ ہے اب بندوں کی زبان سے اس کی تعریف وصفت کہ وہ راستہ فلاں کا ہے فلاں کا نہیں نکلوانے اور سننے میں کیا حکمت ہے۔ بارگاہِ رب العزت میں حضوری دحاضری ، جس کے لئے حکم ہے لا صلوٰۃ الا بحضور القلب (الحدیث) دل حاضر نہ ہو تو نماز کامل نہیں ہوتی اور یہ کہ فاعبد ربک کانک تراہ (الحدیث ، اپنے مالک و پروردگار کی عبادت اس طرح کرو۔ گویا کہ اس کو سامنے دیکھ رہے ہو کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عابد (نمازی) پورے استغراق اور انہماک کے ساتھ دنیا و مافیہا کو فراموش کر کے عبادت کرے لیکن اس کی توجہ مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کے مفہوم اور مقصد کے خلاف۔ انعام پانے والوں اور مغضوبوں اور گمراہوں یعنی غیر اللہ کی طرف کیوں پھیری گئی ؟ اگر یہ آخری آیت نازل نہ فرمائی جاتی تو بھی دعا کامل اور مطلب حاصل تھا۔ عین وصال میں غیر محبوب کا خیال و تصور یقیناً آئین محبت کے خلاف ہے کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

دل آرامے کہ داری دل در او بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ : (اپنے دل کے آرام ، چین اور سکھ دینے والے محبوب میں دل لگائے رکھ اور باقی تمام جہان سے آنکھ بند کرے)

اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ انعام پانے والے لوگ خدا کے کچھ لگتے ہیں بلکہ اس کے بہت بڑے محبوب و مقبولِ بارگاہ ہیں۔ غیر نہیں اپنے ہیں۔ خاص الخاص ہیں تب ہی تو ایسے وقت میں ان کا ذکر کیا اور ان کے راستہ کو صراط مستقیم ٹھہرایا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس آنا جانا اٹھنا بیٹھنا خدا کے ساتھ بیٹھنے کے مترادف سمجھا گیا ہے جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا　　او نشیند در حضور اولیا

Marfat.com

ترجمہ   جو کہ چاہے ہمنشینی خدا   چاہیئے ہو ہم نشین اولیا

جو خدا تعالے کے ساتھ بیٹھنا چاہے معیت حق کا طلب گار ہو، وہ اولیا اللہ کے حضور بیٹھا کرے۔ اللہ کے دوستوں کے ساتھ بیٹھنا اللہ کے ساتھ ہی بیٹھنا ہے ان کے مقامات، فنا فی اللہ و بقا باللہ کا پرتو و عکس ان کے ہم نشینوں کے دلوں کے شیشوں میں بھی منعکس ہوتا (عکس پڑتا) ہے جس سے انہیں بھی (ہم نشینوں کو بھی) ماسوا کا نسیاں اور ذکر اللہ حاصل ہوتا ہے۔ لاالہ الا اللہ کے ورد کرنے والوں اور دوسرے وظائف بندگی میں مصروف و مشغول رہتے والوں کو جو مقام برسوں کے بعد میسر ہوتا ہے (اگر ہوتا ہے) تو ان اہل اللہ کی صحبت اور مجلس میں ارادت و حسن عقیدت سے ایک ساعت بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے (جو عبادت اپنے طور پر ان سے الگ اور دور رہ کر کی جائے) حدیث شریف اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللّٰہ (ان کو دیکھنا ذکر کا فائدہ دیتا ہے) میں بھی اسی کی طرف لطیف پیرایہ اشارہ پایا جاتا ہے۔

اک گھڑی صحبت ولی اللہ کی   طاعت سو سال سے بھی ہے بھلی

سورہ فاتحہ کی اس آخری آیت کے نزول میں اللہ تعالیٰ کی ہزاروں حکمتیں ہوں گی جس کو وہی بہتر جانتا ہے اس فقیر حقیر (راقم الحروف) کی سمجھ میں تو یہی آیا ہے کہ اگرچہ ہادی برحق و رہبر مطلق خود اللہ تعالےٰ ہی ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ القرآن

(اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ پر چلاتا ہے) تاہم اس کے کارخانہ عالم پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادر مطلق مسبب الاسباب بھی ہے۔ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اسباب و وسائل مہیا فرما دیتا ہے اور یہ امر ایسا بدیہی ہے کہ جس کے ثبوت میں کسی تشریح و تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی وہ چاہتا تو سب بندوں کے دلوں میں صراط مستقیم کی ہدایت الہام فرما دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ یہ اس کی سنت کے خلاف ہے۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ۰ پ۱۵ ع (اور تم ہمارا قانون بدلتا

نہ پاؤ گے۔

اس نے اپنی قدرت کو اسباب میں پوشیدہ رکھا مثال کے طور پر چند رباعیات ناظرین کی تفنن طبع کے لئے درج کی جاتی ہیں جو اس کے قانون پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱)

ابر آتا ہے مینہ برستا ہے
خاک بنجر میں سبزہ اگتا ہے
سبزہ بے آب اور مینہ بے ابر
یہ برستا ہے نہ وہ اگتا ہے

(۲)

بیوی خاوند نہ گر اکٹھے ہوں
کس طرح ان سے پیدا بچے ہوں
گرچہ جو چاہے وہ کرے طالبؔ
کیوں نہ قانون اس کے سچے ہوں

(۳)

مسکہ بے شیر بن نہیں سکتا
پیر بے پیر بن نہیں سکتا
خود بخود چاہے گر بنے طالبؔ
لوہا شمشیر بن نہیں سکتا

(۴)

جس کو گمراہ کرے خدا رہ سے
وہ نہ مرشد نہ رہنما پائے
راہ لگا نا جسے نہ ہو طالبؔ!
کرتا شیطان کو ہے قریں اس کے

Marfat.com

(۵)

ہادی انساں کے لئے حق نے
انبیاءؑ و اولیاءؒ بھیجے
جس کو رستہ دکھانا ہو طالبؔ
بھیجتا اس کو پاس ہے ان کے

(۶)

اولیاءؒ غیر حق نہ ہیں ارباب
مالکِ کل ہے خالق اسباب
خود ہی سب کام کرتا ہے طالبؔ
آپ ہی ہے مسبب الاسباب

اہمیت بیعت

قرآن کریم کے پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے صادقین و صالحین کی معیت اور صحبت کی طرف لوگوں کو بلایا ہے۔ ان کی رفاقت کو احسن فرمایا ہے اور بُرے دل کے پاس بیٹھنے سے بھی ڈرایا ہے اور اللہ تعالےٰ نے سورۃ فاتحہ کی آخری آیت بھی عین یکسوئی و حضور قلب کی حالت میں اپنے نمازی بندوں کی زبان سے کہلوا کر ان کی توجہ کو اسی سنت قدیمہ کی طرف پھیرا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور جس کی طرف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند ۔۔۔ صحبت طالع ترا طالع کند

نیک کی صحبت و معیت تجھے نیک اور برے کی برا بنا دے گی گویا اللہ تبارک و تعالےٰ نے سورۃ فاتحہ کی اس آخری آیت میں اپنے حضور میں آنے والوں کی رہنمائی فرمائی انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت تاکید سے توجہ دلائی ہے کہ ہمارے ہاں سے فارغ ہو کر یعنی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر کی دنیا میں جاؤ تو کسی نائب رسول، وارث نبی

Marfat.com

صدیق اور صالح بندہ خدا (پیر کامل) کی تلاش کرنا، ان سے فیض حاصل کرنے کے مراسم پیدا کرنا اور اکثر ان کی صحبت و معیت میں رہنا، وہی اور صرف وہی صراط مستقیم پر ہیں حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا (القرآن) (وہ بہت اچھے رفیق و رہبر ہیں) ان کی صحبت و معیت میں رہ کر تم بھی صراط مستقیم پالو گے اور اسی معیت کی برکت سے تمہیں اس پر استقامت بھی نصیب ہو جائے گی ساتھ ہی آیت کے آخری حصہ میں یہ بھی فرمادیا کہ مغضوب علیہم اور الضالین (بروں، قسمت کے ہیٹوں) کی طرف نہ جانا۔ اور ان کے پاس نشست و برخاست نہ رکھنا ان سے صراط مستقیم بھی نہیں ملے گا کیونکہ ؎

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

جو خود نیند میں مدہوش ہے وہ دوسرے سونے والے کو کیسے بیدار کر سکتا ہے۔ نیز کہا گیا ہے ؎

از خویشتن گم است کرا رہبری کند

جو خود گمراہ ہے وہ دوسرے کو کیا راہ دکھائے اور اگر تم صراط مستقیم پر بھی ہوگے تو ان (بروں) کی صحبت میں وہ بھی کھو بیٹھو گے (جملہ معترضہ)

اسی آیت سے تقلید کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ یعنی صراط مستقیم پر یہی لوگ ہیں ان کے ہر قول و فعل اور نقل و حرکت کی نقل (تقلید) کرو گے تو صراط مستقیم پاؤ گے۔ براہ راست تم میں سے ہر ایک پر صراط مستقیم کا الہام نہیں ہو گا اگر کتابوں پر ناز ہے تو اول تو وہ خود بخود بول نہیں سکتی ہیں لہٰذا صراط مستقیم بھی دکھا نہیں سکتیں اور اگر کسی پڑھے ہوئے کی زبان سے بولے گی تو اس مدرس کی تقلید لازم آئے گی یا ان کتابوں کی آپ خواہ بے جان کی تقلید کریں خواہ جاندار کی۔ تقلید کرنے کے بغیر صراط مستقیم پانا محال ہے۔

جو لوگ اہل اللہ (اولیائے کرام و پیران عظام) پر آئے دن آوازے کستے رہتے ہیں انکو چاہیئے کہ نماز پڑھتے وقت سورہ فاتحہ کی یہ آخری آیت چھوڑ دیا کریں۔ پڑھا نہ کریں کیونکہ الذین انعمت علیہم تو (بشارت قرآن) یہی لوگ ہیں جن سے ان کو بے وجہ بغض و حسد و عناد ہے۔ یا قرآن کریم سے اس آیت کو نکال ڈالیں جب ایسا کرنا ناممکن ہے اور یقیناً ناممکن ہے تو ایک

Marfat.com

آیت نہیں قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے کس کس کو نکالیں گے تو لامحالہ ان کو ان نائبانِ نبی و وارثانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے لگنا اور ان کی تقلید کرنی ہی پڑے گی تاکہ صراط مستقیم پا کر خدا تک پہنچ جائیں۔

نتیجہ چونکہ صراط مستقیم پر چلنا فرض ہے لہٰذا صراط مستقیم پر چلنے کی درخواست (توفیق مانگنا) کرنا بھی فرض ہوا۔ اور جو مردان خدا صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں ان کے پاس حسن عقیدت و ارادت سے حاضر ہونا اور صراط مستقیم کے حصول کے لئے ان کی صحبت اور معیت اختیار کرنا بھی فرض ہوا۔

۳ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ ع

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو)

اگرچہ آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن حکم عام ہے یعنی مسلمانوں کو حکم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہا کرو اور صادقین کی معیت میں رہا کرو۔ صادقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صادق الایمان ہیں مخلص ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو صدق دل سے دوست رکھتے اور خلوص قلبی سے ان کی راہ پر چلتے ہیں بموجب حدیث شریف علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین (لازم پکڑو میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو) سعید بن جبیر کا قول ہے کہ صادقین سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما مراد ہیں۔ —— ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کی نیتیں ثابت رہیں اور قلب و اعمال مستقیم اور وہ اخلاص کے ساتھ غزوہ تبوک میں حاضر ہوئے۔ لغت میں صادقین کے معنی سچا، مخلص اور دلی لکھے ہیں بے شک جس صداقت و اخلاص اور اعمال مستقیم (اتباع سنت پر استقامت) کا ذکر ہو رہا ہے وہ قرون اولیٰ کے بعد عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اولیائے کرام وصوفیائے عظام) میں ہی پائے جاتے ہیں۔ فنائے قلب اور فنائے نفس کے حصول

Marfat.com

سے پہلے یہ اوصاف واخلاق نصیب نہیں ہوتے جب تک قلب سے غیر اللہ (ماسوا)
کا نسیان اور نفس سے صفات بشریہ کا فقدان عمل میں نہ آئے۔ تزکیہ و تصفیہ جو اعمال
صالحہ و اخلاق پاکیزہ کی جان اور روح کا حکم رکھتا ہے میسر نہیں ہوتا۔ جس طرح کتا پہلے
کنویں سے نکالا جائے ہزار پانی نکالیں۔ کنواں پاک نہیں ہو سکتا کتا نکلے تو پانی کھینچنے
سے کنواں پاک ہو تب وہ پانی (کنواں کا) قابل وضو غسل یعنی دوسر دل کو پاک کرنے
کے قابل ہو جب تک یہ اعمال حمیدہ و اخلاق ستودہ میسر نہ ہوں ایمان کامل نہیں ہوتا
جس پر نجات کا دارو مدار ہے اور یہ مقامات بغیر معیت و صحبت صادقین (اولیائے
عظام اور صوفیائے کرام) کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے اس آیت شریفہ میں حکم دیا گیا
ہے کہ اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہو اور حسنِ انجام و خاتمہ بالاسلام کے
حصول کے لئے اللہ تعالٰے کے مقبول و محبوب اور صادق بندوں کے مبارک قدموں میں لگے
رہو اور ان کے ساتھ رابطہ محبت و باطنی نسبت پیدا کرو۔ ان کے سینے محبت و معرفت الٰہی
کے خزینے اور حقائق و معارف علوم الٰہیہ کے دفینے ہیں تزکیہ و تصفیہ انہی کی معیت و
محبت کی برکت سے حاصل ہو گی۔ ہر چیز (اشیائے ضروریہ) اپنے اپنے میگزین سے مل سکتی
ہے۔ قلب سلیم، صراطِ مستقیم، محبتِ حق و عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی
میگزین ہیں۔ طلب صادق، قصد واثق اور حسن عقیدت کے ساتھ ان کی معیت ظاہری
اور باطنی اختیار کرنے سے یہ سب کچھ مل سکتا ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا یہی منشا معلوم
ہوتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اگر کوئی شان نزول کا خیال کر کے
آیت کا حکم وقتی واقعہ پر ہی منحصر رکھے تو اس طرح اس کو نصف سے زیادہ قرآن کریم معاذ
اللہ معطل ماننا پڑے گا کیونکہ اکثر آیات قرآنی کا نزول خاص ہے اور حکم عام ہے اور
تا قیامت جاری۔ اور اگر اس آیت میں استفادہ و استفاضہ معیت صادقین سے مراد نہیں
جو بہت بڑے آداب ریاضات اور اوامر و نواہی پر اخلاص سے عمل کرنا اور اس پر
استقامت چاہتا ہے تو یہاں اتقوا اللہ جیسے اہم اور سخت ترین الفاظ جن کو سن کر مومنوں
کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لانے کی کیا ضرورت تھی فقط اتنا ہی فرما دیا ہوتا۔

Marfat.com

(اگرچہ تب بھی حکم حکم ہی تھا) یا ایھا الذین آمنو کونوا مع الصادقین اے ایمان والو سچوں کے ساتھ رہا کرو۔ انکی طرفداری کیا کرو۔ جیسا کہ کسی پنجابی مفسر نے اپنے مفسر ہونے کی لیاقت اس طرح ظاہر کی ہے اور یہ مطلب بیان کیا ہے۔ "مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے اور راست گوؤں کے ساتھ رہا کرو جو کوئی جتنی کوشش اور جتنا کام حق بجانب ہو اسی قدر اس کے ساتھی بن جایا کرو خواہ کسی دوسرے کام میں وہ کج روی ہو جب وہ کج روی اور ناراستی کا کام شروع کرے تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایسی عقل پر ماتم کرنا چاہیئے دیکھو صادقین کی تعریف اور واقعہ کی تفسیر! ذرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مبارک قول بالا کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیئے مفسر صاحب کی نصیحت زمانہ کی روش اور پالیسی کے لحاظ سے ٹھیک سہی لیکن کونوا مع الصادقین کی یہ تفسیر یقیناً نہیں اور نہ صادقین کے یہ معنی آدھا تیتر آدھا بٹیر کیے ہیں۔

اس معاملہ میں متقدمین مفسرین کے اقوال اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصدقہ و مسلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے بنے ہوئے مفسر القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہی حجت ہو سکتی ہے الغرض صادقین سے اولیائے کاملین اور ان کی معیت کا حکم استفادہ کے لئے ہی معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی تعریف اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ پ ۱۱ ع ۱۱ جو مومن و متقی ہیں کے الفاظ مبارک سے کی گئی ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ والی آیت سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ صادقین کی معیت کا حکم ان لوگوں کو ہو رہا ہے جو مومن مسلمان اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے والے ہیں (مومن و متقی) اگر صادقین سے بقول مفسر پنجابی ایسے لوگ مراد لیے جائیں جو سچ بھی بولتے ہیں اور جھوٹ بھی (اصطلاح شرعیہ میں فاسق گنہگار) تو یہ اصول کے خلاف ہے کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا جائے۔ جیسا کہ اس آیۃ شریفہ سے ظاہر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ جو خود ولی اللہ (مومن و متقی) ہے اس کو کسی دوسرے ولی اللہ کی معیت کی کیا ضرورت اس کو کیوں اس کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا جائے اگرچہ دوسرا پہلے سے زیادہ کامل بھی ہو جواب یہ ہے

Marfat.com

کہ جو مومن تقویٰ اختیار کر رہا ہے اور متقی بن رہا ہے جیسا کہ اتقو اللہ کے حکم (بعینہٖ امر) میں اشارہ ہے اس کو ایسے کاملین متوکلین اولیا اللہ (صادقین) کی معیت میں ایمان اور تقویٰ پر استقامت نصیب ہو گی اور رجعت قہقری (پیچھے کی منزل کی طرف لوٹنا) سے بچ جائے گا اور اعلیٰ مقامات روحانی کی طرف ترقی کرے گا اس بیان سے واضح ہو گیا کہ فقط عوام جہلا کو ہی سلامتی ایمان و لقائے رحمٰن کی خاطر پیران کامل کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ اچھے خاصے علما اور بزرگوں کو بھی اپنے ایمان و تقویٰ کی حفاظت اور استقامت کے لئے ان کی معیت اختیار کرنے کی ضرورت ہے بشرطیکہ وہ سچے نائب رسول و وارثِ نبی بننا چاہتے ہوں کیونکہ انبیا علیہم السلام کا ورثہ دو علوم ہیں علم ظاہر (علم دین)

اور علم اسرار یعنی علم باطنی جس کا ذکر شروع میں آچکا ہے وہی عالم کا انبیاءؑ اور وارث انبیاءؑ ہو سکتے ہیں جو ان دونوں علوم میں ماہر ہوں ہزارہا مثالیں ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ تاہم چند نام بطور مشتے از خروارے جن سے انہوں نے اپنے مرید ہونے کا انتساب کیا برائے تعارف خاص و عام تحریر کئے جاتے ہیں ان علمائے کرام اور عارفین و کاملین کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱:۔ چراغ امت امام الآئمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ جگر گوشہ سید الانبیاء حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے حتیٰ کہ روضہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے امام المسلمین کا خطاب پایا (تذکرۃ الاولیاء صفحہ نمبر ۱۹۷)

۲:۔ وارث دین نبی، مجدد وقت حضرت امام شافعیؒ (آئمہ اربعہ سے ہیں) عارف کامل حضرت سلیم راعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بہت عرصہ رہے یہاں تک کہ تصرف میں سب سے سابق ہو گئے (تذکرۃ الاولیا ص۲۰۷)

۳:۔ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالیؒ سرتاج العارفین حضرت بوعلی فارمدی طوسی نقشبندی کے مرید اور خلیفہ تھے (حالات مشائخ نقشبندیہ)

۴:۔ امام العلماء حضرت امام فخر الدین رازیؒ قطب وقت حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علم باطنی کے حصول کے لئے بیعت کی (مرصاد العباد)

Marfat.com

۵۔ حضرت ابوالحسن علی ہجویری لاہوری (داتا گنج بخش) صاحبؒ جن کے علمی تبحر کے حضرت مولانا نورالدین جامیؒ بھی معترف ہیں کے پیر و مرشد کا نام مبارک ابوالفضل بن حسن ختلی ہے اور دیگر اولیائے عظام مثلاً ابوالقاسم قشیریؒ، ابوالقاسم گورگانیؒ اور ابوسعید ابوالخیر کی روح پرور صحبتوں سے مستفیض ہوئے۔

۶۔ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری خواجہ غریب نواز اجمیریؒ قرآن کریم حفظ کرنے اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا سفینۃ الاولیا کی روایت کے مطابق بیس سال تک اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ (تذکرۃ الاولیا ص ۳۴)

۷۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ فخر اولاد امام اعظمؒ علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد بیس برس تک دہلی قطب مینار کے پاس درس و تدریس کا فیض جاری رکھا لیکن بعد میں جب علم باطن کا شوق ہوا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی طرف انتساب فرمایا اور خلافت پائی۔ اور بروایت خزینۃ اولیاء کے آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے (تذکرۃ الاولیائے کرام)

۸ حضرت مولانا شیخ بہاؤالدین ذکریا سہروردی ملتانیؒ علوم دین کی تکمیل سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے پاس تزکیہ قلب اور تصفیہ باطن میں مشغول رہے وہاں سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے بغداد شریف تشریف لائے بغداد شریف میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر خرقہ خلافت پایا مزار شریف ملتان میں مرجع خاص و عام ہے (تذکرہ اولیائے کرام)

۹۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شہباز لامکانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندیؓ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں تمام علوم دین معقول و منقول کی تکمیل فرما کر درس و تدریس میں کچھ عرصہ گزارا پھر آگرہ تشریف لے آئے ابوالفضل و فیضی نے آپ کے تبحر علمی بے پایاں قابلیت کا اعتراف کیا سلسلہ چشتیہ میں خلافت اپنے والد بزرگوار سے پائی اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادری سے سلسلہ قادریہ کی خلافت پائی اور سیدنا

Marfat.com

غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا خرقہ مبارک جو آپ کی خاطر آپ کے خلفاء میں امانتاً چلا آرہا تھا حضرت شاہ کمال کیتھلی کے وسیلہ سے پایا اس کے بعد بارادہ حج دہلی تشریف لائے وہاں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوئے اور خواجہ صاحب کی شفقت اپنے حال پر دیکھ کر بیعت ہوگئے اور اڑھائی ماہ وہاں ہی حاضر رہ کر خلعت خلافت پائی اور مرتبہ عظیمہ پر پہنچے کہ مجدد الف ثانی قرار دیئے گئے (تذکرۃ الاولیائے کرام)

۱۰۔ اور علمائے دیوبند مولوی محمود الحسن صاحب مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی تھانوی مولوی خلیل احمد خصوصاً بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی سب نے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر کے خلافتیں پائیں لیکن بعد میں عقائد وہابیہ کے شکار ہوئے لیکن پیری مریدی حاجی صاحب کے خلیفہ ہونے کے سبب کرتے رہے (انوار ساطعہ)

۱۱۔ حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی پنجاب ٹونکی۔ اعلیٰ حضرت امیر ملت امام زماں مجدد دوراں۔ قطب ارشاد حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری مدظلہ العالی کی صحبت سے، حالانکہ مولوی صاحب آپ کے استاد بھی تھے فیض یاب ہوتے رہے اور آخری ایام عمر میں بیعت بھی کی حضرت مولانا مولوی حکیم قطب الدین صاحب جھنگوی اور حضرت مولانا مولوی امام الدین صاحب رائے پوری اور دیگر سینکڑوں علمائے کرام نے آپ سے بیعت کی اور خرقہ خلافت پہنا اور ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغ اسلام اور ملک اور قوم کی خدمت کرتے رہے۔

عرب و عجم تک آپ کی بزرگی کا شہرہ تھا۔ لکھوکھا انسان آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تائب ہوئے زائرین اور مستفیضین کا آپ کے دربار میں روزانہ تانتا بندھا رہتا ہے اللھم زدنی آمین لیکن

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو آئے نظر کیا دیکھے

آپ کے شہزادگان (اولاد مبارک) بیٹے، پوتے اور دوہتے سب ماشاءاللہ حافظ قاری عالم صوفی اور مخدوم جہاں ہیں شب و روز دین و ملت کی خدمت میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کا سایہ (ظل اللہ) مبارک ہم گنہگاروں کے سر پر قائم دائم رکھے۔

Marfat.com

شیخ کا سایہ رہے سر پر ہمارے اے خدا
مستفیض ہوتا ہے اس در سے ہر شاہ و گدا

نتیجہ :- نجات اُخروی کے لئے ایمان و تقویٰ کی ضرورت ہے اس کے حصول کا وسیلہ و ذریعہ اختیار کرنا بھی ضروری اور لازم ہے اور وہ اس آیت شریف میں معیت صادقین بتایا گیا ہے (پیر و مرشد کی صحبت میں رہنا) فھو المراد ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

امراض قلبی

فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ پ ۱ ع ۲

ان کے دلوں میں بیماری ہے ۔ یہاں بدعقیدگی کو قلبی مرض فرمایا گیا اور یہ روحانی زندگی کے لئے تباہ کن ہے شروع رکوع سے ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو باطن سے کافر تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ (وہ ایمان والے نہیں) یعنی کلمہ پڑھنے کا مدعی ہونا ۔ نماز ، روزہ پورا کرنا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں ۔ جب تک دل میں تصدیق نہ ہو اور عقیدہ صحیح اور درست نہ ہو ۔ منافق لوگ اسلام لائے ۔ نماز روزہ مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور ظاہر کرتے رہے لیکن عقیدہ درست نہ تھا ۔ دل سے مشرکوں اور کافروں کو دوست رکھتے تھے نجات حاصل نہ کر سکے ۔ اس قلبی مرض کا باوجود معالج موجود ہونے کے صحیح علاج نہ کیا جس سے ان کی روحانی اور اُخروی زندگی تباہ ہوگئی اگر وہ حسن عقیدت و ارادت خالص سے اس سید الانبیاء والاولیا و مرشد کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان فیض ترجمان سے بتائے ہوئے وظائف بندگی پر عمل کرتے تو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح وہ بھی مقرب حق و محبوب خدا بن کر مستحق جنت الفردوس ہو جاتے یہی حال آج کل کے لوگوں کا ہے بلکہ یہ ان سے بھی بڑھ کر بَلْ ھُمْ اَضَلّ کے مصداق ہیں ان کا نہ عقیدہ ہی صحیح ہے اور نہ اعمال ہی درست ہیں ان کو اندر اور باہر سے کفار (افرنگ) کی طویل صحبت اور ان کی تہذیب چٹ کر گئی ہے مسلمان کہلاتے ہیں لیکن سوائے کلمہ طیبہ بے سمجھے پڑھنے کے اسلام سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہیں رہا اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے لئے وہ مکلف ہیں۔ اور جس کا اختیار کرنا ان پر فرض قرار دیا گیا ہے جس طرح بیزار نہ آپ کی صورت ہی انہیں بھاتی ہے اور نہ آپ کی سیرت، جس طرح منافقین انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور ان پر ہمیشہ بے دے کرتے رہتے اور ستاتے رہتے تھے بہ ان ہی انبیا علیہم السلام کے خلفا جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کالانبیاء کا مبارک لفظ فرمایا ہے یعنی علمائے ربانی و مشائخ حقانی کو ہمیشہ کوستے رہتے ہیں اور ان کی صورت تک کے دیکھنے کے روادار نہیں سوال یہ ہے کہ یہ قلبی اور روحانی بیماریاں ان سے کس طرح دور ہو سکتی ہیں اور وہ کون سی صورت ہے کہ وہ ان بیماریوں سے نجات پاکر سچے اور پکے مومن اور مسلمان بن جائیں اور اپنے ملک وقوم اور دین وملت کے کام آئیں۔

بیماریاں دو قسم کی بتائی جاتی ہیں۔ (۱) جسمانی۔ (۲) روحانی۔

جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور غریب سے غریب انسان بھی ان کا علاج کرانے اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنا پورا سرمایہ اور پونجی صرف کر ڈالتا ہے جسم میں جان اتنی عزیز ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے ہر پیاری سے پیاری چیز عندالضرورت اس پر قربان کی جاسکتی ہے۔

روحانی بیماریاں جو جسمانی بیماریوں سے کئی گنا بڑھ کر ہیں اور جن کی موجودگی جان وایمان دونوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں ان کی مطلق پرواہ نہیں کی جاتی اور ان کا علاج اور ان سے نجات حاصل کرنے کا کچھ بھی فکر نہیں کیا جاتا حالانکہ جس طرح ظاہری "جسمانی" بیماریوں کے معالج موجود ہیں اسی طرح قلبی اور روحانی امراض کے معالج بھی ابتدائے آفرینش سے چلے آتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تو ان حکما اور معالجین امراض روحانی کو ہادی و مرشد و ولی ونبی اور رسول۔ قرآن کریم میں کہا گیا ہے لیکن آپ کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر جن کا کتاب و سنت میں مفصل ذکر ہے ان مقدس ہستیوں کا لقب ہادی ولی مرشد (اولیائے کرام و پیران عظام کثرہم اللہ تعالے) رہ گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں انبیاء کا لفظ حسب بیان قرآن کریم ہمیشہ کے لئے متروک قرار دے دیا ہے۔

(بخاری شریف)

Marfat.com

کسی زمانے میں بھی ہادیوں، ولیوں اور مرشدوں سے انکار نہیں کیا گیا، اور جنہوں نے انکار کیا خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر و دشمن قرار دیئے گئے عجیب بات ہے کہ آج مسلمانوں خدا ور سول کے ماننے والوں میں بکثرت ایسے لوگ موجود ہیں جو ان ہادیوں، ولیوں اور مرشدوں کے مخالف ہی نہیں بلکہ ان کو اکثر کوستے رہتے ہیں محض اس لئے کہ یہ مقدس گروہ ان کی نفسانی خواہشات اور حیوانی جذبات کے پورا کرنے میں مخل اور خلاف اسلام تہذیب اور تمدن میں منہمک رہ کر ان کے عیش و عشرت کی راہ میں رکاوٹ ہے ع

خدا کا خوف کر دکھ سدا بہار نہیں
خزاں قریب ہے جینے کا اعتبار نہیں

یہ پاک ہستیاں انہیں اسلام اور خدائے اسلام کی طرف بلاتی ہیں اور یہ شیطانی دلفریبیوں سے اغوا اس کے پیچھے دوڑتے ہیں اور اس کے خطرناک انجام سے بے خبر ہیں حالانکہ قرآن کریم میں یہ بار ہا پڑھ چکے ہیں کہ شیطان ان کا جانی اور کھلا دشمن ہے ان کو ہر ممکن طریق سے گمراہ کر کے دوزخ میں لے جانے پر تلا ہوا ہے الغرض عاقل وہ ہے جو اپنے نفس پر ظلم کرنے کی بجائے ترس کھائے اور رحم کرے ۔ مغضوب علیہم (غضب خدا میں گرفتار) اور ضالین (گمراہوں) کی طرف نہ جائے نہ ان کی طرف دیکھے بلکہ ان کو دشمن جان و ایمان سمجھ کر ان سے دور بھاگے، کیونکہ وہ امراض قلبی کو دور کرنے کی بجائے ان کی بیماریوں کو اور زیادہ کریں گے اور بڑھائیں گے ۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (پس اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھا دی) کیونکہ کفار سے میل جول ان کی خاطر دین میں مداہنت اہل باطل کے ساتھ تعلق اور چاپلوسی اور ان کی خوشی کے لئے صلح کل بن جانا روحانی اور قلبی امراض کو بڑھانے اور زیادہ کرنے والے بدترین اور خطرناک جراثیم ہیں جن کا دفعیہ آسانی سے نہیں ہو سکتا اور صراط مستقیم کی ہدایت کے لئے ان مقدس اور متبرک ہستیوں کے قدم لے جن کا اللہ تعالیٰ نے انعمت علیہم میں نشان اور پتہ بتایا ہے جن کا دم غنیمت ہے اور جن کی صحبت ہر دکھ کا مداوا اور ہر مرض کے لئے شفا ہے ۔

Marfat.com

مرد ملے تے درد ونجا دے اوگن دے گن کردا
کامل مرد محمد بخشا لعل بنائے پتھر دا

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ اپنے مکتوب نمبر ۵ دفتر اول میں فرماتے ہیں جب حکماء کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اسے فائدہ نہیں دیتی اگرچہ مرغ بریاں ہو بلکہ غذا اس صورت میں مرض کو بڑھا دیتی ہے

ع — ہرچہ گیرد علّتی علّتے شود

علّتی یعنی بیمار اچھی غذا بھی کھائے تو وہ بیماری بن جاتی ہے اور بیماری کو بڑھا دیتی ہے پس پہلے اس مرض کو دور کرنے کی فکر کرتے ہیں بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں پس آدمی جب مرض قلبی میں مبتلا ہو یعنی فی قلوبہم مرضٌ کوئی عبادت و طاعت اس کو فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس کے لئے مضر ہے۔ رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ۔

(بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔)

حدیث مشہور ہے وَ رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَاءُ

(بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے ان کے کچھ نصیب نہیں ہوتا)

خبر صحیح ہے ان امراض کا علاج کرنے کے لئے مشائخ بھی اول مرض کے دور کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے کیونکہ ہر شخص جو چاہتا ہے اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے اگر فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لئے اور اگر مال و ریاست حب جاہ ہے تو اپنے لئے۔ درحقیقت اس کا معبود اس کی نفسانی خواہش ہے جب تک ان کی قید سے آزاد نہ ہو جائے تب تک نجات مشکل ہے پس دانشمند علماء اور صاحب بصیرت حکماء پر اس مرض کے دور کرنے کا فکر لازم ہے اور ایسے مریضوں کو ان روحانی معالجین کی خدمت میں حاضر ہونا فرض اور واجب ہے۔ ○

Marfat.com

پند پیراں را پذیرا شود بجاں
تا رہی از خوف و مانی در اماں

پیروں کی نصیحت کو جان کے ساتھ قبول کر تاکہ خوف سے تو نجات حاصل کرے اور اماں میں رہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ (پ۴ ع)

(اور تم کیونکر کفر کرو گے تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے)

شانِ نزول

اوس و خزرج کے قبیلوں میں پہلے بڑی عداوت تھی اور مدتوں ان کے درمیان جنگ جاری رہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان قبیلوں کے لوگ اسلام لاکر باہم شیر وشکر ہوئے ایک روز وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے انس و محبت کی باتیں کر رہے تھے شاش بن قیس یہودی جو بڑا دشمن اسلام تھا اس طرف سے گزرا اور ان کے باہمی روابط کو دیکھ کر جل گیا اور کہنے لگا جب یہ لوگ آپس میں مل گئے تو ہمارا کہاں ٹھکانہ ہے ایک جوان مقرر کیا کہ ان میں بیٹھ کر ان کی پچھلی لڑائیوں کا ذکر چھیڑے اور وہ اس زمانے میں ہر ایک قبیلہ جو اپنی مدح اور دوسروں کی حقارت کے اشعار لکھتا تھا پڑھے۔ اس یہودی نوجوان نے ایسا ہی کیا اور اس کی شرانگیزی سے دونوں قبیلوں کے لوگ طیش میں آگئے اور ہتھیار اٹھالئے قریب تھا کہ خونریزی ہو جائے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر پاکر مہاجرین کے ساتھ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے جماعت اہل اسلام یہ کیا جاہلیت کی حرکات ہیں۔ میں تمہارے درمیان ہوں۔ اللہ تعالے نے تمہیں اسلام کی عزت دی۔ جاہلیت کی بلا سے نجات دی تمہارے درمیان الفت اور محبت ڈالی تم پھر زمانہ کفر کی حالت کی طرف لوٹتے ہو۔ حضور کے ارشاد نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور انہوں نے سمجھا کہ یہ شیطان کا فریب اور دشمن کا مکر تھا انہوں نے

Marfat.com

ہاتھوں سے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فرمانبردارانہ چلے آئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔
(خزائن العرفان)

استقامت علی الایمان کی بنیاد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں ایک اٹل قانون کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعد الایمان ایمان پر قائم رہنے اور کفر و ضلالت سے بچنے کے لئے دو چیزیں لازم اور ضروری ہیں ان دو اسباب کے بغیر نہ کفر و گمراہی سے بچ سکتے ہیں اور نہ ایمان پر استقامت نصیب ہو سکتی ہے وہ دو چیزیں یہ ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت میں موجودگی۔ شان نزول پر غور و تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وَ فِيكُمْ رَسُولُهُ سے جسمانی طور پر آپ کا موجود ہونا مراد ہے اور نہ روحانی طور پر کیونکہ آیت اللہ کو پڑھ کر سنانا اور ان پر عمل کر کے دکھانا اور ان میں بیٹھ کر وعظ و نصیحت کرنا اور ان کے شکوک و شبہات و خدشات کو ان کے دلوں سے دور کرنا اور ان کی لغزشوں اور غیر مشروع اقدامات سے ان کو آگاہ کرنا اور روکنا جسد مع الروح یعنی ظاہر اور جسمانی صحبت سے ہی ہو سکتا ہے نہ کہ روحانی صحبت سے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے ان ہی میں سے ہادی و مرشد بنا کر بھیجنا اسی رعایت سے ہے کہ ہدایت چاہنے اور طلب کرنے والے مبتدی ایسے ہادی و رہبر کے ساتھ نشست و برخاست رکھ کر اور حسن عقیدت و رعایتِ آداب کے ساتھ ان کی صحبت میں رہ کر مستفید اور مستفیض ہوں اور عرفانِ الٰہی حاصل کریں جس کے لئے وہ مقرر کئے گئے ہیں۔

آپ کے اس دنیا سے ظاہری طور پر رخصت فرما جانے کے بعد دو اسباب ہدایت میں سے ایک جاتا رہا اور ایک باقی رہ گیا یعنی کتاب اللہ موجود ہے جو تنہا اس معاملہ میں کافی نہیں ہے اگر یہ تنہا ہدایت کے لئے کافی ہوتی تو فیکم رسولہ کے مبارک الفاظِ قرآن کی ضرورت نہ تھی اور ہمیشہ ہی اپنے مواقع پر حسب ضرورت کسی نہ کسی طرح کتب الٰہیہ بندوں کی ہدایت

Marfat.com

کے لئے آجایا کرتیں اور کسی نبی یا رسول کے بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی لیکن سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ پہلے ہادی بھیجا جاتا اور پھر ہدایت کی کتاب اس پر نازل کی جاتی ہے قرآن کریم میں اس کی شہادت موجود ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں اور بجسد سالک ہم میں موجود نہیں لیکن روحانی طور پر تو آپ موجود ہیں اور آپ کی تعلیم اور سنت احادیث کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے وہ ہماری ہدایت کے لئے کافی ہے تو جواب یہ ہے کہ نبی تو حسب ارشاد حضرت سید المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم آنے سے رہے ہاں جھوٹے نبی اور دجال آئیں گے جو بجائے ہدایت کے گمراہی کی طرف لے جائیں گے اس لئے کتاب اور سنت پر عمل کرنے اور اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا مصداق بننے کے لئے صالحین امت یعنی سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائبوں اور وارثوں کی خدمت میں بصد حسن عقیدت اور ارادت خالص سے حاضر ہونا چاہیئے۔ جن کی طرف سے آپ نے اپنے ارشادات میں رہنمائی فرمائی ہے اور اپنی عدم موجودگی میں گمراہی سے بچنے اور ایمان پر قائم رہنے کے لئے ان کا دامن مضبوطی سے پکڑنے کا اپنی امت کو حکم فرمایا ہے جس طرح خالی کتاب اللہ بغیر اپنے لانے والے شارح دنبی و رسول کے ہدایت کے لئے کافی نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور جس پر خود یہ آیت قرآن کریم کی دلالت کر رہی ہے اسی طرح آپ کی تعلیم اور سنت جو کتابوں میں موجود ہے بغیر کسی واقف کتاب وسنت اور نائب رسول کے جس کی شان میں کالانبیاء کا مبارک لفظ حدیث میں آیا ہے ہدایت کے لئے تنہا کافی نہیں ہو سکتی اگر کوئی ہدایت کتابی شکل میں بغیر کسی نبی و رسول، ہادی و پیرو مرشد اور استاد کے اس معاملہ میں ہدایت کیلئے کافی ہوتی تو قرآن کریم جو تمام کتب ہدایات آسمانی کا جامع اور کامل و مکمل اور اس لحاظ سے افضل کتب الٰہیہ ہے سب سے زیادہ استحقاق رکھتا تھا کہ بغیر نبیکم رسولہ کے کافی، وافی، شافی سمجھا جاتا جب یہ آیت دلالت النص سے اس کی نفی کر رہی ہے تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخصت فرما جانے کے بعد جب کہ ختم نبوت کا اعلان حضورؐ خود فرما چکے ہیں اور تمام امت مرحومہ خصوصاً اہلسنت والجماعت کا اس پر کامل اجماع

Marfat.com

اور اتفاق ہے۔ ے

ہر نبوت را بر او شد اختتام
ہست او ختم رسل خیر الانام

(ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہوگئی اور سب انبیاء و رسل کے آپ خاتم ہیں۔)

کتاب و سنت پر عمل کرنے کرانے یعنی کفر و گمراہی سے بچنے بچانے اور ایمان پر قائم اور دائم رہنے کے لئے قیامت تک ایسی متبرک اور مقدس ہستیاں آتی رہیں گی جن کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ورثۃ الانبیاء اور کانبیاء کے الفاظ فرمائے ہیں اور اپنے بعد ان کی اتباع اور تقلید کا حکم فرمایا ہے (بخاری شریف) اور جن کا تعارف گذشتہ صفحات میں کرایا جا چکا ہے

عترت اور کتاب اللہ

ناظرین کی مزید تسلی و اطمینان اور واقفیت کے لئے ایک دو حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

صاحب تفسیر مظہری اس ضمن میں حضرت قتادہ رضی کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے لیکن تشریف لے جانے سے پہلے خلفا اور نائبوں کا پتہ دے گئے جو قیامت تک ہوں گے اس کے متعلق ایک حدیث تو آپ رضی نے زید بن ارقم رضی کی روایت سے مسلم شریف سے نقل کی ہے جس میں بتایا گیا ہے و انی تارك فیكم الثقلین (میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں) اس کو ترمذی شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں جو غالباً حج الوداع کے خطبہ میں فرمائی گئی تھی جس کا مطلب یہ ہے

لوگو! میں تمہاری طرح آدمی ہوں۔ مجھ پر بھی اللہ کا فرشتہ (ملک الموت) آنے والا ہے پس تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جو ایک دوسرے سے بہت بڑی ہیں۔ ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب اللہ جو آسمان سے لے کر زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ دوسرے میری عترت (میرے اہلبیت) اور وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ میرے حوض پر اکٹھے ہوں گے۔ تو سوچو! غور کرو میرے بعد

ان دونوں سے کیسا سلوک کرو گے

قاضی صاحب (مصنف تفسیر مظہری) آیت کی تشریح کے بعد اولیائے عظام اور اپنے اپنے وقت کے مجددین کو بھی اہل بیت کے تحت میں شمار کرتے ہیں جس سے مطلب آپ کا یہ ہے کہ آج بھی اگر کوئی شخص کفر و گمراہی سے بچنا اور اپنے ایمان کی سلامتی کو قائم رکھنا چاہتا ہے تو اولیائے کرام و پیران عظام کے قدموں سے لگا رہے کیونکہ یہ پاک اور مقدس ہستیاں حضور کے خلیفے اور نائب ہونے کے سبب وفیت کی رسولہ کی کمی کو پورا کر رہی ہیں خدا کا رستہ بتا ہی نہیں رہے بلکہ اکثر خوش نصیبوں کو وہاں تک پہنچا بھی رہے ہیں فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب نمبر ۳۹ میں فرماتے ہیں۔

"وجود اہل اللہ (انبیاء و اولیا) رحمت است ہم در حیات وہم بعد ممات فیوض و برکات کہ در حیات شاں ہم امیدوار آں باید بود"

ترجمہ:۔ اہل اللہ (انبیاء و اولیا) کا وجود رحمت ہے زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی۔ جو فیوض و برکات ان کی زندگی میں ان سے حاصل ہو سکتے ہیں ان کی موت کے بعد بھی ان کا امیدوار رہنا چاہیئے۔

فیوض و برکات مرنے کے بعد بھی ان سے حاصل ہو سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ فبکم رسولہ کی شرط کے بغیر کوئی شخص بھی ہدایت نہیں پا سکتا وہ خاص خاص لوگ ہیں اور بہت کم ہیں جو روحانی طور پر دور سے یا ان کی وفات کے بعد ان کے روح سے فیض حاصل کر سکتے ہیں لیکن یہ وجود ہی کی برکتیں ہیں کہ ان کی جسمانی صحبت سے ہر آدمی اپنی اپنی استعداد کیمطابق فیض حاصل کر سکتا ہے۔

نتیجہ:۔ نجات کے لئے ایمان کا صحیح اور عقیدہ کا درست ہونا شرط ہے گمراہی سے بچنا اور ایمان پر قائم رہنا بقول پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آیہ کریمہ منقولہ بالا ممکن نہیں جب تک کتاب اللہ اور کسی نائب و وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

Marfat.com

وسلم کے دامن کو مضبوطی سے نہ پکڑا جائے یعنی ان سے بیعت کرکے خلوص دلی سے ان کی فرمانبرداری نہ کی جائے اس لئے اولیائے عظام میں سے کسی ایک سے راہ و رسم صحبت برعایت آداب حسن عقیدت قائم کرنا بھی لازم اور ضروری ہوا ھوالمراد والحمدللہ علی ذالک

وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (پ ۴ ع ۱)

ترجمہ :- جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی طرف ہدایت کیا جاتا ہے۔

اعتصام باللہ کے معنی

اعتصام باللہ کے معنی اللہ کا دین مضبوطی سے پکڑنے کے ہیں مگر جو معنی صاحب تفسیر مظہری نے بیان کئے ہیں وہ نہایت موزوں معلوم ہوتے ہیں۔ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اپنی ساری توجہ کا مرکز بنانا۔ اس طرح سے کہ ادھر سے ایک دم بھی غفلت نہ ہو۔ ہر وقت حضوری محسوس ہو۔ یہی حضور دوام حق ہے جو خواجگان نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اعنہم نے اپنی خصوصیات میں ذکر فرمایا ہے اب آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو شخص اپنی توجہ ہر وقت اپنے اللہ کی طرف رکھے ایک دم بھی ادھر سے غافل نہ ہو حتٰی کہ حضور دوام حق کے مقام پر پہنچ جائے وہی صراط مستقیم پر ہے واصل باللہ ہونے والا ہے یا ہو گیا ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ط (۲ الفرقان)

میرا رب بلاشبہ صراط مستقیم (راہ راست) پر ملتا ہے یعنی صراط مستقیم ہی راہ (وصول الی الحق) حق ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس راہ کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ اور تصوف کی اصطلاح میں سلوک یا وصول الی الحق کی راہ کہتے ہیں اعتصام باللہ کے یہ کتنے صاف اور ستھرے معنی ہیں کہ کسی تاویل کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی حق تعالےٰ کی مراد بھی اس سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہی لوگ صراط مستقیم پر ہیں جن کی قلبی توجہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف ہے خواہ ان کا ظاہر دنیاوی تعلقات سے متعلق ہی ہو۔ ع

Marfat.com

"دست بکار دل بیار"

کے مصداق ہوں اور یہ مقام باحالت قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ ۱۸ ع ۱۱)

ایسے مردانِ خدا ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت جو کہ اسباب غفلت میں عظیم ترین اسباب سمجھے جاتے ہیں، یادِ حق سے روک نہیں سکتے۔ اگرچہ یہ مقام اس راہ کے منتہوں کا ہے مگر مبتدی بھی چونکہ اسی راہ پر گامزن ہیں اور عنقریب متوسط اور منتہی ہونے والے ہیں اگرچہ وہ پہلی منزل میں ہیں لیکن ہیں وہ بھی صراط مستقیم پر ہی۔ عیاں راچہ بیاں! چونکہ یہ مسلک اہل اللہ واولیائے کرام و پیرانِ عظام کثرہم اللہ تعالیٰ، کا ہے وہی صراط مستقیم پر قائم اور اس کی طرف دعوت دینے والے ہیں جیسا کہ اسی مضمون کی نمبر ۴ دلیل میں مفصل بیان ہو چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کا صراط مستقیم پر چلنا ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب و مطلوب ہے اور چونکہ صوفیائے کرام و پیرانِ عظام اور ان کے متوسلین ہی صراط مستقیم پر ہیں اس لئے اس راہ کی ہدایت اور اس راہ پر چلنے کی توفیق کے لئے نمازیں پڑھنا اور عملی کارروائی سیکھنے کے لئے ان مستقیم الحال اور صراط مستقیم پر مقیم حضرات کی صحبت کے لئے ان کے پاس بکثرت جانا نہایت ضروری ہے۔

ابتدا و انتہاءِ تقویٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (پ ۴ ع ۲)

"اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔"

آیۃ کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتمہ بالاسلام (والایمان) ہونے کے لئے ایمان اور کمال تقویٰ کی ضرورت ہے۔ مومنوں کو کمال تقویٰ کی ضرورت ہے مومنوں کو کمال تقویٰ کے حصول اور مسلمان ہو کر مرنے کا حکم ہو رہا ہے اور نفی و اثبات میں جو

Marfat.com

بحیثیت مسلمان مرنے کی تاکید کی جارہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان معہ کمال تقویٰ ہی صحیح اسلام اور اس پر عمل کرنے والا ہی سچا اور کامل مسلمان ہے یعنی اصلی مسلمان وہی ہے جو مومن متقی، اور پرہیزگار ہو۔ اللہ تعالیٰ اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتا ہو اور ہر وقت خائف و ترساں رہے کہ اس کا کوئی قول و فعل اور کوئی نقل و حرکت احکام شرعیہ کے خلاف نہ ہو جس سے اس کی فرمانبرداری (مسلمانی) میں فرق پڑے اور مولا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو بعض مفسرین اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ کی آیت کو فاتقوا اللہ ما استطعتم (پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جتنا تم سے ہو سکے) کی آیت سے منسوخ سمجھتے ہیں حالانکہ یہاں ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حق تقتہ میں سالک منتہی (انتہا) کے تقویٰ کا ذکر ہے اور ما استطعتم میں سالک مبتدی (ابتدائے) کے تقویٰ کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے ورنہ مومن فاسق کا قطعی جنتی ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ کتاب اور سنت کے خلاف ہے اور اہل سنت والجماعت میں سے کوئی اس کا قائل نہیں۔ بلکہ سب فرقے مسلمانوں کے مانتے ہیں کہ گنہگار مومن بقدر گناہ دوزخ میں رکھے جائیں گے اور ایمان کی بدولت سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے حالانکہ کافر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کامل الایمان و متقی مسلمان براہ راست جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ قرآن کریم اس مضمون سے مملو (بھرا ہوا) نظر آتا ہے جو چاہے اس میں نظر غائر و تدبر سے دیکھے نیز آیت کریمہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا پ۳ ع۸ (اللہ کسی نفس (جی) کو اس کی وسعت (طاقت و قوت) سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا) بھی اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ کی تائید و تصدیق فرما رہی ہے۔

وجہ استدلال

قرآن کریم میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ پ۱۱ ع۱۲ اولیاء اللہ کی تعریف میں آیا ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جو مومن و متقی ہیں۔ عوام الناس مسلمانوں کو ایسا ایمان ہی نصیب ہے نہ کامل تقویٰ۔ اس کے حصول کے لئے انہیں وہاں جانا چاہیئے جہاں سے

انہیں یہ نعمت مل سکے جس کا حصول اللہ تعالےٰ نے آیت بالا نمبر۲ میں واجب قرار دیا ہے اور یہ نعمت قرآن کریم کی رو سے اولیا اللہ کے ہاں موجود ہے اس لیے ان کی خدمت میں خلوص نیت وحسن عقیدت سے جانا اور اکثر وقت ان کی صحبت میں گزارنا چاہیئے تاکہ توجہ انعکاسی اور ان کی معیت کی برکت سے یہ نعمت حاصل ہو اور خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ کے رنگ پکڑنے (بدلنے) کی ضرب المثل صادق آئے ؂

با عاشقاں نشیں وہمہ عاشقی گزیں
ہر کس کہ نیست عاشق با او منشو قریں

(مومنین وکاملین وعاشقان خدا ورسول، خدا اور رسول کی محبت مال اور اولاد کی محبت کے مساوی نہیں۔ بلکہ زیادہ رکھتے ہیں جو منافی ایمان ہو ان کے نزدیک بھی مت جاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پ۶ ع ۱۰)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جس کی بدولت تمہیں اس سے قرب حاصل ہو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں فلاح ونجات، کامیابی، نیکی، حاصل کرنے کے لئے چار چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۱۔ ایمان ۲۔ تقویٰ ۳۔ وسیلہ ۴۔ جہاد۔

۱۔ **ایمان** یہ ہے کہ بندہ والہانہ عقیدت ومحبت کے ساتھ زبان سے اقرار کرے مع تصدیق قلبی کے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول برحق ہیں جو ہدایات کے لئے بھیجے گئے اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں سب حق ہے اور واجب التعمیل (مختصراً) اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقٌ بِالْقَلْبِ

۲۔ **تقویٰ**:۔ خدا سے ڈرنا یعنی دل میں ہمیشہ کھٹکا لگا رہے کہ ہم سے کوئی قول فعل اور کسی قسم کی نقل وحرکت ایسی سرزد نہ ہو کہ جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائے اپنی زندگی اس طرح بسر کرنا کہ ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوں اور اس کی رضا

Marfat.com

حاصل ہو سکے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

یاد داری وقت زادن تو ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردنِ تو ہمہ گریاں بکنند و تو خنداں

ترجمہ :۔ تجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تو سب گھر والے ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا اب اس جہاں میں اس طرح زندگی گزار (خوف خدا سے ایسے اچھے عمل کر) کہ مرنے کے وقت تو تو ہنستا ہوا یہاں سے جائے جیسا کہ محب محبوب کو ملنے جاتا ہے اور یہ سب تیری نیکیاں اور احسان یاد کر کے روتے رہیں۔

۳۔ وسیلہ :۔ وسیلہ کے معنی ذریعہ اور واسطہ کے ہیں اس سے مراد سفارشی شافع (شفاعت کرنے والے) اور وکیل بھی لیتے ہیں اور وسیلہ ایک خاص مقام درجات عالیہ کا نام بھی ہے جو فقط امام الانبیا والمرسلین سید الاولیاء والصالحین محبوب رب العالمین جناب رحمۃ اللعالمین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا جائے گا آپ بارگاہ رب العزت میں اس ہولناک اور ہیبتناک دن (قیامت کے) جب کہ تمام انبیا اور مرسلین نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے سب کا وسیلہ بنیں گے اور سفارش و شفاعت باذن اللہ فرمائیں گے۔

۴۔ جہاد :۔ جد و جہد کرنا، دنیا میں بقائے ہستی کے لئے کافروں سے اسلام و ایمان کے لئے لڑنا نفس کا فریب سے اس کے شر اور ضرر سے بچنے کے لئے اس کا مقابلہ کرنا جو ہر قسم کے جہاد سے مشکل اور اہم ہے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے منقول ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رجعنا من الجھاد الاصغر الی جھاد الاکبر (الحدیث) ہم نے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کیا یہ اس وقت فرمایا جب کہ کافروں پر غالب آگئے ان کی لڑائی سے فراغت پا کر تشریف لا رہے تھے یعنی کافروں سے لڑنا تو اب ختم ہوا اب نفس کا فریب کے ساتھ مقابلہ ہے جو کفار کے مقابلہ سے سخت تر اور مشکل ہے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرتے رہو اس کے احکام کی تعمیل میں اچھے عمل کرو اور برے اعمال سے بچتے رہو اور اس کی طرف (دربارگاہ

Marfat.com

رب العزت میں) وسیلہ لاؤ جس کی بدولت تمہیں ایمان وتقویٰ پر استقامت نصیب ہو اور قرب حق حاصل ہو اور اس کی راہ میں وصول الی اللہ کے حصول کے لئے جہاد بالنفس کرو تاکہ تم فلاح پاؤ کامیاب اور بامراد ہو جاؤ) وسیلہ سے مراد یہاں پیر ومرشد ہے اور یہ الفاظ ولی اور نبی کے لئے یکساں بولے جاتے ہیں۔ مولانا رومؒ (مثنوی)

از بروں پیر است ودر باطن صبی
خود چہ چیز است آں ولی وآں نبی

ترجمہ:۔ بظاہر وہ بوڑھا ہے اور باطن میں بچہ ہے، جانتے ہو کہ وہ کیا ہے؟ وہ ولی ہے اور نبی ہے۔ شعر میں پیر سے مراد پیر طریقت ہے پیر چونکہ رہبر اور مصلح ہوتا ہے اس لئے ولی اور نبی دونوں پر یہ نام صادق آتا ہے۔ ولی خاص اپنے متوسلین اور اپنے سلسلہ میں داخل ہونے والوں کا پیر ہے اور نبی اپنی ساری امت کا پیر ہے جب تک بکثرت جسمانی صحبت پیر کی میسر نہ ہو روحانی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی اور جب تک روحانی نسبت صحبت حاصل نہ ہو۔ حصول فیض کے لئے جسمانی صحبت کی اشد ضرورت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت مبارکہ سے ظاہر ہے جس کا ذکر پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں روحانی طور پر موجود ہیں اور اہل اللہ در روحانی پیشواؤں کو جو آپ کے صحیح خلفا اور نواب ہیں فیض پہنچا رہے ہیں اور قیامت تک پہنچاتے رہیں گے لیکن چونکہ عام مسلمان اور سالک مبتدی جسمانی صحبت کے محتاج ہیں جس کے بغیر وہ فیض یاب نہیں ہو سکتے اس لئے انہیں ایک ایسے استاد اور ہادی ومرشد کی ضرورت ہے جو صحیح معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ اور نائب ہو اور وہی پیر کامل ہے

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

ترجمہ:۔ جب تو نے پیر کو قبول کر لیا تو خدا اور رسول کو بھی قبول کر لیا کیونکہ فیضان حق کے حصول کے لئے اولیا کا واسطہ اور وسیلہ ضروری ہے جس کا ثبوت خاص

Marfat.com

طور پر قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے فرشتوں کو اسماء کی تعلیم میں ملتا ہے جس کی طرف مولانا روم اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں ؎

آدمے را او بخویش اسماء نمود
دیگراں را ز آدم اسماء می کشود

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسی کی تعلیم فرمائی اور دوسروں پر آپ کے ذریعے سے منکشف (ظاہر) ہوگئے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو اسماء سکھا دیئے اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ (پ ۱ ع ۴) (ان کے نام بتاؤ) ان کے ذریعہ سے فرشتوں کو ان اسماء سے آگاہی بخشی اسی کی تائید میں مولانا مزید فرماتے ہیں ؎

آب خواہ از جو بجو یا از سبو
کیں سبو را ہم مدد باشد ز جو

ترجمہ :- پانی خواہ نہر سے حاصل کرو خواہ گھڑے سے، یہ ایک ہی بات ہے کیونکہ اس گھڑے کو نہر سے ہی (پانی کی) مدد ملتی ہے ؎

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور
نور مہ ہم ز آفتاب است اے پسر

ترجمہ :- نور یعنی روشنی خواہ چاند سے طلب کرو خواہ سورج سے ایک ہی بات ہے اے عزیز چاند کا نور بھی (حسب تحقیق حکمت کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس) سورج ہی سے ہے ؎

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم
گفت پیغمبر اصحابی نجوم

ترجمہ :- جب تم ہدایت کے روشن ستاروں کو دیکھو۔ تو ان سے نور معرفت حاصل کرو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں

حاشیہ :- صاحب مفتاح العلوم حاکم اور طبرانی سے بروایت عبداللہ بن بسر ایک حدیث

Marfat.com

لائے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خوشی ہے اس شخص کو جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا اور خوشی ہے اس شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کر چکا ہے اور اس شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کرنے والے کی زیارت کر چکا ہے اور مجھ پر ایمان لایا ہے خوشی ہے ان سب کو اور اچھی بازگشت (مولانا احمد حسن) اس حدیث سے اس سابق مضمون کی تائید ہوتی ہے یعنی ایک اصحابی کی زیارت اس لئے بابرکت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اولیائے امت بھی اسی متابعت و وراثت کے طور پر حضور کے دیکھنے والوں میں شامل ہیں اسی طرح ایک ولی اللہ کا فیض اس لئے فیض حق کی مانند مماثل ہے کہ اس کا فیض بھی حق تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے مولانا اس کی تائید میں خوب مثال بیان فرماتے ہیں۔

چوں چراغے نور شمع را کشید!
ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید
ہم چنیں تا صد چراغ ار نقل شد
دیدنش آخر لقائے اصل بد

ترجمہ:۔ جب ایک چراغ نے کسی شمع سے نور حاصل کیا تو جس نے اس چراغ کو دیکھا۔ یقیناً اس شمع کو دیکھا اسی طرح اگر سو چراغ تک بھی ایک دوسرے سے روشنی نقل ہوتی چلی جائے تو آخری چراغ کو دیکھنا سب سے پہلے چراغ کو دیکھنے کے برابر ہوگا۔

صاحب مفتاح العلوم ایک نقطہ یہاں لکھتے ہیں۔ کہ بیعت طریقت کے مشہور سلسلوں میں سے کسی سلسلہ سے بیعت کی تو گویا اس نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے ساتھ ملایا کیونکہ اس نے اپنے پیر سے ہاتھ ملایا ہے اور اس کے پیر نے اپنے پیر سے ہاتھ ملایا تھا اسی طرح یہ سلسلہ صحابہ تک اور صحابہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تک پہنچا ہے پس اس مرید نے ایسے ہاتھ کو چھوا ہے جو تواتراً (سلسلہ بہ سلسلہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دست مبارک کو چھونے کی فضیلت حاصل کر چکا۔ اور فیض و برکت حاصل کر چکا

Marfat.com

روایت:۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قول الجمیل میں اپنے والد مرشد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس دو مولوی صاحبان نے آکر ضرورت شیخ کا ثبوت طلب کیا آپ نے یہی آیت "وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ" پڑھ کر فرمایا وسیلہ سے یہاں مراد پیر کی ذات ہی ہے انہوں نے کہا کہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کا ذکر و تعلق "الذین آمنوا" میں آچکا ہے پھر انہوں نے کہا کہ وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں آپ نے فرمایا اعمال صالحہ "اتقوا اللہ" میں آگئے اس لئے یہاں وسیلہ سے مراد پیر ہی ہے اور کچھ اس کے معنی نہیں بن سکتے مولوی صاحب لاجواب ہو کر چلے گئے"۔ قول الجمیل۔

علمائے ربانی کی جماعت

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پ ۴ ع ۲)

ترجمہ:۔ اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (کنزالایمان)

اس آیت سے امر معروف و نہی عن المنکر کی فرضیت اور اجماع کی حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے (خزائن العرفان) اس آیت میں بظاہر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ ان میں مبلغین اسلام کی ایک جماعت ہونی چاہیئے۔ جو نیکی اور بھلائی کی راہ دکھایا کرے اور اعمال صالحہ کرنے کا حکم اور برے اعمال سے منع کیا کرے" رد کا کرے" چونکہ تبلیغ احکام الٰہیہ (شریعت اسلامیہ) فرض ہے اس لئے ایسی جماعت یا اشخاص کا ہونا بھی جو اس نیک فریضہ کو ادا کرتی اور کرتے ہیں ضروری اور لازمی ہوا۔ پہلی امتوں میں بھی یہ سلسلہ رشد و ہدایت اسی طرح جاری رہا کہ ہر امت میں حقیقی داعی اور مبلغ یعنی رسول کے بعد ان کے نائب خلیفے (علمائے ربانی) ہوتے رہے جو رسول وقت کی ہدایات کے مطابق احکام الٰہی کے ماتحت رشد و ہدایت کا کام کرتے رہے جس کا ذکر تفصیل سے پہلے کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اسی سنت الٰہیہ کے احیاء کا اس مذکورہ بالا آیت میں بیان ہے جو اس مبلغ اعظم امام الانبیاء والمرسلین وسید الاولیاء والصالحین ہمارے حضور پُرنور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس میں آپ کی امت پر بھی وہی انعام مرحمت فرمایا گیا یعنی خلفاء اور نواب انبیاء کی جماعت ہونے پر زور دیا گیا اور اسے فرض قرار دیا گیا اور اسی سبب سے حضور پرنور کی امت کو خیر امت کہا گیا ہے کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۝ پ ۴ ع تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں کا لقب عطا فرمایا گیا چنانچہ ترمذی کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جو ذیل میں ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا دست راست (MA IN BODY) سوادِ اعظم (بڑا گروہ) پر ہے جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔ یہی علمائے ربانی ومشائخ حقانی کی مقدس وبرگزیدہ جماعت ہے۔ جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ کیا گیا ہے اور یہی پاک لوگ حقیقت میں مبلغین اسلام کہلانے کے مستحق ہیں اور ان ہی صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی بدولت اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا آج بھی یہی مقدس ہستیاں اپنے سلف صالحین متقدمین کی طرح سرگرم عمل ہیں بھولے بھٹکے ان کی طفیل راہ پر آرہے ہیں۔ بڑے بڑے رہزن، ڈاکو، اور سیاہ کار ان کی ہمت و برکت سے سچے دل سے تائب ہوکر سعادت دارین حاصل کر رہے ہیں۔ اک بے لوث خدمتِ اسلام اور فی سبیل اللہ رشد وہدایت کا نظارہ دیکھنا ہو تو علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں اعلیٰحضرت امیر ملت قبلہ شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

بقا یا دش چو عمر نوح بل بیش
کزو خورسند اند بیگانہ و خویش

کے دربار شریف کی زیارت کریں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا درس عملی اور حقیقی لباس میں دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فلاح ونجات اور کامیابی کے طالبوں کو ضروری ہے کہ حصول مدعا کے لیے ان مُفْلِحُوْن (بامراد در خدا رسید)

Marfat.com

بزرگوں کے ساتھ تعلق روحانی استوار کریں۔ ان کی صحبت میں رہیں ان کی خدمت کریں تاکہ مراد کو پہنچیں۔ کیونکہ ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن حقیقت و معرفت سے پیراستہ ہے ؎

ان کی صحبت دیو کو کر دے ملک
ہے اثر صحبت میں ان کی یاں تلک

جس صبغۃ اللہ میں وہ رنگے ہوئے ہیں ان کا ہم نشین بھی اسی رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے ؎

صحبت مردے اگر باشد نصیب
دولت جاوید یابی اے حبیب

اگر کسی مرد کامل صورت و سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے ناقل کی معیت حاصل کرے گا۔ تو اے عزیز دولت جاوید فلاح دارین و سعادت کونین پائے گا۔ یہی اس آیت مذکورہ بالا کا مقتضا ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔

پیر راہگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست پر از آفت و خوف و خطر

کسی بزرگ داعی الی اللہ ہادی و رہبر کا دامن مضبوط پکڑ کہ اس کے بغیر اس راہ کا طے کرنا خوف و خطر میں پڑتے اور آفتوں میں مبتلا ہونے سے خالی نہیں (مثنوی)

آں رہے کہ بارہا تو رفتہ
جز قلاوز اندر آں آشفتہ
پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ
ہین مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
ہر کہ تنہا نادرا ایں رہ را برید
ہم بعون و ہمت پیراں رسید

Marfat.com

ترجمہ:۔ اس صحرائے عالم اور دنیا کی زندگی کے سفر میں تو کئی بار آیا، گیا ہے کسی ہمراہ اور رہبر کے بغیر پریشان ہی ہوا ہے پھر جس راہ کو تو نے دیکھا ہی نہیں اس میں اکیلا نہ جا اور راستہ دکھانے والے کو ساتھ لینے سے انکار نہ کر کیونکہ جس کسی نے اکیلے اس راہ کو طے کیا ہے تو وہ بھی ان پیران کرام (اللہ کی طرف راہ دکھانے والوں) کی مہربانی، ہمت اور مدد سے منزل مقصود پر پہنچا ہے۔

ان کے مبارک قدموں اور نفس کش کے سایہ تلے ہی یہ راہ بآسانی طے ہو سکتی ہے۔ جس طرح شریر بچے استاد کے سامنے اپنی شرارتیں بھول جاتے ہیں اسی طرح نفس امارہ ان روحانی استادوں کے سایہ تلے رہ کر اپنی شوخی و شرارت اور سرکشی بھول جاتا ہے اور اخلاق سیاہ اور عادات ذمیمہ سے باز آجاتا ہے اسی لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر

دامن آں نفس کش راسخت بگیر

مرشد کامل کے سایہ تلے رہ کر ہی نفس کی خواہشات مر مٹ سکتی ہیں اور نفس قابو میں آجاتا ہے اور آہستہ آہستہ "وادخلی جنتی" (میری جنت میں داخل ہو جاؤ) کا مستحق بن جاتا ہے اس لئے ایسے نفس کش کے دامن کو مضبوط پکڑ اور اس کے سایہ میں (ہدایت پر) زندگی بسر کر اور راہ حق سے بال بھر بھی ادھر ادھر نہ ہو اور ان مقبولان بارگاہ رب العزت کی معیت و خدمت کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت جان کر ہمیشہ ان کا شکریہ ادا کرتا رہ کیونکہ ان کا دامن تھامے بغیر گمراہی سے بچنا محال ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان کی اتباع میں راہ حق پر گامزن ہو گئے وہ عنقریب "یحببکم اللہ" (اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اپنا دوست بنالے گا) کا انعام اور بلند مقام پالیں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا) چونکہ اس دنیا میں ہزاروں راہزن اور ڈاکو سرمایۂ دین و ایمان کو چھیننے کے لئے پھر رہے ہیں مفلحون (محافظ دستہ) کے ساتھ ہو لو ان کا دامن پکڑ لو تاکہ یہ راہ بے خوف و خطر طے ہو اور خاتمہ بالایمان نصیب ہو جائے اگر نفاق، افتراق اور خطوات الشیطٰن (شیطانی راستے سے) جو سیدھا جہنم کو لے جا رہے ہیں بچنا چاہتے ہو تو

جنتی گروہ میں رہ کر جنت میں جانا چاہتے ہو تو وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا پر عمل پیرا ہو جاؤ (پ ۴ ع ۲)

ترجمہ :۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ سب مل کر اور آپس میں پھوٹ نہ جانا۔

حبل اللہ کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے قرآن مراد ہے اور فرمایا تم جماعت (سوادِ اعظم۔ بڑا گروہ) کو لازم پکڑ لو۔ کہ وہ حبل اللہ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپس میں پھٹ نہ جانا جیسا کہ یہود و نصاریٰ متفرق ہو گئے اس آیت میں ان افعال و حرکات کی ممانعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا باعث ہوں طریقہ مسلمیں مذہب اہل سنت ہے اس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کرنا دین میں تفریق اور ممنوع ہے (خزائن العرفان) مسلم کی حدیث شریف کا مطلب تو صاف ہے کہ حضور پر قرآن کا نزول ہوا اور آپ نے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ (پ ۲۸ ع ۱۱) کے ماتحت لوگوں کو پڑھ کر سنایا جنہوں نے اس پر عمل کیا۔ وہ ہدایت پر جنہوں نے اس کو چھوڑا۔ اس پر عمل نہ کیا وہ گمراہی پر تو گویا قرآن کی اتباع موقوف ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت پر اگر آپ ان کو پڑھ کر نہ سناتے اس پر عمل کرنا نہ سکھاتے تو ان کو اس (قرآن کریم) کی اتباع کیسے نصیب ہو سکتی۔

سوادِ اعظم

اس حدیث شریف کا بھی وہی مطلب ہو سکتا ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اور وہ بھی ایک دوسری صحیح حدیث سے غالباً ماخوذ ہے جو ذیل میں ہے

عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

جو اس حدیث کی صحیح تفسیر معلوم ہوتی ہے (لازم پکڑو بڑے گروہ یعنی جماعت کو۔ اللہ کا دست رحمت جماعت پر ہے جو اس سے الگ ہوا جہنم میں گرا۔ اس حدیث شریف میں جماعت کا لفظ سواد اعظم کا بدل ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ اہل سنت والجماعت ہی سب سے بڑا گروہ ہے تو اسی پر اللہ کا دست رحمت ہے۔ اسی لئے وہی جنتی ہے اور اس سے الگ ہونے والا دوزخی! چونکہ اولیاء اللہ کو بسبب اپنی بلندیٔ نسبت و مقام کے کہ وہ مومن متقی اور اللہ کے دوست اور پیارے ہیں جنت کی

بشارت ہے اس لئے ان کا وجود بھی فقط اہلسنت والجماعت ہیں ہی ثابت ہوا نہ کسی دوسرے فرقے میں جن کو حدیث میں دوزخی کہا گیا ہے ؎

سایۂ یزداں بود بندۂ خدا مردہ ایں عالم و زندہ با خدا

دامن او گیر زود تر بیگماں تارہی از آفتِ آخر زماں

ترجمہ :۔ خدا کا بندہ (مرد کامل) خدا کا سایہ ہوتا ہے کیونکہ وہ مقامات فنا و بقا طے کر چکا ہے اپنی ہستی کو اس کی ہستی میں فنا کر کے زندہ و جاوید بن چکا ہے۔ بغیر کسی شک و شبہ کے اس کے دامن کو خدا کا دامن (حبل اللہ) سمجھے کہ ؎

نائب است و دستِ او دستِ خدا است

خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اس لئے اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے اور اس کا دامن خدا کا دامن ہے اس کا دامن پورے یقین کے ساتھ بہت جلدی تھام لے تاکہ آخری زمانے کے فتنہ و فساد اور لامذہبی اور الحاد کی آفتوں سے جس کا ذکر احادیث میں آچکا ہے تو نجات پائے اب اہل اللہ (اللہ والوں کا) دامن اور اللہ کی رسی متعارف اور مترادف (ہم معنی) ہوئے اور آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اہل اللہ (مشائخ) کا دامن مضبوط پکڑ لو۔ کہ بسبب حامل قرآن و عامل بالقرآن ہونے کے وہ مجسم قرآن و پیکر قرآن ہیں اور حقیقت میں ان کا دامن ہی اللہ کی رسی ہے اور ان سے دور اور الگ ہو کر فرقہ فرقہ نہ بنو کیونکہ ان سے دور ہونا اور ان کے دامن کو چھوڑنا اللہ کی رسی کو چھوڑنا ہے چنانچہ حضرت مولانا روم لکھتے ہیں۔ (مثنوی)

دور گشتی از حضور اولیا در حقیقت گشتہ دور از خدا

ترجمہ :۔ یعنی تو ولی اللہ سے دور نہیں ہوا۔ بلکہ حقیقت میں خدا سے ہی دور ہو گیا ہے کیونکہ اولیا کے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ان کی شان میں آیا ہے۔ کہ "ھم جلساء اللہ" یعنی اولیاء اللہ کے ہم نشین ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا!

او نشیند در حضور اولیا

ترجمہ :۔ جو کہ چاہے ہم نشینی خدا چاہیئے ہو ہم نشینِ اولیا

Marfat.com

جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہے وہ اولیاء کے حضور بیٹھا کرے کیونکہ وہ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ الحمد للہ کہ اس آیت کریمہ سے ہر زمانہ میں ضرورت شیخ ثابت ہوئی۔

تشریح مجسم قرآن

تاریخ اسلام اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے حالات سے واقف اور باخبر حضرات پر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی فوجیں بالمقابل ہوئیں۔ تو دونوں طرف مسلمان سمجھ کر صلح کی کوشش کی گئی تاکہ مسلمان اس قتل عظیم سے بچ جائیں۔ دونوں جانب سے ایک ایک حکم (منصف) مقرر ہوا کہ جو یہ فیصلہ کریں طرفین کو منظور ہوگا۔ عین اس موقع پر چار ہزار مسلمانوں کی ایک جماعت جو بڑے باشرع اور متقی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی فوج سے الگ ہوگئے آیت کریمہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم اللہ کا ہے اس کے سوا کوئی حکم (فیصلہ کرنے والا) نہیں۔ پڑھ پڑھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا کہ انہوں نے حکم مقرر کرکے قرآن کریم کے خلاف کیا ہے اور قرآن کریم نیزوں پر لٹکا کر سارے کے سارے (چار ہزار) آپ کے مخالف اور دشمن ہوگئے۔ آپ نے اس وقت قرآن کریم نیزوں کے سروں پر لٹکا دیکھ کر اور ان کے قرآن کریم سے غلط استناد کرنے پر فرمایا ان کاغذوں پر لکھے قرآن کو بے سمجھے بوجھے پیش کرتے ہو اور میں مجسم قرآن تم میں موجود ہوں میری طرف خیال نہیں کرتے اور میری بات نہیں سنتے ہو۔ حالانکہ میں حق پر ہوں اور قرآن کریم کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ وہ نہ مانے اور سب کے سب تہ تیغ ہوئے کیونکہ ان کا فتویٰ غلط تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو کافر کہہ کر وہ کافر ہوگئے کافر و دشمن اسلام سمجھ کر مار ڈالے گئے۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آپ نے نیزوں پر لٹکائے ہوئے مجلد قرآنوں کو قرآن سمجھتے ہوئے خود کو مجسم قرآن فرمایا یعنی اپنے آپ کو حامل قرآن اور ماہر و عامل بالقرآن سمجھ کر مجسم قرآن کہا اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ عوام اپنی کم فہمی و ناواقفی کے باعث قرآن کریم سے غلط استدلال کرکے گمراہ ہوسکتے ہیں حالانکہ وہ قرآن کریم سراپا ہدایت نور رحمت ہے اور مجسم قرآن جو ماہر علوم ظاہر اور واقف اور محرم علم اسرار ہیں اپنی حقانیت اور صداقت کی بدولت گمراہوں کو بھی باذن اللہ راہ پر لے آتے ہیں۔

Marfat.com

اسباب کی حکمت

۱۰۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا (پ ع ۹)

بس کہا ہم نے مارو یعنی چھواؤ۔ مقتول کی لاش کو ساتھ بعضے ایک ٹکڑے اس گائے کے۔ تفاسیر میں لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے وہ مقتول (مردہ) زندہ ہو گیا اس مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دیا۔ اور فوراً پھر وہ مردہ ہو گیا۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اس قصہ پر غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو تو ویسے ہی زندہ کرنے کی قدرت تھی یا زندہ کئے بغیر قاتل کو ظاہر کر سکتے تھے پھر اس سامان کی کیا ضرورت؟ یہ تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی فعل مجبوری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مصلحت اور حکمت کے لئے ہوتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پوری حکمتیں ہر واقعہ کی حق تعالیٰ ہی کے احاطہ علم میں آسکتی ہیں۔ چنانچہ ایک بات تو اللہ تعالیٰ نے خود ظاہر فرما دی ہے کہ اسی طرح قیامت میں مردوں کو زندہ کریں گے گویا منکرین قیامت کا جواب دیا ہے سنا ہوا تھا کہ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار"

اس لحاظ سے یہ کہنا اور بھی سخت تر تھا کہ

"مردہ را مردہ کے کند جاندار"

یعنی مرا ہوا مرے ہوئے کو زندہ نہیں کر سکتا لیکن اس واقعہ مذکورہ فی القرآن سے یہ ضرب المثل غلط ثابت ہو گئی ہے خفتہ نے خفتہ کو بیدار نہیں کیا بلکہ مردہ (ذبح شدہ گائے کے ٹکڑے) نے مردہ (مقتول) کو زندہ کر دیا ایسا زندہ کہ اس نے کلام کی اور اپنے قاتل کا نام اور پتہ دیا۔ لوگ اس کی زندگی سے مستفیض ہوئے بظاہر تو ابھی اشکال موجود ہے کہ گوشت کا لوتھڑا لاش کیساتھ مس کرنے سے لاش کیسے زندہ ہو گئی لیکن جب **فقلنا** پر نگاہ پڑتی ہے تو یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے اور کوئی شک باقی نہیں رہتا **فقلنا** (قدرت وقوت حق) نے ادھر گائے کا گوشت جو بظاہر بے جان اور مردہ تھا میں بجلی دیسرٹ۔ (روح) کی فل کرنٹ یعنی پوری طاقت پیدا کر رکھی تھی اور ادھر مقتول کی لاش میں حضرت آدم کے بت کیطرح

Marfat.com

(جو جی اٹھنے میں نفخ روح کا منتظر تھا) قبولیت روح کی استعداد پیدا کر رکھی تھی۔ مس کرنے کی دیر تھی کہ فقطنا کی پیدا کردہ بجلی لاش میں سرایت کر گئی مردہ نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کھڑا ہوا۔ الیکٹرک ٹریٹمنٹ (بجلی سے علاج) سے ہسپتالوں میں آپ یہی دیکھتے ہیں کہ جن بیماروں کے اعضاء بازو۔ ٹانگیں وغیرہ) سوکھ جاتے ہیں ان کا گوشت اور پٹھے شل ہو جاتے ہیں۔ جب متواتر کئی دن تک بجلی ان پر لگائی جاتی ہے تو آہستہ آہستہ ان مردہ گوشت اور پٹھوں میں طاقت آجاتی ہے اور اکثر وہ صحیح اور تندرست ہو جاتے ہیں (جی اٹھتے ہیں) یہ یاد رہے کہ بجلی تقریباً ہر جاندار اور بے جان جسم میں پائی جاتی ہے اس کے گزرنے اور سرایت کرنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ جسم جاندار (زندہ) ہی ہو جس طرح وہ جاندار میں سے گزرتی ہے اسی طرح بے جان جسم میں بھی سرایت کرتی اور اس میں سے گزر جاتی ہے۔

دست قدرت

انسانی ہاتھوں میں بھی بجلی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ زندہ انسان کے بے جان اور بے حس اعضا کو طاقت بخشی اور انہیں زندہ کر دیا لیکن خدائی قدرت کے ہاتھوں میں یہی بجلی حقیقی مردوں کو حقیقی زندگی بخشتی ہے جیسا کہ اسی قصۂ قرآن سے اس کا ثبوت ملتا ہے چونکہ انبیاء و اولیا کے ہاتھ بھی خدائی ہاتھ ہوتے ہیں جب کہ قرآن کریم سے یہ بات ثابت ہے۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ پ ۹ ع ۱۶ (اور آپ نے مٹھی خاک نہیں پھینکی لیکن اللہ نے وہ پھینکی) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں (وہ در واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) اسی لئے مردہ دل ہمیشہ اور اکثر ان کی صحبت اور مجلس میں (مصافحہ معانقہ کرنے سے) زندہ ہوتے ہیں اور قیامت تک زندہ ہوتے رہینگے اور یہی خدائی بجلی ان کے ہاتھوں (غیر مرئی (نہ نظر آنے والی) طور پر طرح طرح کے معجزات اور کرامات دکھاتی رہی ہے اور دکھاتی رہے گی۔ فقط دیکھنے والی آنکھ کی ضرورت ہے۔

دل کے اندھے

جو لوگ باوجود آنکھیں رکھنے کے بے بصیرت ہیں اور موجودہ زمانہ میں انسانی ہاتھوں میں بھی یہ کرامات دیکھ کر ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو وہ معذور ہیں جادو یا سحر سمجھیں یا سرے سے انکار ہی کر دیں یا باوجود معجزات و کرامات کا قائل ہونے کے اپنی اس اندھی اور بے بصیرت ترازوئے عقل سے ان کی لمبائی چوڑائی (چھوٹا بڑا اور کم و زیادہ ہونا) ناپتے ہیں اس طرح قدرتِ حق کا خود بھی مذاق اڑاتے ہیں اور لوگوں کو بھی استہزاء کا موقع دیتے ہیں عوام تو پہلے ہی جدید تہذیب کا شکار ہو کر مذہب حق سے دور اور الٰہیات سے نفور ہو چکے ہیں یہ نام کے واعظ اور حقیقت سے ناآشنا مبلغ علوم الٰہی اور قدرت حق سے ناپ تول کرنے والے قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ہ پ ۶ (پہلے خود غلطی میں پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال رہے ہیں) کے مصداق خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں اور اس کے صلہ میں واہ واہ۔ مرحبا اور شاباش حاصل کر رہے ہیں۔ ع

بریں علم و دانش بباید گریست

(اس علم و سمجھ پر رونا چاہیئے) اس آیت مذکورۃ الصدر میں تفسیری عبارت یہ ہوگی۔ اِنِ اضْرِبُوْا بِبَعْضِهَا وَقُلْ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ (یعنی ذبیحہ گائے کے گوشت کے کسی ٹکڑے کو مقتول کی لاش پر مار دیا چھوا دو اور کہہ اٹھ اللہ کے حکم سے گویا "فقلنا" یہاں قم باذن اللّٰہ کے حکم میں ہے اور چونکہ ارادہ الٰہی یہی تھا کہ مقتول کو زندہ کر کے اسی کی زبان سے قاتل کا نام و پتہ ظاہر کرایا جائے تاکہ لوگوں پر جو قاتل کو چھپا رہے تھے اتمام حجت ہو اسی لئے بجائے اس کے کہ وَ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ (اور جب کسی کام کو اللہ تعالیٰ پورا کرنا چاہتا ہے تو بس اس کام کی نسبت اتنا فرما دیتا ہے کہ "ہو جا" پس وہ اسی طرح ہو جاتا ہے) کی آیت کریمہ کے مطابق اختیار خصوصی سے کام لے کر براہ راست مقتول کو زندہ کر دیتے یا بغیر زندہ کئے اس کا پتہ بذریعہ الہام فرما دیتے مگر اللہ تعالیٰ نے دوسرا طریق کار (مظاہرہ قدرت) اختیار کیا اور موجودہ لوگوں اور قیامت تک آنے والے

Marfat.com

لوگوں پر ظاہر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ''کن فیکون'' کے ماتحت بغیر وسیلہ و سبب درمیان لانے کے جو چاہے کر سکتا ہے لیکن اس نے اپنی قدرت کو اسباب کے تحت چھپا رکھا ہے بعینہ یہی طریقہ شعبہ رشد و ہدایت میں بھی اختیار فرمایا ہے اگرچہ ہیرد یا دی مطلق خود آپ ہی ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک جن کو ہدایت ہوئی ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے ذریعہ اور وسیلہ سے ہوئی ہے اور سارا قرآن کریم اس امر کی شہادت سے پُر ہے۔

وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو مردہ کو مردہ کے ساتھ مس کرنے اور چھوا دینے سے زندہ کر دیتا ہے تو کیا وہ مردہ دل کو مردہ دل کے ساتھ مس کرنے سے زندہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اس کی نظیر اوپر موجود ہے اسی طرح خوابِ غفلت میں سوئے ہوؤں کو کسی دوسرے یادِ حق سے غافل کے ساتھ ٹکرانے سے بیدار اور ہشیار نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے اس کی مثال میں کہا گیا ہے کہ عالم اگرچہ بے عمل اور بدعمل بھی ہو اس کے علم سے دوسرے بے علموں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو پھر کیا ایک زندہ دل (یادِ حق میں بیدار اور ذاکر دل) کے ساتھ جو مردہ اور غافل دل مس کرے وہ زندہ اور یادِ حق میں بیدار نہ ہوگا؟ یقیناً ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے ہدایت پائیں، راہ راست پر آئیں اور اس کی (اللہ تعالیٰ کی) یہ خواہش و چاہت بعثت انبیاء سے ثابت ہے وہ زندہ دل اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والے یہی مشائخ عظام اور پیران کرام کثرھم اللہ ہیں جن کے دلوں سے دل ملانے یعنی معانقہ کرنے اور دست بوس ہونے سے مردہ دل جی اٹھتے ہیں۔

ان کی صحبت مردہ کو زندہ کرے
زندہ ایسا ہو نہ پھر ہرگز مرے

بلکہ ان کے ایک نعرہ اللہ اللہ سے سینکڑوں مردہ دل زندہ ہو کر تڑپنے لگ جاتے ہیں اور اس تڑپ میں وہ جو کچھ پاتے ہیں، پانے والے ہی جانتے ہیں ناواقف اور اس

Marfat.com

کوچہ سے نابلد معترض کیا جانے ع
ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

تو اس شراب محبت وعشق الٰہی کا مزہ بغیر چکھے اور منہ لگائے نہیں پا سکتا۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنیوالے کی ضرورت ہمیشہ رہی اور ہمیشہ ہی رہے گی اور اس کے لئے ان کو زندہ دلوں یعنی پیرانِ عظام کی ضرورت بھی ہمیشہ رہے گی۔

مرشد۔ انعام الٰہی

۱۱۔ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا (پ ۱۵ ع ۱۴)

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ دگمراہ کردے تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پائیں گے آیت کے پہلے حصہ میں یہ ہے کہ جس کو اللہ راہ دکھائے وہی راہ پائے یعنی ہدایت اللہ کی طرف سے ہے۔ آیت کے آخری حصہ میں ہے کہ جس کو وہ راہ نہ دکھائے یعنی گمراہ کردے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس کو راہ دکھانے اور ہدایت کرنے کے لئے (آپ (اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز کوئی ولی مرشد نہ پائیں گے۔ آیت میں مخاطب کون ہے۔ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو خود ہادی، ولی اور مرشد بنا کر بھیجے گئے ہیں بلکہ ان سب کے سردار اور امام ہیں۔ آیت کے پہلے حصہ میں ہادی غیر اللہ کا انکار اور آخری حصہ میں ہادی غیر اللہ (ولیاً مرشداً) کے وجود کا ذکر واذکار اور وہ بھی ایک ہادی اعظم کی موجودگی میں بظاہر اجتماع الضدین معلوم ہوتا ہے اگر آخری آیت یوں ہوتی۔ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَهُوَ مِنَ الضَّالِّیْنَ (اور جس کو وہ گمراہ کرے وہ گمراہوں میں سے ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہدایت اور ضلالت فقط اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی غیر اللہ کے ہاتھ میں نہیں جسے چاہے راہ دکھائے جسے چاہے گمراہ کردے۔ غیر اللہ کا اس میں دخل ہی نہیں اس لئے کسی پیر ولی مرشد اور ہادی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اول تو ان کا وجود ہی آیت مجوزہ سے ثابت نہیں ہوتا اور اگر کسی دوسری آیت سے ثابت بھی ہو تو بھی آیت مجوزہ کے مطابق ان کے ہاتھ میں کچھ

Marfat.com

نہیں اور اس طرح اجتماع ضدین بھی نہیں رہتا لیکن باوجود اس مذکورہ بالا بیان اور تشریح کے اشکال پھر بھی موجود ہیں کہ اگر مجوزہ آیت کے مطابق اصلی آیت بھی ہوتی تو بھی اس پاک ہستی کا جس پر قرآن کریم کا نزول ہو رہا ہے اور یہ نزول بھی اس لئے ہو رہا ہے کہ اس سے لوگوں کو ہدایت کریں اور احکام الٰہی پر چلائیں اس آیت کے ماتحت بھی کہ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿پ ۱ ع﴾ یعنی اگر میری طرف سے ہادی یا ہدایت آئے تو جو اس ہادی یا ہدایت کی اتباع کرے گا ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ، بطور ہادی (نبی و رسول) موجود ہونا ظاہر کرتا ہے کہ رشد و ہدایت کا محکمہ انبیاء و اولیاء (خلفائے انبیاء) کے سپرد کر رکھا ہے اگرچہ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿پ ۲۳ ع﴾ و اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق ہے ، کے ماتحت ہدایت و ضلالت اسی کی طرف منسوب اور اسی کے اختیار میں ہے ۔ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء علیہ السلام کا سلسلہ جاری نہ فرماتا جو محض مخلوق خدا کو راہ راست پر لانے کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے اور جس طرح حیوان الہام الٰہی کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں انسانوں پر بھی حیوانوں کی طرح زندگی گزارنے کے الہام ہوتے رہتے ۔ تو پھر بلاشک و شبہ اللہ کے سوا کسی غیر کو ہادی و رسل ماننا شرک و حرام ہوتا مگر اذلیس فلیس (جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں) اَوْ اب اصلی آیت پر پھر غور کریں اور دیکھیں کہ مزعومہ (وہابی) اجتماع الضدین کچھ حقیقت بھی رکھتا ہے ۔ یا نہیں ۔ اوپر بالتشریح ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بطور ہادی موجود ہونے کے جس پر فَلَنْ تَجِدَ دلالت کر رہا ہے ۔ ہادی غیر اللہ کا انکار نہیں ہو سکتا اس لئے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس کو اللہ راہ نہ دے ۔ گمراہ کرے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور باوجود ولی مرشد موجود ہونے کے وہ ان کی صحبت و رفاقت سے محروم رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے راہ دکھانا نہیں چاہتا حالانکہ اس گروہ کو رشد و ہدایت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے (امر معروف اور نہی منکر پر چلانا ہی ان کا کام ہے اور اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو کسی ولی مرشد کی صحبت اور معیت اس کے نصیب کرتا ہے ان کی صحبت خدا داد اثر رکھتی ہے اور وہ بمطابق كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿پ ۱۱ ع ۴﴾ ہدایت پا جاتا ہے

Marfat.com

صحبت بد سے پرہیز

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (پ ۷ ع ۱۴)

یاد آنے پر ایسے ظالم اور برے لوگوں کے پاس مت بیٹھو بلکہ فوراً اٹھ کھڑے ہو اور ایسی ہی آیات اسی آیت کی تفسیر ہیں کہ نیکوں کی صحبت میں نیک اور بردں کی صحبت میں برا بننے اور بنانے کی تاثیر اللہ تعالےٰ نے پیدا کر رکھی ہے ہدایت دینا چاہے تو ہدایت یافتہ ہادیوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کی توفیق دے دیتا ہے۔ گمراہ کرنا چاہے تو اسے نیک صحبتوں سے دور اور بردں کی صحبتوں سے قریب کر دیتا ہے ظاہری اور عملی طور پر تمام امور اس دنیا میں اسی سلسلہ اسباب کے تحت سرانجام پاتے ہیں لیکن چونکہ ہم اور ہمارے سب اعمال اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں (واللہ خلقکم وما تعملون) اس لئے ظاہری اور باطنی طور پر (اس کو حقیقت سمجھ لیں یا مجاز) تمام کاموں کے کرنے والا اسی کو سمجھا جاتا ہے اور اسی حقیقت اور مجاز کو نہ سمجھ کر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

حقیقت اور مجاز

حقیقت اور فیکٹ (FACT) تو یہی ہے کہ ہم مزدوری کرتے ہیں کماتے ہیں اور کھاتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ سب کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور سب کی پرورش کرتا ہے وہی رب العالمین ہے اسی طرح عملی رنگ میں ہم خود نیکوں یا بردں کے پاس بیٹھتے اٹھتے ہیں ان کی صحبتوں سے متاثر ہو کر نیک یا بد بن جاتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ اللہ جس کو چاہے ہدایت دے جس کو چاہے نہ دے اور گمراہ کر دے یہ صحیح ہے کہ تمام کاموں کی نسبت اسی خالق کل و مالک حقیقی کی طرف کرنی چاہیئے کیونکہ عبد اور عبدیت کا یہی تقاضا ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان کاموں کی نسبت بندوں کی طرف کرنے سے کوئی شرک یا فسق لاحق نہیں ہوتا فقط حقیقت اور مجاز کے فرق کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (الحدیث) (اللہ تعالےٰ کے اخلاق و عادات، اطوار اور چلن کے ساتھ تم

Marfat.com

متعلق ہو جاؤ (یعنی تم بھی اپنے آپ میں اخلاق الٰہی پیدا کرو) کے کیا معنی اور مطلب لیا جائے گا حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالع ترا طالع کند

یعنی نیک کی صحبت تم کو نیک اور بد کی صحبت تم کو بد بنا دے گی مولانا کا یہ شعر آیت مذکورۃ الصدر کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تفسیر کر رہا ہے سلسلہ نبوت کے انقطاع کے بعد چونکہ رشد و ہدایت کا سلسلہ قرآن کریم اور حدیث پاک کی رو سے انہی ولیوں مرشدوں وانبیاء علیہم السلام کے نائبوں سے متعلق کیا گیا ہے ہدایت کی طرف بلانے اور صراط مستقیم پر چلنے اور چلانے کی رہتی دنیا تک ضرورت رہے گی اس لئے ان ولیوں، ہادیوں مرشدوں یعنی مشائخ عظام و پیران کرام کی بھی ہمیشہ ضرورت رہے گی اور وہی گروہ صراط مستقیم پر ہوگا جو ان کے ہمراہ ہوگا۔

خلیفۃ اللہ

۱۲ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (پ ع ۴)
اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (بیان القرآن)

یاد کیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس وقت کا تذکرہ جب کہ تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا بیشک میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں (مظہری)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ربّ کل جہاں خالق کون و مکان نے زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنایا خلیفہ سے یہاں مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ احکام الٰہیہ اور حدود کے اجراء (جاری کرنا) اور بندوں کی ہدایت اور اللہ کی طرف انہیں بلانے ... اور مراتب قرب پر فائز کرانے کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے خلیفہ بنائے گئے۔ ان کے خلیفہ بنائے جانے کی وجہ جو بعض مفسرین نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ انسان حق تعالےٰ سے بلا واسطہ مستفیض نہیں ہو سکتے تھے اور نہ اس کے اوامر، احکام بلا واسطہ اخذ کر سکتے تھے اس لئے ان کے اور خدا کے درمیان ایک ایسے برزخ یعنی وسیلہ کی ضرورت تھی جو بسبب اپنی استعداد کاملہ کے

Marfat.com

خدائی احکام کو بلا وسیلہ اخذ کر سکے اور فیوضاتِ الٰہیہ سے بے واسطہ مستفیض ہو سکے یہ کام حضرت آدم علیہ السلام کو بطور نائب حق سپرد کیا گیا چنانچہ اس کی نظیر اس قصہ پیدائش آدم علیہ السلام میں موجود ہے فرشتے جن کی پیدائش ہزارہا سال آپ سے پہلے ہوئی تھی اور خدا کے مفوضہ احکام پر مامور تھے اور مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے باوجود نوری مخلوق ہونے کے اتنی استعداد نہ رکھتے تھے کہ براہ راست اسرار الٰہیہ (علم باطن) حاصل کر سکیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر سب اسماء ان کو سکھائے اور پھر آپ نے بحکم الٰہی فرشتوں کو ان سب اسماء (ناموں) کی تعلیم دی اور تاحین حیات، نبوت و رسالت کا (رشد و ہدایت) کام کرتے رہے اسی طرح ہر نبی و رسول اپنے اپنے عہد میں خلیفۃ اللہ فی الارض (زمین پر حق کا نائب) ہو کر رشد و ہدایت کے ذریعے خدا کے بندوں کو عرفان حق (خدا کی معرفت) سکھاتا رہا۔ اور نظام عالم کے گر سمجھاتا رہا۔ حتیٰ کہ ہمارے حضور، سراپا نور امام الانبیاء والمرسلین حضرت رحمۃ اللعالمین۔ صاحب قرآن نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رونق افروز بزم عالم ہوئے۔ اس آفتاب ہدایت کے طلوع ہوتے ہی یعنی تھوڑے سے ہی عرصہ میں فسق و فجور اور کفر و شرک کی ظلمت سے معمور دنیا نور ہدایت سے منور ہو گئی عرب کے بادیہ نشین اور گنوار ستارے بن کر چمکے جس پر اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ (الحدیث) (میرے صحابہ مانند ستاروں کے درخشاں ہیں) شاہد عادل ہے اور دنیا ان کے فیض نور سے جگمگا اٹھی معرفت حق و نظام عالم کے قوانین مکمل ہو گئے۔

ختم نبوت

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ ۶ ع ۵)

ترجمہ:۔ آج کامل مکمل کر دیا میں نے تمہارے لئے دین تمہارا اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت (اکمل دین کی) اور راضی ہوا میں اسلام کو تمہارا دین بنا کر یعنی اسلام کو تمہارا دین بننے کو ہمیشہ کے لئے پسند کر لیا۔

Marfat.com

قیامت تک یہی دین رہے گا۔ اس کو منسوخ کرکے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مضمون کی روایتیں آئی ہیں کہ میرے بعد نبی نہیں میرے نائب (خلفا) میری امت کے علماء نبیوں کا کام کریں گے ان خلیفوں اور نائبوں کا وجود ان ہی اصحابی کالنجوم سے شروع ہوا اور سلسلہ بہ سلسلہ ان سے فیض حاصل کرکے قیامت تک حضور کے خلیفوں کا وجود قائم رہے گا دنیا ان سے فیض حاصل کرتی رہے گی اور گمراہ ان کے ذریعے ہدایت پاتے رہیں گے صوفیائے کرام واولیائے عظام کے چار سب سے مشہور سلسلے (نقشبندیہ، چشتیہ قادریہ، سہروردیہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) ان ہی خلفائے نبی کے سلسلوں کا نشان دیتے بتاتے ہیں ان ہی محترم ومکرم اور مقدس ونورانی ہستیوں کی بدولت نور اسلام سے دنیا منور ہوتی آئی۔ اور تا لب قیامت منور ہوتی چلی جائے گی اہل عالم کو ان ہادیوں کی ضرورت رہے گی اور زمانہ ان پاک وجودوں سے کبھی خالی نہ رہے گا کیونکہ خدا تعالےٰ نے ہی یہ سلسلہ قائم فرما رکھا ہے۔

۱۳۔ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ (پ ۲۵ ع ۱۰)

ترجمہ:۔ جو شخص (خدائے) رحمٰن کی یاد سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیا کرتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

شیطان کا کام ترغیب معاصی ہے بندوں کو راہ حق سے روکنا اور گمراہ کرنا ہے جیسا کہ اس نے قسم کھا کر کہا وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ؁ پ ۱۴ ع ۳ (اور ان سب کو گمراہ کروں گا) اور دوسری جگہ کہا قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ؁ پ ۲۳ ع ۱۴ (کہنے لگا مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا) ایک اور جگہ قسم کھا کر کہا لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ؁ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰکِرِیْنَ ؁ پ ۸ ع ۹

ترجمہ:۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا (یعنی ان کی راہ ماروں گا) پھر ان پر حملہ کروں گا۔ ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے اور بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے۔

Marfat.com

سورۃ والناس میں ہے اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (پ ۳۰ ع ۳۹).
شیطان جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ جن بن کر آئے خواہ انسان کی شکل میں۔

آیت زیر بحث سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ ذکر اللہ سے غافل اور قرآنی نصائح سے منہ موڑے ہوئے ہیں وہ گمراہ ہو رہے ہیں اور یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ شیطان ان پر مسلط ہے اور جو لوگ ذکر اللہ میں شاغل اور قرآنی نصائح پر عامل ہیں وہ ہدایت پر ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کسی خالص و مخلص بندۂ خدا (پیر کامل) کے زیر سایہ و زیر ہدایات زندگی بسر کر رہے ہیں جن تک شیطان کی پہنچ نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں شیطان کا اعتراف موجود ہے۔ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ پ ۱۴ ع ۳ سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے مخلص بندوں کے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو تنبیہاً اور تصدیقاً فرمایا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ پ ۱۴ ع ۳ بیشک میرے ان بندوں پر تیرا ذرہ بھی بس نہیں چلے گا۔ ثابت ہوا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے خالص و مخلص بندوں سے شیطان دور رہتا ہے بلکہ ان کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے چہ جائیکہ ان کے نزدیک جا کر راہ حق سے ان کو پھسلانے اور ورغلانے کی جرأت کرے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ۔ اے عمر رضی اللہ عنہ۔ بے شک شیطان تم سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے جن لوگوں کا قرآن کریم پر ایمان ہے ان کو ماننا پڑے گا کہ خدا کے مخلص بندے ہر زمانہ میں ہوئے اور اب بھی موجود ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جن پر شیطان قابو نہیں پا سکتا اس لئے ہر اس آدمی کو جو شیطانی جال میں گرفتار ہے اور اسی طرح ہر اس آدمی کو جو ابھی تک اس کے حلقہ اثر سے باہر ہے اور اس سے بچاؤ کی کوئی خاص اور صحیح صورت نہیں رکھتا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مخلص بندوں کی پناہ لے اور ان کے زیر سایہ رہے تاکہ اغوائے شیطان سے بچ سکے اور احکام شریعت (ذکر رحمٰن) پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کر سکے۔

جس قدر مسلمان آج کل اسلام سے دور اور شعائر اسلام سے نفور نظر آتے ہیں اس حالت کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی اچھے زمانہ میں کسی مرد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینا

Marfat.com

دبیعت کرنا) سنت تھا۔ تو آج ایسا کرنا فرض و واجب ہے کیونکہ اس ساری گمراہی اور اعمالِ حقہ سے کوتاہی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ صحبت صالح سے دوری ہو گئی ہے جدید تہذیب تمدن نے ماحول خراب کر دیا ہے۔ اور مسلمان اس کی اندھی تقلید میں اسلام کی ان برگزیدہ اور مقدس ہستیوں (اہل اللہ) سے بدظن ہو کر ان سے نفور ہو گئے ہیں اور اس طرح دلوں کو مصفا اور مزکی کرنے والی صحبتوں سے محروم ہو گئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ باوجود اس بے راہ روی اور گمراہی کے یہ لوگ اپنے آپ کو صحیح راہ (ہدایت) پر سمجھتے اور بزرگانِ دین کی صحبتوں اور مجلسوں سے اپنے آپ کو بے نیاز جانتے ہیں۔ سچ فرمایا مولا کریم حکیم نے قرآن مجید میں اِنَّھُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ط پ ع

ترجمہ :۔ ان لوگوں نے شیطان کو رفیق بنا لیا، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور گمان کرتے ہیں یعنی خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ ہدایت پر ہیں کیونکہ شیطان ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں آراستہ اور مزین کر کے دکھا رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ پ ع

جو کچھ وہ کرتے تھے (اعمال) شیطان نے ان کو مزین و آراستہ کر کے دکھایا یعنی ان کے اعمال باوجود برے ہونے کے ان کو بھلے معلوم ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ ہدایت کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے ایسے لوگوں کی یہ خام خیالی دور کرنے اور ان کی مزید رہنمائی کے لئے قرآن کریم سے کچھ شہادتیں پیش کی جاتی ہیں اس توقع پر کہ قرآن کریم پر ایمان رکھنے والے تو کم از کم ان سے ضرور مستفیض ہوں گے جیسا کہ حکم فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ پ ع آپ پند و نصیحت کریں۔ قرآن کریم پڑھ پڑھ کر سنائیں۔ پس بلاشبہ آپ کا ان کو قرآن کریم پڑھ کر سنانا اور پند و نصیحت کرنا مومنوں کو ضرور نفع دے گا یعنی مومن اس سے ضرور نفع اٹھائیں گے اور فیض حاصل کریں گے۔

(۱) حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے ممنوعہ درخت سے کچھ کھا لیا تو کہا گیا فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْھَا پ ع پس لغزش دے دی ان دونوں کو شیطان نے اس درخت کی

وجہ سے

۲۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ (پ۳ ع۵)

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا اور تم کو بری بات کا امر کرتا ہے چنانچہ یہ بات عام ہے اور کئی دفعہ بہت لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ قرآن کریم حفظ کرا کر باعلم دین پڑھا کر ہم اپنے بچوں کو کیوں فقیر اور گداگر بنالیں یہی وجہ ہے کہ آج کل مسجدوں مکتبوں میں جہاں علوم دین کی تعلیم دی جاتی ہے بچے نہیں بھیجے جاتے بلکہ وقت آتے ہی انگریزی سکولوں میں داخل کرادیے جاتے ہیں۔

۳۔ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا ۔ پ۵ ع۶۔

اور شیطان ان کو راہ حق سے بہکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے معلوم ہوا کہ اسلام اور بزرگانِ اسلام سے دوری باغوائے شیطان ہی ہو رہی ہے۔

۴ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا

جو خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو رفیق بنائے وہ شخص صریح نقصان میں واقع ہوگا شیطان ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہتا ہے اور ہوسیں دلاتا رہتا ہے شیطان ان سے صرف جھوٹے اور فریب آمیز وعدے ہی کرتا ہے اس سے پتہ چلا کہ جو لوگ حرص وہوا اور خواہشات نفسانی میں پڑے ہوئے آپس میں جھوٹ بولتے جھوٹے اور فریب آمیز وعدے کرتے رہتے ہیں وہ بھی رفاقت شیطان سے متاثر ہیں اور صریح نقصان میں جا رہے ہیں۔

۵ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ الخ (پ۷ ع۲)

ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قرعہ کے تیر سب ناپاک شیطانی کام ہیں شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کے ذریعے تم میں بغض و عداوت ڈال دے اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے جو لوگ شراب اور جوا وغیرہ افعال غیر مشروعہ[1] کے عادی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل یعنی احکام شرعیہ پر عمل نہیں کرتے اور خاص کہ نماز جو ارکان اسلام میں سب سے اعظم اور عبادات میں سب سے افضل عبادت کے تارک ہیں یعنی بے نماز ہیں

[1] شریعت کے خلاف

اور وہ لوگ بھی جو باوجود مسلمان کہلانے کے مسلمانوں سے دل میں حسد لبغض اور عداوت رکھتے ہیں اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ایذا دیتے رہتے ہیں اور سب کے سب اس آیت کریمہ کی رد سے شیطان کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اس کے پنجے میں گرفتار اور اس کے حلقہ اثر کا شکار ہیں

۶۔ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ (پ ۱۳ ع ۵)

شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا معلوم ہوا کہ بھائیوں اور برادری میں باہم فساد ڈالنا بھی شیطانی کام ہے اور ایسا کرنے والا بڑا شیطان ہے۔

۷۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (پ ۱۵ ع ۳)

بے شک بے محل اور فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں

۸۔ وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ پ ۹ ع

جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ شخص بے حیائی اور نامعقول ہی (خلاف شریعت ہی) کام کرتا ہے اس کو جاننا چاہیئے کہ وہ بھی شیطان کی پیروی کر رہا ہے نہ کہ خدائے رحمٰن کی۔

(۹) اَلشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ط وَ اَمْلٰی لَهُمْ (پ ۲۶ ع ۷)

شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے اور ان کو دور دور کی سوجھائی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن کریم میں تدبر نہیں کرتے اس کے مقاصد مطالب میں اور اس سے اخذ کردہ متفق علیہ مسائل میں وہ تاویلیں کرتے اور ان کو صحیح مصرف سے پھیر کر اپنے ڈھب پر لاتے ہیں اور اس طرح اپنی حرکات و سکنات اور ذہنی تراوش کو ہی اسلام سمجھ رکھا ہے جو راہ خدا کی ناراضگی کا موجب ہے اس پر چل رہے ہیں اور اس کی رضا سے نفرت کرتے ہیں وہ بھی شیطان ہی کے فریب خوردہ ہیں۔

(۱۰) اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ ط (پ ۲۸ ع ۳)

شیطان نے ان پر پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی گویا جو لوگ

Marfat.com

اللہ کو بھولے ہوئے ہیں اس کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں اور اس کے احکام کی ان کو پرواہ تک نہیں اپنے من گھڑت اصولوں اور غیر شرعی رسم و رواج کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ دنیا اور اس کی لذات اور ناز و نعمت میں کھو گئے ہیں وہ بھی مقبوضہ شیطان ہیں اسی کی راہ پر اسی کے پیچھے جا رہے ہیں۔

ذالک عشرۃ الکاملۃ (یہ پورے دس ہوئے)

ناظرین ان دس آیات کو پڑھ کر غور فرمائیں گے تو معلوم کر لیں گے کہ بعینہ ہمارا حال بیان کیا گیا ہے یہ سب کچھ ہم میں موجود ہے اور باوجود ہماری ذاتی کوشش کے ہم اپنی اس حالت کے بدلنے پر قادر نہیں یہی غلبہ شیطانی ہے جس سے نکلے بغیر ہم اپنے مولا کریم خالق و مالک کو راضی اور خوش نہیں کر سکتے اور خالص و مخلص مسلمان نہیں بن سکتے قرآن کریم میں ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (پ ۱۴ ع ۱۹) (بلا شک و شبہ شیطان غلبہ نہیں پا سکتا اوپر ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر کامل توکل و بھروسہ رکھتے ہیں یعنی مومن متوکل کے نزدیک شیطان نہیں آتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ۔ (کما قال اے عمرؓ بے شک شیطان بھی تم سے ڈرتا ہے ایسے مومن متوکل و متقی جن کو قرآنی اصطلاح میں اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں اب بھی موجود ہیں ولیکن دیدۂ بینا کی ضرورت ہے، اور آئندہ بھی رہیں گے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا اہل اللہ موجود رہے گا اس لئے جو لوگ اپنے آپ کو مومن و مسلمان سمجھتے ہیں اور قرآن کریم پر کامل ایمان و ایقان رکھتے ہیں انہیں چاہیئے کہ شیطان (جس کو قرآن کریم میں ہمارا کھلا دشمن کہا گیا ہے) کے ہتھکنڈوں سے بچنے اور ایمان کے ڈاکوؤں سے ایمان بچانے کے لئے کسی اہل اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

کہف اندر خنب اے محتلم
آنچہ داری وا نماد فاستقم

Marfat.com

اے شخص جس طرح غفلت کی وجہ سے تو خواب میں ناپاک ہو گیا نماز میں بھی اسی طرح غافل (سویا) نہ رہ بلکہ اپنی حالت کو ظاہر کر پھر جو حکم ملے اس پر کاربند ہو جا یعنی غلبۂ نفس و اغوائے شیطان سے جو روحانی قبض اور بیماری پیدا ہو جائے اس کو چھپا کر نہ رکھ بلکہ کسی روحانی طبیب (مرشد کامل) کی طرف رجوع کر اور تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن کا جو طریقہ بتائے اس پر عمل کر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مثال دے کر فرماتے ہیں ؎

ہر کہ گیرد پیشہ بے اوستا

ریشخندے شد بشہر و روستا

جو شخص کوئی پیشہ بغیر استاد کے اختیار کرتا ہے وہ شہر اور گاؤں میں ہر جگہ مضحکہ بنتا ہے مولانا روم فرماتے ہیں۔

آتش ترک ہوا در خار زن

دست اندر یار نیکو کار زن

مولاناؒ نے اس شعر میں نفس کو سہ پہلو کانٹا خار خشک گوکھرو کانٹا) قرار دیا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ خواہشات کے ترک کرنے کی آگ اس سہ پہلو کانٹا میں لگا دو اور ایسا کر سکنے کے لئے یار نیکو کار (مرشد کامل) کا دامن مضبوط پکڑ لو تا کہ تم اس نفس کی شرارتوں سے بچ جاؤ جو فنا فی الشیطان ہو کر شیطان صفت بن گیا ہے۔ مولانا اس فنا فی الشیطان نفس کو مارنے اور اس کی سرکشی کو ختم کرنے کا طریقہ یہی بتاتے ہیں کہ اس کو کسی پیر کامل کے سپرد کر دیا جائے تا کہ وہ اس نفس کش (پیر) کے زیر سایہ اس کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر فنا فی الشیخ ہو جائے اور امان پائے مولاناؒ فرماتے ہیں ؎

پند پیراں را پذیرا شو بجاں

تا رہی از خوف و مانی در اماں

"پیروں کی نصیحت کو جان سے قبول کر تا کہ تم خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں رہو۔"

Marfat.com

تصرفات اولیاء اللہ

۱۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ پ ۱۳ ع ۱

"اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں بتلاتا۔ بے شک نفس تو ہر ایک کا بری بات بتلاتا ہے بجز اس نفس کے کہ جس پر میرا رب رحم کرے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اس قول مبارک میں اعتراف فرما رہے ہیں بطور کسر نفسی کے کہ میں اپنے نفس کو پاک از گناہ نہیں کہتا۔ نفس تو برائی کا حکم ہی کرتا ہے ہاں اس کے شر اور برائی سے وہ بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالے رحم فرمائے بغیر رحمت و عنایت الٰہیہ (امداد غیبی) کے ممکن نہیں کہ نفس کے امر بالسوء سے بچ سکے اور قرآن کریم میں اس قول کا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قول کی تصدیق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے کے رحم و کرم کے بغیر کوئی شخص نفس امارہ کی شرارتوں سے بچ نہیں سکتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں حضرت یوسف علیہ السلام اس روایت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جو لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ پ ۱۲ ع ۱۳ کے تحت بیان کی گئی ہے (بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا (کنز الایمان) برہان اس وقت دیکھی یا پہلے دیکھی ہوئی تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت زلیخا آپ کے درپے ہوئی۔ اس وقت آپ نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انگشت مبارک دندانِ اقدس میں دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں (خزائن العرفان) اور یہ کوئی ناممکن بات بھی نہیں کہ جس سے انکار لازم آئے انبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفائے کرام اور کاملین اولیائے امت سے بطور معجزات و کرامات اکثر ایسے امور صادر ہوتے رہتے ہیں جن کی تفاصیل کے یہ اوراق متحمل نہیں ہو سکتے چند ایک واقعات بطور نظیر و شہادت پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ روض الاذکار میں آیا ہے کہ ایک یمنی شخص نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے گھر سے نکلا۔ چند آدمیوں نے اس سے چلتے وقت کہہ دیا تھا

Marfat.com

کہ ہم مہجوروں کی طرف سے بھی حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو سلام پہنچائیو!
مگر جب یہ شخص مدینہ طیبہ میں آیا تو ان کی پیام رسانی بالکل بھول گیا راستہ سے پلٹ کر مدینہ طیبہ پہنچا تاکہ ان کا پیام پہنچادے لیکن جب وہ نیک نفس اس کام کو کر چکا اور اپنا فرض منصبی بجالایا اور مکہ معظمہ کی طرف آنے لگا تو یہاں قافلہ کوچ کر کے کئی میل کے فاصلہ پر جا چکا تھا پھر پلٹ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس روضہ پر آیا اور مایوس ہو کر وہیں سو گیا۔ خواب میں دیکھتا کیا ہے کہ نبی معصوم اور ان کے مقدس اور پاک باز دونوں وزیر صدیق اکبر رض اور فاروق اعظم رض تشریف لائے ہیں میری طرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر کہا۔ اے رسول خدا یہی وہ شخص ہے۔ فرمایا ہاں۔ پھر حضرت میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ ابوالوفا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میری کنیت تو ابوالعباس ہے۔ فرمایا آج سے تو ابوالوفا ہے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ بٹھایا۔ میں چونک پڑا۔ اور اپنے آپ کو مسجد حرام (مکہ معظمہ) میں بیٹھا پایا۔ آٹھ روز تک مکہ میں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ وہ قافلہ جو مجھے چھوڑ کر کوچ کر گیا تھا۔ آیا۔

(ذخیرالموانس ج ۲ ص ۳)

۲۔ حاکم اور ابن بخاری نے ہشام بن محمد سے اور اس نے اپنے باپ محمد سے روایت کی ہے کہ جناب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ایک لاکھ دینار سالانہ مقرر تھی۔ ہشام کا باپ محمد کہتا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے مجھے کہا کہ آمدنی کم ہو جانے کے بعد ایک سال دو لاکھ دینار عطیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مجھے نہ بھیجا۔ مجھے خانگی اخراجات میں تنگی واقع ہونے سے سخت تکلیف ہوئی۔ میں نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا۔ چاہا کہ میں یاد دہانی کے طور پر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رقعہ لکھوں کہ وہ کیوں مجھے بھول گئے ہیں مگر کسی خاص ضرورت اور مجبوری سے اس دن میں نے رقعہ نہ لکھا۔ رات کو خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شرف اندوز ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا حسن! کیسے گزرتی ہے میں نے عرض کی اچھی ہی گزرتی ہے۔ اور میں نے عطیہ کی تاخیر کی آپ سے شکایت کی آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے قلم دوات اس غرض سے منگوائی تھی کہ اپنے جیسی مخلوق کی طرف رقعہ

Marfat.com

لکھ کر اس کو اس نذرانہ اور عطیہ کی یاد دہانی کرا دیتے امام صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں قبلہ! میں نے یہ ارادہ کیا تھا اور بھلا کیسے نہ کرتا۔ سال بھر سے مجھے خرچ کی تنگی تھی آپ نے مجھے ایک وظیفہ ارشاد فرمایا۔ امام صاحب فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم ایک ہفتہ میں نے اس دعا کا وظیفہ کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود پچیس لاکھ دینار آکر مجھے دے گئے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ پھر ایک رات مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے حسب دستور پوچھا۔ بچے حسن رض! کیا حال ہے میں نے عرض کیا بہت اچھا حال ہے۔ یا رسول اللہ! پھر میں نے وہ ساری کہانی کہہ سنائی کہ آپ کے وظیفہ کی بدولت سے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے ہیں اور پچیس لاکھ دینار کی کثیر رقم میرے گھر آکر دے گئے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا میرے بچے جو شخص مخلوقات سے منہ موڑ کر اپنی امیدیں اپنے خالق سے وابستہ کر لیتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح رزق پہنچتا ہے۔

آیت زیر بحث کی روایت میں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو اس ابتلا میں اشارہ کرنا ہی آیا ہے لیکن مثال نمبر ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمنی زائر کو ہاتھ سے پکڑ کر مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ میں آن واحد میں پہنچا دیا اور مثال نمبر ۲ میں اپنے پیارے نواسے امام حسن علیہ السلام کی تنگی کی حالت میں خبر گیری فرمائی۔ توکل علی اللہ کا زریں سبق پڑھایا ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نواسے کے حال سے خبردار کر کے تاکید فرمائی کہ پچیس لاکھ دینار میرے بیٹے حسن کو خود ان کے گھر جا کر پہنچاؤ اور خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرو۔

۱۴ـ کوہاٹ میں ہمارے ایک بزرگ پیر بھائی ہیں۔ مولانا سید محمود شاہ صاحب محدث ہزاروی ایک دن حلقہ ذکر کے بعد وعظ فرما رہے تھے علتبہ بن ابی طالب کا ذکر تھا انہوں نے اس کی بجائے عکرمہ کہہ دیا۔ ان کا بیان ہے کہ اسی رات تہجد کے بعد مراقبہ میں جاگ رہا تھا دیکھتا ہوں کہ حضور قبلہ عالم (اعلیٰحضرت) امیر ملت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری مدظلہ العالی سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں مولوی صاحب! عکرمہ نہیں، علتبہ! شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ (لمعات جولائی ۱۹۵۱ء) شاہ صاحب مذکور کوہاٹ میں جامع سگنل کوہاٹ چھاؤنی میں خطیب تھے۔

۴۔ ہمارے ایک پیر بھائی تھے خدا تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے ان کا نام رحمت اللہ تھا ان کی بیوی نے حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کو نہیں دیکھا تھا اپنے خاوند کے انتقال کے بعد اس نے ہمارے ایک مخلص یار طریقت حاجی میاں احمد صاحب کی اہلیہ سے دریافت کیا کہ حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کی شکل وشباہت کیسی ہے اور ساتھ ہی حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کا حلیہ اور لباس بیان کر دیا۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔ تمہیں کیسے علم ہوا کہنے لگی کہ جب میرے خاوند (میاں رحمت اللہ) کا آخری وقت پہنچا تو انہوں نے مجھے کہا کہ میری چارپائی کے پاس کرسی رکھ دو اور کمرے سے باہر چلی جاؤ۔ کیونکہ قبلہ عالم مدظلہ العالی تشریف لا رہے ہیں میں نے کرسی لا کر رکھ دی اور باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ اور دروازوں سے جھانکنے لگی حضور قبلہ تشریف لائے کرسی پر بیٹھ گئے ان کا حلیہ یہی تھا جو میں نے بیان کیا ہے تھوڑی دیر بعد تشریف لے گئے حاجی صاحب کی اہلیہ نے تصدیق کی کہ ہاں یہی حلیہ حضرت قبلہ عالم کا ہے۔

یہ ہے اولیائے کاملین کا خداداد تصرف بامرنے وقت بھی جب شیطان ایمان چھیننے کے درپے ہوتا ہے تو یہ بزرگ اپنے غلاموں کے سر پا لین تشریف لا کر شیطان کے شر سے بچاتے اور خاتمہ بالا یمان میں مدد فرماتے ہیں ایسے واقعات ان حضرات کے غلاموں سے روزانہ سننے میں آتے رہتے ہیں ایسے چشم دید حالات جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ مریدوں کو اپنے پیر کڑی مشکلات میں دستگیری فرماتے نظر آتے ہیں لیکن پہلی مثال میں طرفہ یہ ہے کہ غیر مرید یعنی ایک بالکل اجنبی شخص نے بھی ان کو بعینہٖ دیکھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ پ ۲۸ ع ۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا صاحب اور مالک ہے سچ فرمایا مولانا رومؒ نے۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

ترجمہ :۔ پیر کا ہاتھ چھوٹا نہیں کہ اپنے غائب اور دور افتادہ غلاموں تک نہ پہنچے۔ پیر دور دراز تک اپنے غائب غلاموں کو حسب ضرورت دستگیری فرماتے ہیں اس کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ کے سوا نہیں۔

Marfat.com

یعنی اس کا ہاتھ اللہ ہی کا ہاتھ ہے دوسرے معنوں میں ان کا تصرف خدا داد ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے جس میں آیا ہے کہ کثرت نوافل سے میرا بندہ میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں۔ پس میں ہوجاتا ہوں اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ الخ گویا مولانا کا شعر اس حدیث قدسی سے لیا گیا ہے۔

۵۔ حضرت اقدس، قطب وقت۔ افضل الفضلاء والعلماء آفتاب سلسلہ چشتیہ سیدنا و مقتدنا عالیجناب علامہ حاجی پیر سید مہر علی شاہ صاحب چشتی نظامی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اعلاء کلمۃ اللہ صفحہ ۴۲ پر ایک حکایت بیان فرماتے ہیں جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ یاد دارم کہ در ایام طالب علمی در علاقہ سون سکیسر مقام انگہ بخدمت مولانا افضل العلماء والکملاء جناب حاجی حافظ سلطان محمود صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکونتے داشتم در موضع شکرکوٹ درویشے بود معمر۔ غریب الوطن المعروف بہ بابا نور باہی صاحب نسبت قادریہ کہ دست بیعت بدست حضرت شیخ جیو صاحب چکی والا دادہ بود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و در ہر ماہ بتاریخ یازدہم بزے یا گوسفندے دست پرورده برائے فاتحہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن اسلاف ذبح میکرد، ادرامیعہ حلوہ و نان پختہ بفقراء می خورانید بالخصوص این نیازمند اہل اللہ باہتمام واحرار دعوت می فرمود، و عنایت خاص برحال ایں بے ہیچ مبذول می داشت شغل پاس انفاس اسم ذات بغیر از درخواست بفقیر عطا فرمودہ بود۔ روزے از شکرکوٹ بسوئے انگہ می رفتم۔ در اثنائے طریق اندکے دور از راہ دیدم کہ ہماں درویش گوسفندے را می چرانید و از فرط محبت و داعیہ شوق باآں گوسفند اختلاطے می کرد۔ گاہے او را بردوش و گاہے بر زمین می نہاد۔ و می شنیدم کہ می گفت د میرے محبوب دیا لیلیا) یعنی اے گوسفند محبوب من! در آں ساعت در دل من ایں خطرہ خطور می کرد کہ بعد از فراغت از حصول علم در کنج تنہائی بقیہ عمر خود بمطالعہ کتب خواہم گزرانید۔ و تدریس نخواہم کرد۔ اندکے طریق را گزشتہ بسوئے آں درویش متوجہ شدم۔ بمجرد دیدن ایں نیازمند متکلم۔ بر خاطر گشت و فرمود کہ اگر شخصے

Marfat.com

علم را خواندہ تدریس نکند و کسے را نفع نہ رساند۔ از حصول علم چہ فائدہ۔ باز ہماں گوسفند اختلاط و موانست آغاز نہاد۔ او را قدس سرہٗ در طعام یازدہم اہتمامے بود مخصوص و بعالی جناب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارتباطے بود۔ ممتاز الٰہی احدی صمدی بجاہ قوم لا یشقی جلیسہم حبک و رضاءک و لقائک و العفو و العافیتہ و المعافات فی الدین و الدنیا و الآخرۃ (آمین)

ترجمہ

مجھے یاد ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں مَیں علاقہ سون سکیسر بمقام انگہ بخدمت مولانا افضل العلماء و اکمل الکملا جناب حاجی حافظ سلطان محمود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سکونت رکھتا تھا موضع شکر کوٹ میں ایک بوڑھا اور غریب الوطن درویش رہتا تھا جو کہ بابا تور ماہی صاحب کے نام سے مشہور معروف تھا۔ نسبت قادریہ بذریعہ بیعت حضرت شیخ جیونہ صاحب چکی والا سے حاصل تھی بابا تور ماہی صاحب ہر ماہ کی گیارھویں تاریخ کو ایک بکرا یا دنبہ اپنے ہاں پالا ہوا سید نا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بزرگان سلف کی طرف سے فاتحہ کے لئے ذبح کرتا تھا۔ اور ساتھ ہی حلوہ اور روٹی پکا کر فقیروں کو دیتا اور کھلاتا تھا خاص طور پر اہل اللہ کے اس نیاز مند کی بڑے اہتمام و اصرار سے دعوت فرماتا تھا اور خاص عنایت اور مہربانی اس بے ہیچ کے حال پر رکھتا تھا اسم ذات کا پاس انفاس کا شغل بغیر درخواست کے فقیر کو عطا کیا تھا ایک روز میں شکر کوٹ سے انگہ کو جا رہا تھا راستہ میں راہ سے تھوڑی دور ایک طرف میں نے دیکھا کہ وہی درویش دنبہ چرا رہا تھا بڑے شوق اور محبت سے اس دنبہ کے ساتھ پیار کر رہا تھا کبھی اس کو کندھے پر بٹھاتا اور کبھی پھر زمین پر رکھ دیتا تھا۔ میں سن رہا تھا کہ وہ کہہ رہا تھا میرے محبوب دیا بلیلیا، یعنی اے میرے محبوب کے دنبہ! اس وقت میرے دل میں یہ آ رہا تھا کہ علم دین حاصل کرنے سے فارغ ہو کر میں اپنی بقایا عمر گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر مطالعہ کتب میں گزار دوں گا۔ درس و تدریس میں مشغول نہ ہوں گا تھوڑا راستہ طے کر کے میں اس درویش کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نیاز مند کو دیکھتے ہی اپنے آپ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم پڑھے اور تدریس نہ کرے (کسی کو نہ پڑھائے) اور کسی کو نفع نہ پہنچائے۔ تو اس کو علم حاصل کرنے کا کیا فائدہ ہوا یہ کہہ کر پھر اسی دنبہ کے ساتھ محبت پیار

Marfat.com

کرنا شروع کر دیا۔ اس کو (اللہ تعالیٰ اس کے بھید کو پاک کرے) گیارھویں کے طعام میں خاص شغف و اہتمام تھا۔ اور عالی جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ سے ممتاز تعلق اور محبت رکھتا تھا اے اللہ کہ تو وحدہٗ لاشریک اور بے نیاز ہے اس قوم کے جاہ و مرتبہ کے صدقے جن کا ہم نشین شقی (بدبخت) نہیں رہتا۔ اپنی محبت و رضا و دیدار و درگزر و عافیت اور دنیاو آخرت میں معافی و بخشش عطا فرما۔ (آمین)

حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حکایت سے معلوم ہوا کہ اولیا اللہ (مشائخ کرام و پیران عظام) اپنے متوسلین کو خواب میں بیداری میں مکاشفہ میں مشاہدہ میں اکثر ان کی غلطیوں اور لغزشوں پر مطلع و متنبہ فرماتے رہتے ہیں اور نفس امارہ و شیطان کی شر سے اکثر بچاتے رہتے ہیں اولیا اللہ سے تعلق رکھنے والے اور ان کے حالات و ملفوظات پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ایسے امور ان حضرات سے اکثر بحکم الٰہی صادر ہوتے رہتے ہیں۔

اس آیت زیر بحث میں حضرت یوسف نبی بن نبی بن نبی (علیہم السلام) سا عفیف[1] اور پاکباز اعتراف فرما رہے ہیں۔ گو بطور کسر نفسی ہی سہی کہ نفس امارہ کی شرارت و سرکشی سے رحمتِ الٰہیہ کے بغیر قطعاً بچ نہیں سکتے اور یہ مقولہ آپ کا اس واقعہ کے بعد کا ہے جو آپ کو عزیز مصر کی عورت (زلیخا) کے ساتھ پیش آیا جس کا ذکر پ ۱۲ ع ۱۳ میں آیا ہے حضرت علامہ قبلہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

"اور پھسلایا اس کو اس عورت نے جو وہ جس گھر اس کے تھا۔ جان اس کی سے اور بند کئے دروازے۔ اور کہنے لگی آ (کہتی ہوں میں تم سے۔ کہا پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی۔ تحقیق وہ (اس عورت کا شوہر یعنی عزیز مصر) رب (مربی) اچھی طرح سے کیا اس نے رکھنا میرا تحقیق نہیں فلاح پاتے ظالم۔

حاشیہ نمبر ۳۔ یعنی اس کے ناموس میں کیوں کر دخل کروں۔ اور البتہ تحقیق قصد کیا اس عورت نے ساتھ یوسف کے اور قصد کیا یوسف نے ساتھ اس کے اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھتے دلیل اپنے رب کی۔ اسی طرح کیا ہم (اللہ) نے تاکہ پھیر دیں۔ ہم اس سے برائی اور بے حیائی۔ تحقیق وہ بندوں ہمارے خالص میں سے تھا۔

[1] پارسا۔ پرہیزگار

Marfat.com

حاشیہ منیر پر نقل ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت ان کو نظر آئی دانگلی منہ میں لئے ہوئے)، باقی خیال گناہ گناہ نہیں۔ اگر گناہ ہے تو کمتر سا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو اصل گناہ سے بچالیا (موضح القرآن)

بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ آپ باوجود صاحب علم وفضل اور صالح اور متقی ہونے کے آزمائش میں پھنس گئے اور اس سے بچنے کا قصد فرما رہے تھے کہ یہ فعل تقویٰ و دیانت اور عفت و عصمت کے خلاف ہے کہ والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام انگشت بدنداں نظر آئے۔ فوراً بے اختیار ہو کر دروازے کی طرف بھاگ نکلے کہ اس قضیہ سے جان چھڑائیں زلیخا بھی پیچھے دوڑی اور اس نے آپ کا قمیص پیچھے سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ پ۱۲ ع۱۳ (اور دوڑے دونوں دروازے کو اور پھاڑا اس نے قمیص یوسف کا پیچھے سے)

وجہ استدلال

رحمت الٰہیہ نے یوسف علیہ السلام کی اس طرح دستگیری فرمائی کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت انگشت بدنداں نظر آئی اور وہ اس برائی اور بے حیائی سے بالکل بچ گئے اس طرح آپ نے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي پ۱۳ ع۱ میں اشارہ فرمایا ہے اور اسی کی طرف كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ پ۱۲ ع۱۳ (اسی طرح کیا ہم نے کہ پھیر دیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی)، دلالت کر رہا ہے۔ نفس امارہ ہر نیک و بد کے ساتھ ہے جس کا کام خدا تعالیٰ کی سرکشی اور نافرمانی کی طرف حکم کرنا دیے جانا ہے چونکہ رحمت الٰہیہ کے بغیر اس کی شرارت ول سے بقول قرآن نہیں بچ سکتے اس لئے رحمت الٰہیہ کی تلاش اور اس کا حصول ضروری ہوا اور بقول عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ (صالحین کی یاد اور ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے) جب ان کے ذکر اور یاد کرتے وقت رحمت الٰہیہ نازل ہوتی ہے تو ان کی عین صحبت و معیت میں بدرجہ اولیٰ نزول رحمت باری ہوگا یہی بات قرآن کریم میں بھی فرمائی گئی ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین (احسان با خلاص

نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے اور محسنین وہی صالحین اور اولیائے کاملین ہیں جن کے زیر سایہ آنے اور ان کی ہدایات پر عمل کرنے کے بعد انسان نفس اور شیطان کی شر سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی مجلسوں اور محفلوں میں ہمیشہ بکثرت ذکر اللہ و ذکر رسول کرنے کے رحمت الٰہیہ نازل ہوتی رہتی ہے جو بقول یوسف علیہ السلام فی القرآن نفس کی امارگی سے بچاتی ہے۔

توبہ کے لئے شفاعت کی ضرورت اور ہر دور میں کاملین کی موجودگی

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پ۵ ع ۶)

ترجمہ اور اگر یہ لوگ جس وقت ظلم کرتے ہیں جانوں اپنی پر آویں تیرے پاس پس بخشش مانگیں واسطے ان کے رسول۔ البتہ پاویں گے اللہ کو پھر آنے والا توبہ قبول کرنے والا مہربان (بہت رحمت کرنے والا) شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔

اس آیت کریمہ و شریفہ میں گنہگاروں، سیاہ کاروں اور بدکاروں یعنی خدا اور رسول کے احکام (شریعت) کی خلاف ورزی کرنے والوں کو حصول معافی و بخشش و نجات کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ قبولیت توبہ و حصول رحمت الٰہیہ کے لئے تین شرطوں کا ذکر فرمایا گیا ہے (۱) خدمت نبویؐ میں حاضری (۲) نبیؐ کے سامنے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا یعنی توبہ کرنا (۳) رسولؐ کا اللہ تعالیٰ سے ان کے (گناہوں کے) لئے سفارشاً معافی چاہنا اور بخشش مانگنا۔

جہاں تک نفظ توبہ کا تعلق ہے۔ چونکہ توبہ کرنا افعال قلبی میں سے ہے گنہگار انسان جنگل میں پہاڑ کی غار میں، مسجد میں، گھر کی کوٹھڑی میں جہاں چاہے توبہ کر سکتا ہے لیکن قرآن شریف کی اس آیت میں جو ضابطہ قبولیت توبہ کا مقرر فرمایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کا گواہ بھی ضرور ہونا چاہیئے ورنہ شریعت (عند اللہ و عند الرسول) میں بے گواہ کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں (یعنی جس طرح نکاح ایجاب و قبول کا نام ہے یعنی عورت و مرد ایک دوسرے کو قبول کر لیں تو نکاح حقیقتاً ہو جائے گا لیکن چونکہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول

Marfat.com

ہونا شرط ہے اس لئے شریعت میں بغیر گواہوں کے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اور گواہ بھی عظیم مرتبہ ہونا چاہیئے جس کی بارگاہ رب العزت میں منظوری ہو اور وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال فرما کر اس کے لئے بخشش گناہ کی سفارش کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات پاک میں آپ سے اعلیٰ وارفع اور خدا رسیدہ اور کون گواہ ہو سکتا ہے جو توبہ کی شہادت بھی دے اور بندگان گنہگار کو خدا سے معافی بھی لے دے اسی لئے آیت پاک میں اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں (گنہگاروں) کو مشورہ دیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور بخشش اور نجات چاہتے ہو تو ہمارے رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے سامنے توبہ کرو اور ان سے سفارش بھی کراؤ۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد قبولیت توبہ کے لئے اس ضابطہ (آیت قرآنی) پر عمل پیرا ہونے کی کون سی صورت ہے؟

اس سے پیشتر بخاری شریف سے ایک حدیث نقل کی جا چکی ہے جس میں آیا ہے کہ میرے بعد نبی تو نہیں آئیں گے۔ ہاں خلفا ہوں گے اور بکثرت ہوں گے ان کے حقوق ادا کرنا ان سے تمہاری نسبت پوچھا جائے گا۔ مسلم شریف و ترمذی شریف (کتب احادیث) میں بھی اسی مضمون کی تائید میں روائتیں پائی جاتی ہیں کہ میرے بعد قرآن کریم اور میری عترت (اہل بیت) کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ او کما قال (بحوالہ تفسیر مظہری) ثابت ہوا کہ جب تک دنیا میں گناہ اور گناہ کرنے والے موجود رہیں گے اور خدا کو راضی کرنے اور حصول نجات کے لئے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کی بھی اشد ضرورت رہے گی تو حضور پر نور کے ارشاد کے مطابق حضور کے نائب اور خلفا بھی قیامت تک موجود رہیں گے اور حضور پر نور کی بجائے یہ رشد و ہدایت کا کام کرتے رہیں گے مخلوق خدا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتی اور ان کی سفارش سے حصول مغفرت و قبولیت توبہ میں کامیاب ہوتی رہے گی اولیائے عظام و صوفیائے کرام کے چاروں سلسلوں (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کا وجود اس بات کا بین ثبوت ہے۔

دست زن در ذیل صاحب دولتے
تا ز افضالش بیابی رفعتے

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ کسی اہل اللہ کے دامن کو تھام لے تاکہ اس کے لطف و کرم اور مہربانیوں سے (قربِ حق کے) بلند مقامات حاصل کرے۔

سالک نرسد بے مدد و پیر بجائے
بے زور کماں رہ نبرد تیر کجائے

(سالک (راہ حق) پیرو مرشد کی مدد کے بغیر کسی جگہ نہیں پہنچ سکتا یعنی راہ سلوک طے نہیں کر سکتا جس طرح کمان کے زور کے بغیر تیر کسی جگہ (نشانہ پر) نہیں پہنچتا، راہ میں ہی رہ جاتا ہے

حافظ از دست مدہ صحبت کشتی نوح
ورنہ طوفان حوادث ببرد بنیادت

اے حافظ نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے کو نہ چھوڑ۔ ترک نہ کر، ورنہ حادثات کا طوفان تیری بنیاد کو بہالے جائے گا یعنی اہل اللہ کی صحبت سے دست بردار نہ ہو ورنہ نفس شیطان کے مکر فریب اور پھندوں میں پھنس کر تباہ و برباد ہو جائے گا۔

آیت مذکورہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ توبہ استغفار پیش اہل اللہ (انبیاء و اولیاء) موجب قبولیت ہے اور بسبب ان کی استغفار مغفرت کا سبب ہے ورنہ جاؤک فرمانے کی کیا حاجت وخصوصیت تھی یہ رد ہے ان منکروں کا جو کہتے ہیں کہ خدا سب کی سنتا ہے بزرگوں کے پاس جانے کی کیا حاجت ہے اتنا ضرور ہے مگر جو قبولیت انبیاء اولیاء صالحین کی دعا کو ہے وہ عوام گنہگاروں کو کہاں ہے اسی سبب سے بزرگوں کے پاس جا کر اور مشاہد متبرکہ پر اجابت دعا کی امید ہے کیونکہ یہ مقامات نزول رحمتِ الٰہی ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح رات بسر کرتا تھا کہ آنحضرت کے لئے وضو کا پانی مسواک و مصلی وغیرہ مہیا کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ربیع مانگ کیا مانگتا ہے عرض کی اے آقا آپ کی جنت میں رفاقت چاہتا ہوں۔ آقائے دوجہاں نے فرمایا اے ربیع یہ جو تو نے مانگا ہے بڑا مرتبہ ہے کچھ اور مانگ۔ عرض کی آقا میرا یہی مقصود ہے۔ اس کے علاوہ

Marfat.com

اور کچھ مطلوب نہیں۔ پس آپ نے فرمایا اس مقصد کی برآری کے لئے کثرت سے سجدے کرو۔ یعنی نماز پڑھنے اور دعا کرنے سے تو اس مرتبہ کا اہل ہوگا اور میں بھی تمہارے لئے دعا کرتا ہوں یعنی کہ تجھے وہ مقام حاصل ہو جائے بشرطیکہ جو کچھ میں فرماؤں تو بھی اس پر عمل کرے

فتح قفل ار چہ کلید است اے عزیز
جنبش از دست تو می خواہد نیز

اے عزیز اگرچہ قفل (تالا) کنجی سے کھلتا ہے لیکن تیرے ہاتھ کی حرکت بھی ساتھ درکار ہے اس لئے کہ کنجی خود اس قابل نہیں کہ تالا کھول سکے۔

حدیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خدمت اور ان کو راضی کرنا موجب سعادت اور حصول برکات ہے طالب صادق کو چاہیئے کہ سوائے آخرت کی نعمتوں کے خواہش نہ رکھے اور دنیائے فانی کی لذتوں کی طرف توجہ نہ کرے بندگی میں یہ شرط بھی ضروری ہے کہ حق بندگی پورا ادا کیا جائے تیرے دل میں ہوس تو مطلوب تک پہنچنے کی ہو مگر بے کار بیٹھا رہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا سرد لوہے کو کوٹنا جو کہ بے کار ہے یعنی لایعنی

کارکن کار بگذر از گفتار
کاندر ایں راہ کار دار و کار

باتیں کرنا چھوڑ اور کام کر۔ کیونکہ اس راہ (حق) میں کام کرنا ہی کام آتا ہے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (پ ۶ ع ۷)

اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔ (خزائن العرفان)

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پ ۶ ع)

Marfat.com

ترجمہ: اللہ اس سے (نور اور کتاب مبین) ہدایت دیتا ہے اسے، جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف اپنے حکم سے لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

اَوِ النُّوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّہٗ یَہْتَدِیْ بِہٖ کَمَا سُمِّیَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (مدارک) یا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ قرآن کریم کی ہدایت آپ سے ہی ہے چنانچہ آپؐ کا نام سراج منیر بھی آتا ہے۔

اس میں کسی کو کلام نہیں اور قرآن کریم کے مطالعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً بے شمار ہادی (ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیا علیہم السلام) دنیا میں بھیجے۔ ان میں سے بعض پر صحائف و کتب آسمانی (ہدایت نامے) نازل فرمائے اور اکثر کو ان کے ماتحت انہی صحیفوں یا کتابوں کا مبلغ بنا کر خاتم الانبیاءؐ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تک بھیجا جاتا رہا۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لئے ہمیشہ دو ہادی آتے رہے ایک انسانی (بشری) شکل میں اور ایک کتابی شکل میں (ایک انسان اور ایک کتاب) اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ کتاب ہادی (ہدایات نامہ آسمانی) اپنے انسانی ہادی (اپنے لانے والے نبی و رسول) کے بغیر کچھ ہدایت نہیں کر سکتی یہ نبی اور رسول ہی کا کام ہے کہ اپنی اتری ہوئی کتاب کو سمجھے اور اس پر عمل کرے اور پھر دوسروں کو سمجھائے اور اس پر عمل کرنا سکھلائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (پ ۴ ع ۸)

ترجمہ: تحقیق اللہ نے احسان کیا اوپر ایمان والوں کے اور جس وقت بھیجا بیچ ان کے پیغمبر ان ہی میں سے پڑھتا ہے اوپر ان کے آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت (شاہ عبدالقادر)

مذکورہ بالا آیت میں حسب معمول سنت الٰہیہ ان ہی دو ہادیوں (ایک نور اور ایک کتاب) (یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید) کے آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے

Marfat.com

ثابت ہوتا ہے کہ صراط مستقیم پر وہی لوگ ہیں جو قرآن کریم پر حسب ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (احادیث) پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ قرآن کریم کو احادیث چھوڑ کر (خلاف احادیث) دشمنانِ دین کی تصریحات کے مطابق سمجھتے ہیں وہ راہ گم کردہ ہیں ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید　　که ہرگز نہ خواہد بمنزل رسید

جس نے پیمبر کی راہ (صراط مستقیم) چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی وہ کبھی بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکے گا۔

وجہ استدلال

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ باوجود ہادی قادر مطلق ہونے کے طالبانِ حق کو راہ ہدایت دکھانے اور صراط مستقیم پر ان کو لانے کے لئے ایک انسانی ہادی ہمیشہ مقرر فرمایا کرتا ہے جو کہ ہدایت موصولہ (کتاب ہادی) کے مطابق ان کو عمل کرنا سکھاتا ہے اس سنت الٰہیہ کے اجراء سے ثابت ہوا کہ باوجود کتاب وسنت کی موجودگی کے ہمیشہ ایک ہادی انسانی کی ضرورت رہے گی جو کتاب وسنت کے مطابق طالبانِ مولا کو راہ حق (صراط مستقیم) کی ہدایت کرے اور مولا سے انہیں ملائے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد یہی وہ پاک وجود اہل اللہ (فقراء ومشائخ) ہیں جو نواب انبیا ہو کر رشد وہدایت کا کام سرانجام دے رہے ہیں اور بغیر ان سرچشمہ ہدایت حضرات کے صراط مستقیم (راہ حق وثواب) پانا دشوار ہے۔

چونکہ حق و باطلے آمیختند　　نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
پس محک می بائدش بگزیدہ　　در حقائق امتحانہا دیدہ

ترجمہ:۔ چونکہ حق و باطل (قدرتی طور پر) مخلوط کر دیا گیا ہے اور کھرے کھوٹے (اعمال) کو ایک ہی چرمی تھیلے (جسم انسان) میں (گڈ مڈ کر کے) ڈال دیا گیا ہے پس اس کے لئے ایک عمدہ کسوٹی چاہیئے جو مختلف حقیقتوں کی پرکھ میں بارہا آزمائی ہوئی ہو۔

Marfat.com

تا شود فاروق ایں تزویرہا

تا شود دستور ایں تدبیرہا

ترجمہ :۔ تاکہ وہ ڈمک) ان بناوٹوں (حق و باطل) میں فرق کر دے۔ اور تاکہ وہ تمہاری ان تدابیر (امتیاز حق و باطل) میں وزیر اعظم اور مشیر اعلیٰ کا کام دے ڈمک سے مراد شیخ کامل ہے جو مرید پر نفس و شیطان کے مکر و فریب کا راز ظاہر کر دیتا ہے اور اس کو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھا دیتا ہے اور ان تدابیر میں اس کا رہنما ہوتا ہے۔ (مثنوی)

تو چوں مورے پیر دانہ می روی

ہاں سلیماں جو چہ می باشی غوی

ترجمہ :۔ تو چیونٹی کی طرح دانہ کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ اے سلیمان کی تلاش کر۔ کیوں گمراہ ہوا جاتا ہے۔ مطلب تم طلب معاش اور جستجوئے دنیا میں سرگرداں رہتے ہو۔ شیخ کامل کی تلاش کرو کہ دنیا و دین دونوں کی بھلائی سے بہرہ مند ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالےٰ کے کام میں لگا رہے اللہ اس کے کاموں کا کفیل ہو جاتا ہے چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

دانہ جو را دانہ اش دامے شود

و آں سلیماں جوئے را دامے بود

دانہ کی تلاش کرنے والے (مرغ) کے لئے کبھی اس کا دانہ دام (بلا) ثابت ہوتا ہے اور اس (شخص) کو جو سلیمان کی تلاش کرے دونوں دولتیں ملتی ہیں۔

ہم سلیماں ہست اندر دور ما

کہ دہد صلح و نماند جور ما

ترجمہ :۔ ہمارے زمانہ میں بھی سلیمان وقت موجود ہیں جو (خلق اللہ میں) صلح کرا سکتے ہیں اور پھر ظلم و ستم کا نشان نہ رہے گا دنیا سے فتنہ و فساد رفع ہونے کی صورت یہی ہے کہ اہل اللہ کاملین کی طرف رجوع کیا

Marfat.com

جائے ان کی تعلیم و تربیت اور صحبت سے اخلاق عامہ درست ہو جائیں گے اور لوگوں میں اتحاد و الفت پیدا ہو جائے گی مگر ہر زمانہ میں لوگوں کو یہ خبط رہا ہے کہ وہ بزرگان معاصرین کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ المعاصرۃ سبب المنافرۃ یعنی ہم زمانہ ہونا نفرت کا باعث بن جاتا ہے اور وہ اگلے زمانہ کے بزرگوں کو یاد کر کے ان کی تعریف کرتے رہتے ہیں بلکہ جب کبھی بزرگان اسلاف کا ذکر آتا ہے تو ایسے اشخاص کی زبان سے عموماً یہ کلمہ سنا جاتا ہے کہ آج کل تو کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے یا کہتے ہیں۔ اجی ہم تو بہت پھرے۔ کوئی ایسا بزرگ نہ ملا۔ حالانکہ دنیا کا کوئی زمانہ کوئی قرن کوئی دور ایسا نہیں ہو سکتا۔ جس میں اقطاب ابدال، اوتاد وغیرہ اولیاء کبار موجود نہ ہوں دنیا کا قیام ہی ان کی برکت سے ہے اگر وہ نہ ہوں تو دنیا کا نظام کبھی کا درہم برہم ہو جائے (لا تقوم الساعۃ حتیٰ یقال فی الارض اللہ اللہ (رواہ مسلم رسالہ قشیریہ) قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین پر اللہ اللہ کا ذکر کیا جائے گا یعنی جب تک اہل اللہ دنیا میں موجود ہوں گے) اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ موجودہ لوگ جن بزرگان سلف کو کمال اعتقاد سے یاد کرتے ہیں اپنے زمانہ میں وہ بھی اسی طرح جہلا اور باشندوں کے ہدف طعن بنے رہے۔ جس طرح اس زمانے کے بزرگوں کو ہدف بنایا جاتا ہے اور آج جن بزرگان کاملین کو اعتراض یا بے وقعتی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے آئندہ کے لوگ ان کو بھی بزرگان اسلاف کی طرح غایت احترام کے ساتھ یاد کریں گے راز اس میں یہ ہے کہ ہر بزرگ کامل کے زمانہ میں از روئے حسد یا بوجہ غلط فہمی اس کے کچھ نہ کچھ مخالف ضرور ہوتے ہیں جو ان بزرگوں کے مفروضہ معائب (عیبوں) کی تشہیر کرتے رہتے ہیں جس سے صدہا بلکہ ہزارہا اشخاص کے دلوں میں ان کے خلاف بدگمانی پھیلتی رہتی ہے ایسے واقعات تقریباً تمام اکابر ائمہ و مشائخ کے ساتھ پیش آ چکے ہیں جن پر تاریخ شاہد ہے پھر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ ان کے حاسدین و مخالفین کے ساتھ ان کا غلط پروپیگنڈہ بھی دنیا سے نیست و نابود ہوتا جاتا ہے اور ان بزرگوں کے محض کمالات علمی و باطنی فیوض متوارثہ یا تصنیف کی صورت میں جلوہ گر رہ جاتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو ان کے صرف یہ کمالات ہی نظر آتے ہیں اور بدگمانی پیدا کرنے والی باتیں جو ان کے زمانہ میں حاسدین نے مشہور کر دی تھیں اس زمانہ کے لوگوں

Marfat.com

تک پہنچنے نہیں پاتیں اسی لئے کہا گیا ہے ۔ کہ

" قدر مرد بعد مردن ۔"

غرض اس قسم کے حاسدین کے بہکائے ہوئے لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ آج دنیا میں کوئی کامل نہیں تو مولانا رومؒ ان کی تردید یں فرماتے ہیں کہ بزرگان سلیمان منزلت بفحوائے علمائے امتی کانبیا بنی اسرائیل (الحدیث) آج بھی موجود ہیں جن کے فیض صحبت سے دنیا کے تمام فساد اور فتنے دور ہو سکتے ہیں آگے اس کی دلیل ارشاد فرماتے ہیں ۔

قَوْلِ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ را یاد گیر تا بہ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْر

ترجمہ :۔ ہمارے اس قول کی دلیل میں وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ پ ۲۲ ع ۵ کو یاد کرو (پڑھو) جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر (نبی) ضرور گزرا ہے اس آیت سے بعبارت النص ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ ماضی میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری کہ جس میں کوئی نہ کوئی نبی نہ آیا ہو اور بدلالۃ النص یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کوئی ایسی قوم نہ ہوگی جس میں کوئی نبی یا نائب نبی صاحب وجاہت وہمت نہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چونکہ یہ امر قطعی ہے کہ اور کوئی نبی تا قیامت نہ آئے گا اس لئے اس آیت کی رو سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں ایک نہ ایک نذیر نائب رسول، خلیفہ حق، صاحب وجاہت وہمت آنا ضروری ہے جس سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ اولیائے کاملین سے خالی نہیں ہو سکتا آگے مولانا رومؒ رحمۃ اللہ علیہ خود اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں ۔ (مثنوی)

گفت خود خالی نبود است امتے   از خلیفہ حق و صاحب ہمتے

ترجمہ :۔ حق تعالے نے فرمایا ہے کہ کبھی کوئی قوم خلیفہ حق و صاحب ہمت سے خالی نہیں رہی ۔ گویا مولانا نے آیت کے کلمہ نذیر کا ترجمہ ان عام لفظوں میں کیا ہے جو انبیاء و اولیاء سب پر صادق آتا ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں بھی نذیر (بایں معنی) کی موجودگی اس سے ثابت ہو ۔ ورنہ اگر نذیر کے معنی نبی کرتے اور یوں کہتے " از نبی حق و از پیغمبرے " تو پھر اس آیت کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی اقوام و امم پر صادق نہ آتا کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی تا قیامت مبعوث نہ ہوگا ۔

حالانکہ مقصود یہاں یہ تھا کہ تمام موجودہ اقوام کو یقین دلایا جائے کہ سلیمان زمانہ ہر وقت اور ہر عہد اور ہر جماعت میں موجود ہوتا ہے جو قوم کے پراگندہ اجزا کو ربط و اتحاد کی لڑی میں منسلک کر سکتا ہے۔ (فافہم فانہٗ من دقائق بلاغۃ المثنوی (خوب سمجھ لو کہ یہ مثنوی شریف کی فصاحت اور بلاغت کی باریکیوں میں سے ہے۔ (ملخصاً از مفتاح العلوم)

درس اتحاد

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (پ ۴ ع ۲)

ترجمہ:۔ اور یاد کرو (اے انصاریو) اللہ کا انعام (احسان) جو تم پر ہے جب کہ تم (اسلام سے پہلے) ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے الفت پیدا کر دی۔ تمہارے دلوں میں تو تم ہو گئے اس کے فضل (رحمت و ہدایت) سے بھائی بھائی"۔ محمد بن اسحاق وغیرہ اہل سیر کا قول ہے کہ اوس اور خزرج باہم حقیقی بھائی تھے۔ ان دونوں میں ایک مقتول کی وجہ سے عداوت ہو گئی تھی اور عداوت یہاں تک بڑھی کہ ایک سو بیس سال تک برابر لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدیم عداوت اور دشمنی کی آگ کو اسلام کے ذریعہ بجھا دیا اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ان میں الفت اور محبت پیدا کر دی چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس واحد از رسول حق شدند ۔۔۔ ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند

کینہائے کہنہ شان از مصطفیٰ ۔۔۔ محو شد در نور اسلام وصفا

تمام لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و فیض صحبت سے یک جان ہو گئے ورنہ ہر شخص ایک دوسرے کا دشمن تھا۔ ان کے پرانے کینے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و صحبت کی برکت سے اسلام کے نور اور صفائی میں فنا ہو گئے صلح اور صفائی کی یہ کیفیت اور اتحاد کا یہ عالم صرف اوس و خزرج پر بس نہیں بلکہ سارے عرب قبائل آپ نے شیر و شکر کر دیئے۔ ہدایات قرآن کے مطابق فتنہ و فساد کو مکروہ ترین فعل انسانی قرار دیا اور

اس فعل کے ارتکاب کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں، قتل، خونریزی اور سفاکی کے انسداد کے لئے قانون قصاص جاری کیا۔ عملاً ملک میں قیام امن کے لئے مناسب اور ضروری تعزیریں جاری کیں۔ سب سے بڑھ کر دعوت اسلام کے فیض اثر اور آپ کی صحبت کی برکت نے دلوں کو بالکل خدا کے سامنے کر دیا اور اس حضوریٔ دوام حق کی برکت سے دفعتہً ملک میں امن وامان قائم ہو گیا بخاری شریف کی حدیث ہے کہ عدی بن حاتم نے شہادت دی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق صنعا سے حجاز تک لوگ تن تنہا سفر کرتے تھے۔ اور خوف الٰہی کے سوا اور کوئی خوف راستہ میں نہ تھا۔

از حدیث شیخ جمعیت رسد

تفرقہ آرد دم اہل حسد

بقول مبارک اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ

(شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں)

شیخ کی بات سے اتفاق ومحبت پیدا ہوتا ہے۔ اہل حسد کی بات تفرقہ کی بات پیدا کرتی ہے ضرورت شیخ بران نصریحات کے بعد کہ ہر زمانہ میں فتنہ وفساد اور تفرقہ دلوں میں ہوتا ہے جو محبت حق کے بغیر اتحاد میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا طریقہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب یعنی اہل اللہ کاملین اس محبت واتحاد کی تعلیم دیتے ہیں کبھی آنکھوں سے اس روح پرور اتحاد کا نظارہ مشاہدہ کرنا ہو تو علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں آستانہ عالیہ مجدد اعظم وقیوم عالم پر انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ پر حاضر ہو کر دیکھیں کہ محبت کے دیوانے یاران طریقت کس طرح دلی محبت اور خلوص قلبی سے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے اور خدمت و امداد کرتے ہیں۔ چونکہ اس اتحاد کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے لہٰذا ہر زمانہ میں اس کے معلم بھی موجود ہونے چاہئیں اور ہر زمانہ ان سے کبھی خالی نہیں رہتا مولانا فرماتے ہیں

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما

از نشاط دور بینی در عمیٰ!

ترجمہ :۔ مخلوق میں اتحاد پیدا کر دینے والے سلیمان (زمانہ) اب بھی موجود ہیں لیکن ہم دنیا کی رنگینی کے سبب (ادھر سے) آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں اتحاد، یک جہتی اور محبت پیدا کرنے والے اہل اللہ (سلیمان وقت) اب بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ آیت

اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْرٌ (پ ۲۲ ع ۱۵) ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر گزرا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے اور وجہ ثبوت یہ ہے کہ جو سبب اس وقت نذیر کے آنے کا داعی تھا یعنی اتمام حجت و اصلاح امت وہ اب بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اب نذیروں کا سلسلہ منقطع ہو جائے پس ضروری ہوا کہ اب بھی موجود ہوں اور موجود ہیں مگر لوگوں کی ان کی طرف توجہ نہیں کیونکہ ان کی توجہات تمام تر دنیا کی طرف لگی ہوئی ہیں ان کا فکر، ان کا غور، ان کا خیال، ہر گھڑی، ہر آن، دنیا کے معاملات میں لگا رہتا ہے۔ اس دنیاوی کاروبار کے فکر و خیال کی دور رسی اور بلند پردازی ان کو اپنے نفس کی اصلاح سے محروم رکھتی ہے۔ ان فضول خیالات کے پردوں سے پرواز کرنے والا اپنی خاص ضروریات سے بھی غافل رہ جاتا ہے اور آخر روتا ہے حضرت مولانا شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

دریغا کہ مشغول باطل شدیم ز حق دور ماندیم و غافل شدیم
دریغا چنان روح پرور زماں کہ بگزشت بر ما چو برق یماں
چہ خوش گفت با کودک آموزگار کہ کارے نکردیم و شد روزگار

ترجمہ :۔ افسوس کہ ہم باطل (غیر حق) میں مشغول ہو گئے حق سے دور رہ گئے اور غافل رہ گئے۔ افسوس کہ ایسا روح پرور وقت ہم پر چمکتی بجلی کی طرح گذر گیا۔ سکھانے والے (استاد) نے لڑکے سے کیا اچھا کہا کہ ہم نے کوئی کام نہ کیا اور وقت (عمر) گزر گیا یعنی ختم ہو گیا (مثنوی)

مرغ کو بے ایں سلیماں مے رود
عاشق ظلمت چو خفاشے بود

Marfat.com

ترجمہ: جو پرندہ اس سلیمان کی رہنمائی کے بغیر چلتا ہے وہ چمگادڑ کی طرح تاریکی کا دلدادہ رہتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں جو کسی شیخ سے تعلق نہیں رکھتے یعنی کسی پیر و مرشد کے حلقہ ارادت میں داخل نہیں اور کسی واسطہ سے تعلق باللہ سے بہرہ مند نہیں ہیں ایسے آدمی ظلمت جہالت میں گرفتار اور شہوات اور لذات میں مبتلا ہیں۔ اس سے یہی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ کسی شیخ سے نسبت حاصل کئے بغیر خود مقامات سلوک طے کرنا چاہتے ہیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں۔

راہ بس تاریک و شب تاریک دز داں درکمیں

بے دلیلے عزم راکردن دلیل ابلہی است

ترجمہ: راستہ بہت تاریک، رات اندھیری اور چور ڈاکو گھات میں ہیں بغیر راہبر اور راہنما کے سفر کا ارادہ کرنا بے وقوفی کی دلیل ہے۔ (مثنوی)

باسلیماں خو کن اے خفاش رد

تاکہ در ظلمت نمانی تا ابد

ترجمہ: اے مردود چمگادڑ! تو اس سلیمان (شیخ) سے مناسبت پیدا کر۔ تاکہ تو ہمیشہ کے لئے (گمراہی) اندھیرے میں نہ رہ جائے

پچھلے صفحوں میں ضرورت شیخ پر بیان ہوا ہے اس میں اشارہ کیا گیا تھا کہ کتاب (علم ہدایت) بغیر معلم (ہادی) کے کوئی نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ اسے سمجھ سکتا ہے اور نہ اس سے کچھ فیض (ہدایت) پا سکتا ہے یعنی کہ تنہا کتاب کسی کو ہدایت نہیں کر سکتی اس کی تائید میں ذیل کا مضمون پیش کیا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (پ ۱ ع ۱)

یہ وہ کتاب ہے (کتاب کامل و مکمل) جو صحیح معنوں میں کتاب کہلانے کی مستحق ہے جس کے اتارے جانے کا ذکر توریت و انجیل میں بھی آچکا ہے جس کا وعدہ پیغمبر علیہ السلام سے اس سے پیشتر قول إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا (مزمل) بیشک ہم آپ پر ذات ثقیل (قرآن مجید) القا کریں گے، میں کیا گیا تھا جو آپ پر نازل ہو رہی ہے اور کفار و مشرکین

Marfat.com

اِس کی تکذیب کے درپے ہیں اور آئندہ بھی جو کسی نہ کسی رنگ میں اس کی تکذیب کرے گا اس کی آیات دفرامین کو جھٹلائے گا اور انہیں قابل عمل نہ سمجھے گا انہی کفار و مشرکین میں اس کا شمار بھی ہو گا۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ نہیں شک بیچ اس کے یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور براہین اس درجہ روشن ہیں کہ نظر صحیح کے بعد عاقل اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا شک نہیں کرسکتا) ہدی اللمتقین۔ یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ ہدایت کا استعمال دو معنوں میں ہوا کرتا ہے۔ ایک صرف مطلوب کا راستہ بتا دینے میں دوسرا نہ صرف راستہ بتا دینے بلکہ اس کے ساتھ ہو کر مقصود... تک پہنچا دینے میں

ہدایت مصدر ہے لیکن یہاں ہادی داسم فاعل کے معنی میں آیا ہے پھر ہدایت کی تخصیص پرہیزگاروں کے ساتھ بلحاظ معنی اول تو اس لئے ہے کہ قرآنی ہدایت پر خاص کر یہی لوگ ڈرنے والے، فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہرچند کہ قرآن کریم کی ہدایت عام طور پر مسلمان اور کافر کو شامل ہے جیسا کہ قرآن کریم کے دوسرے موقع پر ارشاد ہوا ہے۔ ھدی للناس۔ لیکن اس پر متمتع ہونا اور فائدہ اٹھانا صرف پرہیزگاروں کا حصہ ہے اور معنی ثانی کے اعتبار سے تخصیص کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ مقصود کی طرف رہنمائی ان لوگوں ہی کو مفید پڑتی ہے نہ مریض ... کو اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ایک موقع پر یوں ارشاد فرمایا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (پ ۱۵ ع ۹)

ترجمہ: قرآن کریم جو ہم نازل فرما رہے ہیں مؤمنین (صحیح العقیدہ مسلمان) کے لئے شفا و رحمت ہے اور ظالموں (کافروں منکروں) کے لئے باعث زیادتی خسارہ (نقصان) ہے متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں ایسی چیز سے محفوظ رکھے جو اسے آخرت میں ضرر رساں اور تکلیف دہ ثابت ہو۔ پھر اگر وہ مضرت شرک ہے اور اس سے آدمی بچتا ہے تو یہ تقویٰ کا ادنیٰ مرتبہ ہے گناہ اور معصیت سے بچتا ہے تو تقویٰ کا وسطی مرتبہ ہے مگر اعلیٰ درجہ کا متقی وہ ہے جو لایعنی چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر الٰہی میں مستغرق ہو (ملخصاً از تفسیر مظہری)

Marfat.com

وجہ استدلال

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ کتاب (قرآن کریم) راستہ حق (صراط مستقیم) دکھانے کے لئے بطور ہادی کے بھیجی گئی ہے (یہ کتاب بشکل ہادی ہے) اور چونکہ ان آیات میں اس کی تعریف و توصیف کا بیان ہے لہٰذا لوگوں کو اس کا تعارف کرایا جا رہا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ جلیل القدر اور عالی شان کتاب (ہدایت نامہ) خود بخود بول رہی ہے اور لوگ سن رہے ہیں یا کسی دوسرے کی زبان پاک اس کی ترجمانی کر رہی ہے سب اہل علم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بول رہے اور بیان فرما رہے ہیں اس کتاب کو خدا کا کلام بتا رہے اور اس کا تعارف کرا رہے ہیں خود اس پر عمل کر کے دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اور اس طرح ان کو متقی بنا کر خدا سے ملا اور پہنچا رہے ہیں چنانچہ کفار اور مشرکین کے انکار کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ (محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود اپنے منہ سے باتیں بناتے اور نکالتے ہیں اور اس کو خدا کا کلام کہتے اور بتاتے ہیں (کہ یہ کلام الٰہی ہے) جیسا کہ مولانا روم اپنی مثنوی شریف میں لائے ہیں۔

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است
ہر کہ گوید حق نگفتہ کافر است

ترجمہ:۔ اگرچہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک لبوں سے ہی نکلا ہمیں ملا ہے مگر جو شخص یہ کہے کہ خدا کا کلام نہیں وہ کافر ہے۔

المختصر کتاب اپنے تعارف اور اپنے کتاب الٰہی ہونے کے ثبوت کے لئے اس معلم اعظم کے وجود مقدس کی محتاج ہے جس کی شان میں یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۝ پ ۲ ع آیا ہے۔ اور وہ لوگ یقیناً گمراہ اور راہ حق سے دور ہو گئے ہیں جو قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر قرآن لانے والے (محبوب خدا) سے سروکار نہیں رکھتے۔ اور آپ کی پاک تعلیم (احادیث شریفہ) سے بے نیاز ہو کر اس کے بغیر ہی قرآن

Marfat.com

اس کا بیان بے شک: کریم کے سمجھنے کے مدعی ہیں اور نہیں جانتے کہ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ
واضح کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ کا شرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ نہ کسی غیر
کو۔ اس لئے ہر شخص اس کے سمجھنے میں حضور کا محتاج ہے اور وہ لوگ بھی ان کے ہی ساتھی اور ہم عقیدہ
ہو کر گمراہ ہیں جو کتاب و سنت کو بغیر کسی معلم کے پڑھنے سننے کے اس پر صحیح عمل کرنے کے مدعی
ہیں اپنے آپ کو صراط مستقیم پر سمجھنے اور باقی تمام اہلسنت مسلمانوں کو گمراہ تصور کرتے ہیں اللہ
تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔ آئے دن جو نئے نئے فرقے مسلمانوں دامت محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ
والسلام میں پیدا ہوتے رہتے ہیں وہ ایسے ہی شترانِ بے مہار لوگوں کے گمراہ کن تخیلات کا
نتیجہ ہیں۔ جس طرح کلام الٰہی پر عمل درآمد کرانے اور بندوں کو راہ حق پر چلا کر خدا تک پہنچانے
کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس کی ظاہری طور پر لوگوں میں موجود
ہونے کی اس وقت ضرورت تھی۔ اسی طرح آج بھی آپ کے نشان دیئے ہوئے (بتائے ہوئے)
اپنے خلیفوں نائبوں اور جانشینوں جن کو آج کل عرف عام میں اولیائے عظام و صوفیائے کرام
کثرہم اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان کی رہنمائی اور اسیری کے بغیر راہ حق
پانا اور اس پر چلنا سخت دشوار ہے۔ ؎

بے عنایات حق و خاصانِ حق!
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور برکتوں اور اہل اللہ کی بابرکت صحبت، اور رہنمائی کے
بغیر اگر فرشتہ سیرت انسان بھی ہو تو اس کا عمل نامہ سیاہ ہی رہے گا۔

وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنۡ ہَادٍ وَمَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنۡ مُّضِلٍّ (پ ۲۴ ر ۱)

ترجمہ:۔ اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں ہے واسطے اس کے کوئی راہ دکھانے والا
اور جس کو راہ دکھائے اللہ پس نہیں واسطے اس کے کوئی گمراہ کرنے والا (موضح القرآن)
اس آیت میں دو شخصوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک ہاد (ہدایت کرنے والا) دوسرا مُضِلّ
(گمراہ کرنے والا) یعنی دنیا میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جن کی صحبت میں رہنے
سے آدمی ہدایت پاتا ہے۔ دوسرا وہ جن کی صحبت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اور یہ مضمون قرآن

Marfat.com

کریم میں دو جگہ نہیں بلکہ اکثر مقامات پر آیا ہے قائلین قرآن پاک میں ہادیوں و صالحین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مضلوں اور ضالین سے دور رہنے کا کیونکہ الصحبۃ تاثیر" کے اصول کے تحت نیکوں کی صحبت میں نیک اور بُرے دل کی صحبت سے آدمی بُرا بن جاتا ہے تجربہ اور مشاہدہ اس کا گواہ ہے جس کا انکار کوئی عاقل نہیں کرسکتا۔ سورہ فاتحہ (الحمد شریف) جو کہ نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہے اور نماز میں ضروری اور واجب قرار دی گئی ہے۔ اس کی آخری آیات پر غور کرنے سے یہ امر خوب واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں اس میں خدا سے ہدایت طلب کرنا سکھایا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی ان دونوں گروہوں کا نام و پتہ بتایا گیا ہے جن کی راہ چلنے پر ہدایت یا ضلالت (گمراہی) آدمی حاصل کرتا ہے۔ اسی لئے انعمت علیہم (صالحین اہل اللہ) کی طرف رغبت بلکہ ان کی صحبت میں رہنے اور ضالین (گمراہوں) سے نفرت اور ان سے الگ رہنے کی درخواست (دعا) ہم سے آخری آیت میں کرائی گئی ہے گویا ہمیں ارشاد ہو رہا ہے کہ ہادیوں کے ساتھ رہا کرو۔ ان کے ساتھ رہنے سے ہدایت پاؤ گے اور گمراہوں سے دور رہو تاکہ گمراہی سے بچو۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کرنے یا گمراہ کرنے کی حقیقت! جن کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اہل اللہ کی طرف سے ان کے دلوں میں نفرت، حسد، بغض و عناد ڈال دیتا ہے۔ اس لئے انہیں کسی ہادی کی صحبت میسر نہیں ہوتی۔ (فمالہ من ہاد) فلہذا وہ ہادیوں سے دور رہ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔

دور گشتی از حضور اولیا
در حقیقت گشتہ دور از خدا

کسی ولی اللہ سے تو بوجہ حسد بغض اور نفرت کرتے کے دور ہو گیا ہے جان لے کہ حقیقت میں تو خدا سے دور ہو گیا ہے۔ جن کو اللہ ہدایت اور راہ حق دکھانا چاہتا ہے ان کے دلوں میں ہادی کی طرف رغبت اور ان کی محبت ڈال دیتا ہے اور گمراہوں کی طرف سے نفرت و حقارت۔ اس لئے کوئی مضل (گمراہ کرنے والا) ان تک نہیں پھٹکتا ہے (فمالہ من مضل) اس لئے وہ ہادیوں کی صحبت میں رہ کر ہدایت پا جاتے ہیں اور خدا رسیدہ ہو جاتے ہیں (مثنوی)

Marfat.com

(مثنوی) ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند در حضور اولیا

جو شخص قرب الٰہی حاصل کرنا خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے اسے کہو کہ وہ اولیا کی صحبت میں رہے اور ان کے ساتھ بیٹھا کرے اللہ تعالےٰ ان ہی پاک وجود اہل اللہ کے ذریعے ہمیشہ ہدایت کرتا رہا اور آئندہ بھی اپنی اس سنت قدیمہ کے مطابق اسی طرح کرتا رہے گا انبیائے علیہم السلام اور اولیائے کرام کے القاب مراتب اور مدارج میں فرق ہے کام دونوں کا ایک ہی ہے یعنی رشد و ہدایت کا ذریعہ اور واسطہ یہی لوگ ہیں اس کا انکار قرآن کریم کی کئی آیات کا انکار ہوگا۔ لہٰذا کوئی ذی فہم دیندار مسلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ (پ ۲۳ ع ۱۷)

ترجمہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اِس (قرآن) کے ذریعے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں اس آیت میں بعینہٖ اسی مضمون بالا کا اعادہ کیا گیا ہے۔

یہاں کتاب کو ذریعہ ہدایت بتایا ہے۔ وہاں معلم قرآن کو۔ یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کتاب خود نہیں بولتی معلم کی زبان سے اپنی ترجمانی کرا سکتی ہے۔ بغیر اس کے نہیں بہر حال مطلب حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی سنت قدیمہ مبارکہ یہی ہے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو کُن فرما کر اس کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔ یہی اس کی قدرت اور یہی اس کا کرنا ہے اسباب اور علل کے بغیر دنیا میں کوئی کام نہیں ہو رہا۔ چونکہ اسباب و علل اسی کے اشارے اسی کی منشا اور اسی کے تحت قدرت کام کرتے ہیں اس لئے تمام امور کے کرنے اور سرانجام دینے کی نسبتیں اسی (اللہ) کی طرف کی جاتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب اور علل کا کوئی وجود نہیں۔ یا کسی کام کرنے کی نسبت سبب یا علت کی طرف کرنا ناجائز ہے چہ جائیکہ اس کو شرک یا کفر قرار دیا جائے۔ گناہ نہیں۔ حقیقت اور مجاز کا فرق نہ کیا جائے گا تو کوئی شخص بھی اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، عالم ہو یا جاہل، نبی ہو یا ولی، اس شرک کے الزام سے بچ نہ سکے

Marfat.com

گا۔ ادنیٰ سے تدبر اور تامل سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے۔

الغرض جب تک یہ کائنات موجود ہے اور نظام الٰہی کے ماتحت دنیا چل رہی ہے سلسلہ رشد و ہدایت بھی قائم رہے گا۔ نبی تو احکام الٰہی کے تحت آنے سے رہے۔ اب تا قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام ہی رشد و ہدایت کا کام کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

استمداد

قارئین قرآن مجید سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہوں پر ان اسباب و علل کا ذکر فرمایا ہے اور امور کے سر انجام ہونے کو ان کی طرف منسوب فرمایا ہے

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۲ ع ۱۷)

ترجمہ:۔ اگر اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتے رہا کرتے تو تمام زمین فساد سے پر ہو جاتی لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑا فضل کرنے والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ ایک ملک دوسرے کو کھا رہا ہے ایک قوم دوسری قوم کو دبا رہی ہے ایک دوسرے کے قتل و خون، تباہی و بربادی کے نظارے جو ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ ہی کرا رہے ہیں لیکن ہماری آنکھوں کے سامنے ایسا کرنے والے انسان ہیں اور خود اللہ تعالیٰ ان امور کے سر انجام پانے کی نسبت ان کی طرف کر رہا ہے کہ ان کے ذریعے (وسیلہ) سے ہم یہ کام سر انجام دیتے ہیں اگر غیر اللہ کی طرف نظام عالم کی نسبتیں کرنا ناجائز یا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف واسطہ یا ذریعہ کی نسبت نہ فرماتے

۲ سورۃ النازعات پ ۳۰ ع کے شروع میں فرماتے ہیں فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

"پس قسم ہے ان فرشتوں کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔"

Marfat.com

وہاں آیت نمبر ۱ میں انسانوں کی طرف نسبت فرمائی تھی تو یہاں فرشتوں کو قسم کھا کر ، ہر امر کی تدبیر کرنے والا بتا رہے ہیں۔ انسان بھی غیر اللہ ہیں اور فرشتے بھی غیر اللہ۔

۳۔ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پ ۶ ع ۵)

ترجمہ :۔ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

اس آیت میں اعانت کرنے نہ کرنے کا حکم موجود ہے جو اکثر مستحق اور محتاج انسان کے طلب اعانت (استعانت) پر ہی کی جاتی ہے کیونکہ بغیر طلب کرنے کے بہت کم آدمی جان سکتے ہیں کہ کس کی اعانت کرنی ہے اس آیت میں اشارۃ النص کے طور پر استعانت غیر اللہ ثابت ہوئی

۴۔ فَلَمَّا اَحَسَّ عِيسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (پ ۳ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ سو جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے (یہودیوں سے) انکار دیکھا تو فرمایا کہ کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے (اللہ کی راہ میں) تو حواری بولے ہم ہیں مددگار اللہ کے۔

اوپر والی آیت نمبر ۳ میں تو عوام کے لئے ایک دوسرے کی اعانت کرنے کرنے کا ارشاد پاک تھا۔ یہاں اس آیت میں غیر اللہ سے اعانت اور مدد مانگنا اور وہ بھی ایک اولوالعزم پیغمبر کا عوام سے آگیا۔ مَنْ اَنْصَارِیْ کے الفاظ پاک میں اعانت اور مدد کے لئے پکارنا بھی پایا جاتا ہے اگر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے نزدیک یہ جرم یا ناجائز ہوتا تو آپ کبھی بھی پیغمبر خدا ہو کر ایسا نہ فرماتے۔ جواب ملاحظہ ہو۔ یہ یاد رہے کہ یہ قرآن مجید ہے کلام (الفاظ پاک) الٰہی ہے۔ بولے ہم ہیں مددگار اللہ کے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ وہ جاہل تھے ان کو بات کرنی نہیں آئی۔ انہیں چاہیئے تھا کہ یوں عرض کرتے کہ یا نبی اللہ ہم غلام آپ کی مدد کو حاضر ہیں۔ سو جواب یہ ہے کہ اگر وہ جاہل تھے انہوں نے ناگفتنی بات کہہ دی کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو پیغمبر خدا تھے صاحب شریعت تھے شرک وکفر جائز و ناجائز سب کچھ جانتے تھے ان کو چاہیے تھا کہ وہ ان کو ڈانٹ دیتے تنبیہ

سرزنش فرماتے کہ بے وقوفو! جاہلو! یہ تم نے کیا بک دیا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اللہ تو سب کا مددگار اور کارساز ہے اور سب اسی کی مدد کے محتاج ہیں لیکن حضرت نے بھی ان کو کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہاں اللہ کی مدد کرنے سے میری دینی کی) مدد کرنا مراد ہے اور مجازاً ایسے الفاظ زبان سے نکالنا شرعاً جائز ہیں۔ شرک یا ناجائز نہیں (جیسا کہ آج کل بعض گمان کرتے ہیں) اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے اس قول نحن انصار اللہ پر کوئی جرح قدح کی۔ بلکہ ان کے الفاظ کو ہی اپنی کلام پاک ہونے کا شرف بخشا۔ یہ سنت الٰہیہ قرآن مجید میں ہر جگہ نمایاں نظر آئے گی کہ قرآن مجید پہلی شرائع کی غلطیوں کی تو تصحیح کرتا یا منسوخ فرماتا ہے لیکن صحیح اور درست کو بحالہ قائم رہنے دیتا ہے اب اتنی وضاحت اس مسئلہ میں کہاں ملے گی کہ اعانت اور مدد بھی پکار کر مانگی گئی ہے اور مانگی بھی غیر اللہ سے اور مانگنے والا بھی اپنے وقت کا صاحب شریعت اور اولوالعزم پیغمبر ہے اور مددگار بننے والے بھی نبی کی مدد کو اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے کو نبی اللہ کی مدد کرنا سمجھتے اور مانتے ہیں اور نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کے الفاظ پاک زبان سے نکالنے کو مجازاً صحیح اور جائز جانتے اور مانتے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ کتاب اور سنت میں اس قسم کا مجاز کئی جگہ آیا ہے۔ مثلاً خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قرض مانگنا یا اللہ کو قرض دینا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا، پانی نہ پلایا وغیرہ وغیرہ جن کی تشریح اور توضیح کا یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل اللہ یعنی نبی ہو یا ولی ان کی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا ان کی اور ان کے دین کی مدد کرنا ہے۔ سچ ہے۔

مردانِ خدا خدا نباشند
لیکن از خدا جدا نباشند

اہل اللہ خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا اور دور بھی نہیں ہوتے۔

۵ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ (پ ۲۸ ع ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار ہو جاؤ (یعنی اس کے نبی کے یار بن جاؤ)

Marfat.com

مذکورہ بالا آیت نمبر ۵ میں تو حواریوں کا قول نحن انصار اللہ نقل فرما کر شریعت عیسوی میں ایسا کہنے کا جواز ظاہر فرمایا تھا اس آیت نمبر ۵ میں مومنوں (غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو حکم فرمایا جا رہا ہے کہ انصار اللہ ہو جاؤ۔ یا بالفاظ دیگر شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ویسے الفاظ مجازاً کہنے کے جواز پر ثبوت دیا جا رہا ہے اور عیسوی مسئلہ (فتویٰ) پر شرع محمدی کی تائیدی مہر ثبت کی جا رہی ہے۔

۶۔ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ (ان کو تنگ کرنے کے لئے ضرر نہ (پ ۲۸ ع ۱۷)

۷۔ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ط (پ ۱ ع ۱۲) اور ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں جو خود ان کو ضرر رساں ہیں اور ان کو نافع نہیں۔

۸۔ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ج ان کو ضرر پہنچانے کی غرض سے مت رکھو۔ اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے (پ ۲ ع ۱۳)

۹۔ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (پ ۲ ع ۱۴) کسی ماں کو ضرر نہ پہنچانا چاہیئے اس کے بچے کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو ضرر پہنچانا چاہیئے کسی بچہ کی وجہ سے

۱۰۔ غَيْرَ مُضَآرٍّ پ ۴ ع ۱۲ یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں برابر کے شریک ہوں گے۔ وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جائے یا دَیْن (قرض) کے بعد بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچائے۔

نمبر ۶ سے لے کر نمبر ۱۰ آیات تک میں نفع اور ضرر کی نسبتیں غیر اللہ کی طرف کی گئی ہیں یعنی غیر اللہ کو نافع اور ضار قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ حسب اللہ تعالیٰ خود نافع اور ضار ہونے کے باوجود غیر اللہ کو نافع اور ضار اپنی کلام پاک میں قرار دے رہا ہے تو ثابت ہوا کہ کسی غیر اللہ کو نافع یا ضار ماننا شرک نہیں اور ناجائز بھی نہیں حالانکہ ہم خود معترف و مقر ہیں کہ نسبتیں مجازاً ہیں حقیقتاً نہیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ آج کل کے مشرک گروں کو کچھ سوچ سمجھ کر منہ کھولنا چاہیئے۔ کتاب اور سنت سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے جس بات کو اللہ تعالیٰ جائز رکھے کسی بندہ بشر کا کام نہیں کہ اس کو ناجائز بتائے۔

Marfat.com

۱۱۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ پ۹ ع اللہ تعالےٰ ایسا نہیں کہ آپ کے ان میں موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ان کو عذاب سے بچا رہی ہے۔

۱۱۔ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (پ ۱۷ ع ۱۳) اور البتہ اللہ تعالےٰ اس کی مدد کرتا ہے جو اللہ کی مدد کرتا ہے مجازی نسبت کی طرف اشارہ ہے تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

۱۲۔ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پ ۱۰ ع ۱۶) ان کو غنی کر دیا اللہ نے اپنے فضل سے۔ اور اس کے رسول نے۔ غنی کرنے کی نسبت جیسے اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف کی ہے ویسے ہی غنی کی نسبت اپنے رسول کی طرف کی ہے۔

۱۴۔ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (پ ۱۰ ع ۱۳) جو کچھ اللہ نے ان کو دیا تھا اور اس کے رسول نے دیا تھا۔

۱۵۔ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ (پ ۱۰ ع ۱۴) آئندہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دیں گے وہ معطی و منعم خود ان آیات میں غنی کرنے۔ عطا کرنے کے فضل کو اپنے رسول کی طرف منسوب فرما رہا ہے جو اس بات کا حتمی ثبوت ہے کہ سود و زیاں، نفع و نقصان اور لینے دینے (عطا کرنے) کی نسبتیں غیر اللہ کی طرف کرنا جو عوام میں جاری ہے نہ شرک ہے نہ گناہ۔ بلکہ عین قرآن کریم کے مطابق ہے قرآن کریم ایک بحر ذخار اور بے کنار ہے۔

چند ایک حوالہ یا بطور مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوا کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات، مالک کل اور فاعل حقیقی ہے جو کچھ اس کارخانہ عالم میں ہو رہا ہے اسی کی قدرت سے ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ ایک ذرہ بھی اس کے اذن اور اشارہ کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ کوئی کام یہاں بغیر کسی سبب یا علت کے نہیں ہو رہا اور ان آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسباب و علل اللہ تعالےٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں خود اللہ تعالےٰ امور کے سرانجام ہونے کی نسبتیں اسباب و علل غیر اللہ کی طرف منسوب فرما رہے ہیں۔ کہیں انسان کام کر رہے ہیں کہیں فرشتے

Marfat.com

کہیں سورج، چاند، تارے، بجلی، ہوا، آگ، پانی اور بادل وغیرہ مخلوق خدا اس کے حکم سے اپنے مفوضہ فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس لئے جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے یہ بہت اچھا ہے کہ کوئی شخص اسباب وعلل سے گزر جائے۔ اس کی آنکھوں اور دل میں یہ کوئی چیز نہ رہے اور ہر ایک چیز کو براہِ راست اسی (اللہ) کی طرف سے دیکھیں چنانچہ صوفیائے کرام کا تو مشرب و مسلک ہی یہی ہے لیکن یہ بھی۔ صحیح نہیں کہ نفع و ضرر، خیر اور شر کی نسبتیں اگر غیر اللہ کی طرف کی جائیں تو وہ شرک ہو جائے گا یا عند الشرح جائز نہیں ہو گا قرآن مجید (ز) سے ان حوالہ جات (آیات) کے لکھنے اور بیان کرنے کی ضرورت ہی اسی لئے محسوس ہوئی کہ حقیقی نسبتیں اللہ کی طرف ہیں اور مجازاً غیر اللہ کی طرف اور یہ غیر اللہ کی طرف انتساب نہ شرک ہے نہ ناجائز بلکہ جائز ہے۔ درست ہے۔ صحیح ہے اور عین قرآن کریم کے مطابق ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ جگہ بہ جگہ کلام مجید میں غیر اللہ کی طرف نسبتیں کر رہا ہے۔ ؏

حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

علم غیب

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ (پ ۱ ع ۱)

قرآن مجید ہدایت ہے واسطے متقی لوگوں کے۔ یعنی سیدھا راہ دکھانے والی کتاب متقیوں اور پرہیزگاروں کو جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں کہ کہیں ان کا کوئی قول و فعل ان کی زندگی میں ہدایت الہیہ و احکام شرعیہ کے خلاف نہ گزرنے پائے ان کا ہر فعل ان کا ہر کام ان کا ہر معاملہ باندھے ہوئے ضابطہ الٰہی کے مطابق ہو تاکہ وہ اس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ لہٰذا وہ محتاج اور متلاشی ہوتے ہیں کسی ایسی برگزیدہ و مقدس و مقبول و محبوب بارگاہ الٰہی ہستی کے جو خود ہدایات و احکام الٰہی (قرآنِ مجید) سے واقف ہو اور خود پر عمل کر کے دکھائے اور دوسرے متلاشیانِ حق کو ادھر بلائے ان کو عمل کرنا سکھائے۔ یہ ان ڈرنے والوں اور متلاشیانِ حق کا ہی کام ہے کہ وہ اس برگزیدہ ہستی کے بتانے اور فرمانے

Marfat.com

سے ایسی باتیں بھی مان لیتے ہیں اور ان پر ایمان لے آتے ہیں جو نہ ان کے سامنے ہیں نہ دیکھی سنی ہیں اور نہ ہی ان کے ادراک میں آسکتی ہے مثلاً ہستی باری تعالیٰ اور اس کی ذات صفات، جنت، دوزخ، پلصراط، میزان، فرشتے، حور و قصور و دیگر احوال قیامت مغیبات (غیب کی باتیں) وغیرہ بیان کرنے والا اور بتانے والا خود خدا سے یہ علوم غیب حاصل کرتا ہے۔ متقی لوگ جو اگرچہ اتنے کامل متقی نہیں بنے مبتدی ہیں اس معاملہ میں اس کو سچا مانتے ہیں اور اسے خدا کی طرف سے مانتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے ان سب غیب پر ایمان لاکر اس کے حکم و ہدایت کے مطابق نماز بھی ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ وہ یعنی اللہ کا محبوب خدا کی طرف سے لایا ہے اور جو کچھ اس سے پہلے ہدایات نازل ہو چکی ہیں اس کے فرمان کے مطابق ان پر بھی ایمان لاتے ہیں اور مرنے کے بعد آنے والی (آخرت کی) زندگی پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں۔ اسی اعتقاد، یقین اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کو بجا لانے (ہدایات و احکام الٰہیہ پر چلنے) کی وجہ سے جو انہیں اسی تقویٰ و خشیت الٰہی کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں صرف یہی لوگ ہدایت الٰہی پر مانے اور بتائے گئے ہیں اور اسی کی وجہ سے فلاح دارین (دنیا و آخرت کی کامیابی) کے انعام کے مستحق فقط یہی لوگ سمجھے اور بتائے گئے ہیں۔

ان آیات میں چند ایک مسائل کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جن کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

(۱) اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ) اسی سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن مجید کا نزول ہو رہا ہے اور جو اس کے مطابق بنائے ہوئے راستے پر لوگوں کو چلانے کے لئے ہادی و رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں ان کو مغیبات پر اطلاع ہے وہ غیب کا علم جانتے ہیں تب ہی تو وہ مسلمانوں کو بتاتے اور مسلمان ان کو مانتے ہیں اگر وہ غیب کا علم نہ جانتے ہوتے تو اس آیت میں مسلمانوں کے جس غیب پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہ کہاں سے آگیا حق یہ ہے کہ اس آیت میں اشارۃ النص کے طور پر رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلع علی الغیب ہونا (غیب کا جاننا) ثابت ہو گیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ذاتی طور پر بغیر سکھائے یا بتائے حاصل ہے یا آپ نے کسی سے حاصل کیا ہے تو عرض یہ ہے کہ سب علماءِ اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں لیکن آپ کا یہ علم ذاتی اور مستقل نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا بتایا اور سکھایا ہوا ہے کیونکہ فقط اللہ تعالےٰ کا علم ہی ذاتی مستقل غیر محدود اور لامتناہی ہے اور خدا کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسا سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اور یہ بات کہ آپ کا علم خدا کا دیا ہوا ہے اور اس کے علم غیب کا ہی حصہ ہے قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے دلالت النص کے طور پر ثابت ہے قرآن کریم میں ہے۔

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پ ۲۹ ع ۱۲) یعنی اللہ تعالےٰ اپنے (خاص) غیب پر مطلع نہیں فرماتا یعنی کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا مگر اس کو جس کو اپنے رسولوں میں سے انتخاب فرمائے (چن لے) اب اشارۃ النص اور دلالۃ النص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب جاننا ثابت ہو گیا۔

عقائد

مومن اور مسلمان کا عقیدہ کیسا ہونا چاہیئے کہ جس پر اس کے صحیح الایمان ہونے کی پرکھ ہو سکے جہاں تک فقیر سمجھ سکا ہے وہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتقاد ہونا چاہیئے کہ وہ علم غیب جانتے ہیں ورنہ ایمان بالغیب کی آیت کا یہاں کچھ معنی اور مطلب نہ ہو گا۔ مومن متقی کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ غیب کی بتائی ہوئی باتوں یا چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ غیب ان کو کس نے بتایا یا اسی خدا نے جس نے آپ کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا اور اپنے علوم غیب پر ان کو مطلع فرمایا۔

نبی کا لفظی مطلب بھی غیب کی خبر دینے والا کیا گیا ہے یہ بھی اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ آپ پر خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایات و احکامات نازل فرمائے گئے ہیں وہ حق ہیں

Marfat.com

۱- وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ (پ ۱ ع ۱)

انہیں سچا اور واجب التعمیل سمجھے (جانے) اور اس پر بھی ایمان رکھتا ہو جو (آپ کے فرمانے کے مطابق) آپ سے پہلے نازل فرمایا گیا ہے۔ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ کے مطابق انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان پر نازل شدہ صحائف سب آ گئے اور آخرت کی زندگی پر ایمان لانا بھی فرض ہے

۲- وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (پ ۱ ع ۱)

اس میں مرنے سے لے کر آخرت تک کے واقعات، حشر اور علامات قیامت، وجود جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ سب آ گئے جو سارے کے سارے از قسم مغیبات ہیں اور جن کا علم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے علماء محققین اور آئمہ مجتہدین نے ان سب کا ذکر کتب عقائد میں بیان فرمایا ہے۔ مزید واقفیت کے لئے ادھر رجوع کرنا چاہیے

۳- اعمال صالحہ

تیسرا مسئلہ اعمال صالحہ کا ہے اس میں نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے اور تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد، عبادات بدنی و مالی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا گیا ہے اور جس طرح کسی خاص چیز کا ذکر کر کے اس میں جزو سے کل مراد لیا جاتا ہے قرآن کریم میں ایسا کئی جگہ پر آتا ہے مثلاً رکوع و سجدہ سے جو ارکان نماز ہیں پوری نماز مراد لی گئی ہے مال اور اولاد کا ذکر کر کے تمام نعمائے دنیا مراد لی گئی ہے اسی طرح یہاں بھی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ سے مراد پورا تمام اسلام مراد لیا گیا ہے یہ مطلب نہیں کہ مومن متقی میں یہ دونوں اوصاف نماز اور انفاق کے ہی ہوتے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تمام اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہوتے ہیں یہی ان کی حیثیت اور تقویٰ کا مقتضا بھی ہے کہ وہ اپنے خالق مالک رب العالمین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وہ کام کریں جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً (پ ۲ ع ۹)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ یعنی تمہارا ہر قول و فعل نقل و حرکت، اسلامی آئین کے ماتحت اور اس کے اندر ہو۔ اسلام سے باہر نہ جاؤ جو لوگ

Marfat.com

نماز، صدقہ خیرات ادا کرکے باقی احکام قرآنیہ والٰہیہ اور اعمال رسولیہ سے خود کو بے نیاز سمجھتے ہیں اور اعلانیہ غیر اسلامی تہذیب، رسم و رواج اور غیر اسلامی آئین و قوانین کو اپنائے ہوئے ہیں وہ فریب خوردہ ہیں انہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیئے انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کا ہر قول و فعل جو وہ اسلام کے خلاف اور اس کے ضوابط سے باہر ہو کر کرتے ہیں اس سے وہ اپنے خالق و مالک و احکم الحاکمین کو ناراض کر رہے ہیں ان کے یہ افعال و کرتوت شیطانی و طاغوتی ہیں۔ جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار منع فرماتے ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ پ ع

شیطان کے نقش قدم پر چلو۔ اسی پر دال ہے ادخلوا فی السلم کافۃ کے بعد خطوت الشیطن کا آنا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اسلام پر پورے طور پر چلنے اور غیر اسلام سے بچنے کی توفیق دے اور بچائے۔ آمین۔

جزا:- چوتھا مسئلہ جزا کا ہے اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پ ع میں مومن متقی کی راہ روشن جس پر وہ چل رہا ہے۔ خدائی بدھا راستہ (صراط مستقیم) قرار دیا گیا ہے اور مومن متقی لوگ ہدایت خداوندی پر متمکن و مقیم ہیں اور وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ میں ان کو بشارت دی گئی ہے اور یہی لوگ من مانی مرادیں پائیں گے۔ تمام مقصدوں میں فتح یاب ہوں گے اور ہر قسم کی کامیابیاں انہیں حاصل ہوں گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرہیزگاروں کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں ہر طرح سے خیر و خوبی اور فلاح و بہبودی موجود ہے اور وہ قطعی اور یقینی طور پر کامیاب ہونے والے ہیں۔

مذکورہ بالا مسائل پر اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تبلیغی رنگ میں جہاں بھی قرآن مجید میں اہل ایمان (مومنین) کا ذکر فرمایا ہے وہاں پہلے ایمان پھر عمل پھر ان کی جزا (بدلہ وانعام) کا ذکر فرمایا ہے لیکن ان آیات میں جو طریقہ اختیار فرمایا گیا ہے۔ ملحوظ مضامین تو اگرچہ وہی ہیں مگر اسلوب بیان بلحاظ ترتیب

Marfat.com

مضامین جدا ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن متقی کی سب سے پہلی صفت ایمان بالغیب بیان فرمائی ہے اس کے بعد اس کے عملی اوصاف بیان فرما کر پھر بقایا ایمان کے اوصاف کا ذکر فرمایا ہے پھر اس کے بعد جزا کا ذکر ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مومن کا سب سے پہلا فرض یا مومن ہونے کی سب سے بڑی اور اہم شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان لانا ہے۔

سب سے پہلے غیب جس پر ایمان لائے بغیر مومن ہی نہیں بن سکتے۔ ذات و صفات الٰہی کا علم ہے جو شخص آپ کو ان اخبار غیب میں سچا ہی نہ سمجھے اور آپ کے غیب دان ہونے پر ایمان و ایقان نہ رکھے وہ صدق دل (تصدیق بالقلب) سے لاالٰہ الا اللہ کس طرح کہہ سکتا ہے اور کیسے کہے گا؟ اور کیا آپ کے علم غیب عطا کردہ خدا کا انکار آپ کی رسالت (رسول ہونے) کے انکار کو مستلزم نہیں؟ اور رسالت کی حقیقت ہی کیا یہ نہیں کہ رسول جو کچھ کہتا اور بولتا ہے اپنی طرف سے اپنے ذاتی علم و واقفیت سے نہیں کہتا کیونکہ خود تو وہ کچھ جانتا ہی نہیں۔ امی نبی ہے بلکہ جو کچھ وہ کہتا اور بولتا ہے غیب کے متعلق ہو یا شہادت کے اپنے خدا سے علم پا کر ہی کہتا ہے اسی کی تائید قرآن حکیم سے بھی ہوتی ہے فرمایا حق سبحانہ و تعالےٰ نے وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی ؕ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ؕ پ ۲۷

ہمارا رسول اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتا۔ مگر وہی جو اس پر وحی کیا جاتا ہے گویا آپ کے علم غیب کا انکار نہ صرف آپ کی رسالت (رسول ہونے) کا ہی انکار نہیں بلکہ کئی ایک آیات قرآنی کا بھی انکار ہے۔

یاد رہے کہ جس علم غیب کی نفی اللہ تعالےٰ نے غیر اللہ سے (قرآن کریم میں) فرمائی ہے یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قرآن مجید میں حکایت فرمائی ہے کہ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں سب بھلائی اور خیر اپنے لئے جمع کر لیتا۔ یہ وہی علم غیب ہے جو ذاتی اور مستقل، لامتناہی اور بغیر کسی کے سکھائے اور بتائے حاصل ہو نہ کہ وہ جس کا ذکر اوپر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالےٰ کا عطا کردہ ہے۔ کوئی شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک مومن و متقی نہ بنے کیونکہ اولیاء اللہ کی تعریف قرآن مجید میں یہی آئی ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ اولیا اللہ وہی ہیں جو مومن اور متقی ہوتے ہیں اور مومن متقی کی پہلی اور ضروری اور اہم صفت (شرط ایمان) ایمان بالغیب بیان فرمائی گئی ہے جس کے معنی سوائے اس کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر اعتقاد اور ایمان ہو۔ جیساکہ اوپر ذکر ہوا بلکہ آیت مذکورۃ الصدر سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ بغیر اس اعتقاد و ایمان اور تقوی کے کوئی شخص الکتاب (قرآن مجید) کی ہدایت سے مستفیض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس پر چل سکتا اور عمل کر سکتا ہے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ سے اشارۃً یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بلاچون وچرا اعتقاد رکھنا۔ ایمان لانا اور عمل کرنا ہر مومن پر فرض قطعی ہے

وجہ استدلال

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اور آیات ماقبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا سب سے پیارا محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف میں یہودیوں کو مخاطب کر کے خطبہ فرما رہا ہے کہ ہماری لائی ہوئی کتاب جو کہ سراپا ہدایت ہے اور اس کے کلام الٰہی ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں اس سے وہی انسان مستفیض ہو سکتا ہے اور ہدایت پا سکتا ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا سچا رسول محمد الرسول اللہ شہادت دے۔ سمجھے اور سچا بھی ایساکہ میری ہر بات خواہ وہ غیب کے متعلق ہو خواہ شہادت کے متعلق۔ اس کی عقل و فکر، ہوش وحواس اور ادراک میں آئے یا نہ آئے۔ بے چون وچرا ایمان لائے اور اللہ تعالےٰ کا ڈر اور خوف دل میں اس قدر پیدا کرے کہ احکام الٰہی (اسلام) کے خلاف جا ہی نہ سکے۔ بلکہ کامل طور پر اس کے مطابق عمل کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کی طرف

Marfat.com

بلانے اور سیدھی راہ (صراط مستقیم) پر چلانے کے لئے کسی ہادی اور رہبر کی ضرورت ہے اور بغیر اس ہادی کی صحبت و معیت کے نہ آدمی ایمان پر قائم رہ سکتا ہے اور نہ تقویٰ اختیار کر سکتا ہے۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حالات مقدسہ (عبادات و معاملات) پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سب لوگوں سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے تھے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب کبھی آندھی بادل، بجلی کی چمک دگرج وغیرہ کا موقع ہوتا تو آپ پریشانی وگھبراہٹ کے عالم میں کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے۔ ڈرتے کہ کہیں پہلی امتوں کی طرح ہم پر بھی عذاب نہ آجائے یہی وجہ تھی کہ آپ کی صحبت و معیت میں رہنے والوں۔ کے دلوں میں بہت جلد اللہ تعالےٰ کا ڈر اور خوف پیدا ہو جاتا تھا اور اس ایمان و تقویٰ کی بدولت آپؐ کی صحبت میں رہنے والوں کو وہ صفائی دل کی نصیب ہوتی تھی کہ احوال غیب آنکھوں سے نظر آنے لگتے تھے۔

بخاری شریف میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قصہ آیا ہے کہ وہ سخت گھبراہٹ میں آرہے تھے کہ راہ میں حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہنے لگے۔ حنظلہ منافق ہو گیا حنظلہ ہلاک ہو گیا انہوں نے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور صحبت میں ہوتا ہوں تو آپؐ کے بیان کردہ احوال غیب پر اس قدر کامل ایمان ہو جاتا ہے کہ آنکھوں سے بہشت اور دوزخ وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں لیکن جب وہاں سے اٹھ کر گھر میں آکر بیوی بچوں میں مشغول ہوتا ہوں تو وہ حالت جاتی رہتی ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ بھی یہی حالت ہوتی ہے چلو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کریں دونوں صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت حنظلہؓ نے وہی الفاظ دہرائے (حنظلہ منافق ہو گیا۔ حنظلہ ہلاک ہو گیا) آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کی کہ جب آپؐ

Marfat.com

کی صحبت میں ہوتا ہوں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ آپ کے بیان فرمانے کے ساتھ ہی احوال غیب آنکھوں کے سامنے پھرتے اور نظر آنے لگتے ہیں اور جب گھر جاکر بیوی بچوں میں مشغول ہوتا ہوں تو یہ حالت نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر یہی حالت وکیفیت جو تم کو میری صحبت یا ذکر اللہ میں حاصل ہوتی ہے آگے پیچھے بھی قائم رہتی تو تم دنیا کے کام کے نہ رہتے گھروں کو چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ نکلتے اور فرشتے تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے۔ اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مرشد کیا ہے

شیخ کیا ہے ؟ ہادی راہ ہدا
خواہ نبی ہو یا ولی ہے فرق کیا

انبیا کو ہی ولی مرشد کہا
آیا قرآں میں ولیًّا مُّرشدًا

پھر اصحاب رسول حق نما
آپ ہی حضرت تھے شیخ مقتدا

اب ولی مرشد نہیں ہوتا نبی
ہے حدیثوں میں کہ بعدی لانبی

شیخ اپنی قوم میں ہے برملا
امتوں میں اپنی جیسے انبیاء

شیخ ہی کرتا ہے اب کار نبی
ظاہر و باطن میں مختار نبی

صورت و سیرت میں گویا مصطفیٰ
دیکھنا اس کا نبی کا دیکھنا

ہے فنا فی الشیخ فنا فی الرسول
اور فنا فی اللہ کا اصل اصول

جو نبی کا ظل نہیں وہ شیخ کیا
شیخ کہنا ہی اسے ہے ناروا

شیخ ہے گویا رسولِ حق نما
طالبانِ حق کو ہے مژدہ جانفزا

ہے فنا فی الشیخ ہی پہلا قدم
ہے وصول حق دگر نہ کالعدم

شیخ کیا ہے مظہر اخلاق حق
شیخ کیا ہے مظہر اسرارِ حق

شیخ کیا ہے مطلع انوارِ حق
شیخ کیا ہے مرکز آفاقِ حق

عبد عابد اور حق معبود ہے
عبد ان دونوں میں پر موجود ہے

عبد جب معبود میں فانی ہوا
ہو گیا باقی ہوئی حاصل لقا

Marfat.com

شیخ کیا ہے عبد کامل اے فتا ملحق حق سے کیا ہے حق سے جدا؟
شیخ سے مل ہے وہ حق کا ہمنشیں بن ملے اس کے خدا ملتا نہیں
شیخ بن اس میں ہے حق جلوہ نما شیخ میں گم ہو کے تو پائے خدا
شیخ سے الفت نہیں تو کچھ نہیں اس کی الفت کرتی ہے حق کے قریں
شیخ ہی سب کچھ ہے تیرے لئے سایۂ حق۔ حق نما تیرے لئے

کہہ گیا طالب ہے با ادب کیا سے کیا
بخش دیجیو جو لکھا حق کے سوا

مشائخ کی خدمت میں جانا ضرور مزے صحبتوں کے اٹھانا ضرور
جلیس ان کا رہتا نہیں ہے شقی سعادت کا ہیں وہ خزانہ ضرور

معیت ولی کی ہے اکسیر خاص مس قلب کو زر بنایا کرو
بنا دیتے ہیں دیو کو بھی ملک انہیں سے دل اپنا لگایا کرو

خدا سے ملا چاہتے ہو اگر تو ان کا بجا حکم لانا ضرور
خدا ان کا وہ اس کے ہیں ہمنشیں انہیں دل میں اپنے بسانا ضرور

انہیں دیکھنے سے خدا یاد ہو تصور سے اجڑا دل آباد ہو
رہو ان کی صحبت میں شام و سحر دل غم زدہ بھی وہاں شاد ہو

خدا ان کا وصّاف قرآن میں کئی آیتیں ان کی ہیں شان میں
جہان ان کے قدموں سے آباد ہے جگہ دو انہیں، قلب ویران میں

Marfat.com

مقاصد تیرے سب سر انجام ہوں | درِ شیخ پر صبح اور شام ہوں
نگاہِ کرم سے وہ گر دیکھ لیں | تو طالب نہ کیوں ترے سب کام ہوں

پیر کامل ڈھونڈ گر چاہے کمال | جو کہ ہے بے پیر کب رکھتا ہے حال
مجلسِ مردانِ حق کے ہو قریں | تا کہ حاصل ہو تجھے علم الیقین
جس کو حاصل ہو گیا عین الیقین | واصل حق ہو گیا وہ بالیقین
جو کہ رکھتا دوست ہے درویش کو | دیکھتا ہے دوست حق خویش کو
موت سے پہلے ہوئے عارف فنا | لا یموتون ہے قولِ مصطفےٰ
تم نہ ہو گے گر جلیسِ اولیاء | تو بلاؤں میں نہ ہو گے مبتلا
عارفوں کو خوف و خطرہ ہو کیوں | آیا قرآں میں ولا ھم یحزنون
دوست حق سے جو رکھتا ہے پیار | دونوں عالم میں وہی ہے نامدار
خدمت درویش کر با صد آداب | تا کہ ہو تو دو جہاں میں کامیاب

جو کہ ہو راہِ خدا میں راہ گیر | چاہیئے اس کو کہ ہو ہمراہ پیر
دور منزل اور ہے راہ پر خطر | کون جاتا ہے وہاں بے راہبر
راہِ حق میں راہبر درکار ہے | پیر ہی اس راہ کا واقف کار ہے
پیر کی خدمت میں جا اے مرد کار | تجھ کو دکھلائے گا وہی کوئے یار
صدق دل سے تھام دامانِ پیر | راہ باطن کا ہے تو گر راہگیر
ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے شوق سے | اور اس کے حکم پر چل ذوق سے
راہزن ہیں اس کی راہ میں بیشمار | راہبر کے ساتھ چل لے یادگار
راہبر کے ساتھ جائے تو اگر | پھر نہیں دیکھے گا کچھ رنج و ضرر
راہِ حق میں پیر ہی ہے رہنما | کب کرے بے پیر طے راہ خدا
جو کہ اس کی یاد میں ہر دم رہا | مقصد اعلیٰ پہ پہنچا یا گیا

Marfat.com

اس کی خدمت سے کبھی غافل نہ ہو — صاف کہتا ہوں تجھے جاہل نہ ہو
کر عمل اس پر جو ہے فرمانِ پیر — تاکہ امرِ حق سے ہو روشن ضمیر
دل تیرا روشن ہوا اس کے نور سے — نورِ حق دیکھے گا اس پر نور سے
اپنی ہستی کو تو کر اس پر نثار — جلوۂ حق تجھ میں ہو تا آشکار
جو کہ ہے بے پیر اے مردِ جواں — پنجۂ شیطاں میں ہے وہ بے گماں
پیر کا فرمان ہے فرمانِ حق — ہو چکا ہے جب کہ وہ قربانِ حق

طالبِ حق نے کیا اچھا کہا!
عشقِ حق میں جو مرا زندہ ہوا

رسول شاہد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ پ۲۹ ع۱۳

ترجمہ:۔ ہم نے تمہاری طرف ایک گواہی دینے والا پیغمبر بھیجا جیسا کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

اے اہل مکہ ہم نے تمہاری طرف ایک پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا گواہی دینے والا کہ تم پر گواہی دے گا روزِ قیامت تمہارے کفر اور تکذیب پر اور جو تم میں سے اہلِ اسلام ہوئے ان کے ایمان و اسلام پر یعنی ان کے کفر و شرک و گناہوں سے تائب ہونے پر جس طرح ایک پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) بھیجا فرعون کی طرف خاص موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر اس لئے کیا کہ ان کی خبر اہل مکہ میں پھیلی ہوئی تھی اس لئے کہ اہل مکہ یہود کے جب کہ وہ مدت دراز سے مدینہ شریف میں آباد ہو چکے تھے ہمسایہ تھے۔ حالانکہ رشد و ہدایت کے لئے انبیا علیہم السلام ہمیشہ حسب ضرورت آتے رہے تاکہ وہ حق تعالےٰ کی بارگاہ (عدالت) میں اپنے وقت کے لوگوں کے کفر و اسلام کی شہادت دیں اور ان کی گواہی ان کے اعمال پر حجت ہو۔

Marfat.com

۲۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (پ۲۲ ع۳)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپؐ کو اس شان کا رسول بناکر بھیجا کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے اور (کفار کو) ڈرانے والے ہیں۔

یعنی قیامت کے دن آپ اعمال امت پر گواہی دیں گے آپ کی گواہی مومنین و کفار کے لئے حجت ہوگی جس کے مطابق وہ سزا یا جزا پائیں گے۔

۳۔ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (پ۵ ع۳)

اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے یعنی ہر ایک امت سے اس کے نبی کو اس پر گواہ لائیں گے اور وہ اپنی امت کے ایمان۔ کفر۔ نفاق اور عام افعال پر گواہی دیں گے تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔

۴۔ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ (پ۷ ع۶)

اور میں ان پر مطلع (گواہ) رہا جب تک ان میں رہا یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں اپنی امت پر شہادت دیں گے۔

۵۔ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِیْدٌ (پ۲۶ ع۱۶)

اور ہر شخص میدان قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جن میں ایک اسے ہمراہ لائے گا اور ایک اسکے اعمال کا گواہ ہوگا۔

۶۔ وَاَنْتُمْ تُسْاَلُوْنَ عَنِّیْ بِمَا اَنْتُمْ قَآئِلُوْنَ (حدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج کے خطبہ میں فرمایا۔ ایک دن اللہ تعالےٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا۔ تم اس وقت کیا کہو گے یعنی کیا جواب دو گے؟ اس وقت مجمع عام سے صدائیں بلند ہوئیں۔

اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ: اے اللہ کے رسول آپؐ نے تمام احکام

Marfat.com

پہنچا دیئے اے اللہ کے رسول آپ نے فرض رسالت ادا کر دیا اے اللہ کے رسول آپ نے نصیحت کی دکھرے کھوٹے کو الگ کر دیا، اس وقت حضور علیہ السلام کی انگلی شہادت آسمان کی طرف اٹھی ایک دفعہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور دوسری دفعہ مجمع کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ یعنی اے اللہ خلق خدا کی گواہی سن لے اے اللہ مخلوق خدا کا اعتراف سن لے۔ اے اللہ گواہ ہو جا۔

توبہ کی گھاٹی

۷۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ ۲۸ ع ۲۰)

ترجمہ :- اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے یعنی توبہ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال سے ظاہر ہو اور اس کی زندگی اطاعتوں، عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے باز رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ توبہ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں ہیں جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور ان کے آگے دوڑتا ہو گا اور ان کے داہنے دل پلصراط پر اور جب مومن دیکھیں گے کہ ان منافقوں کا نور بجھ گیا ہے تو عرض کریں گے اے رب ہمارے لئے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے

۸۔ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ ۱۸ ع ۱۰)

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

وجہ استدلال

اس آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاح دنیا و آخرت یعنی دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے توبہ کی ضرورت ہے بلکہ حکم دیا گیا ہے دیکھئے امر جو کہ وجوب کو چاہتا ہے، توبہ استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا پاک اور بے عیب ہو جاتا ہے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔

قرآن مجید میں مولا تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ پ ۲۵ ع

اور جو کچھ تمہیں از قسم مصیبت پہنچتا ہے یہ تمہاری ہی ہاتھوں کی کمائی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت بہت معاف فرماتے رہتے ہیں تو جو شخص سچی توبہ کرے گا اور آئندہ گناہ کرنے سے بچتا رہے گا وہ ہر قسم کے مصائب تکالیف دکھ عذاب سے بچا رہے گا اور مال اولاد اور وسعتِ رزق سے بھی سرفراز فرمایا جائے گا

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ سے امیر معاویہؓ کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار ہوں مگر میرے کوئی اولاد نہیں مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے اللہ مجھے اولاد دے آپ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو۔ اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا اس کی برکت سے اس کے ہاں دس بیٹے ہوئے یہ خبر امیر معاویہؓ کو ہوئی تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے فرمایا دوسری مرتبہ جب اس شخص کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیاز حاصل ہوا تو اس نے آپ سے دریافت فرمایا امام حسنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو نے قرآن پاک میں حضرت ہود علیہ السلام کا قول نہیں پڑھا جو انہوں نے فرمایا وَيٰقَوْمِ

Marfat.com

يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (پ۱۲ ع ۵)

اے میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا (مال اور اولاد) اور نوح علیہ السلام کے اس قول سے جو سورۃ نوح میں آیا ہے (يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ مدد کرے گا تمہاری ہر قسم کے مال واولاد سے) ثابت کرتا ہے کہ توبہ استغفار سے دنیوی فلاح بھی حاصل ہوتی ہے اور آخرت کی فلاح بھی

جیساکہ آیت

نمبر ۲ میں مذکور ہوا۔ اول تو ایسا کوئی مسلمان نہیں ملے گا جسے آخرت کی فلاح ونجات درکار نہ ہو بلکہ اکثر لوگ ایسے ہیں جو اخروی فلاح سے زیادہ دنیوی فلاح کے خواہاں ہوتے ہیں اور بیان بالا سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ فلاح دارین کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے ایماندارانہ توبہ کرنی چاہیئے اس کے بغیر فلاح دارین حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مومن ومسلمان سمجھتا ہے بارگاہِ رب العزت میں توبہ استغفار کرنے پر ماموروومجبور رہے۔

اِس مضمون کے شروع میں نمبر ۱ سے تا نمبر ۶ جو احادیث وآیات دی گئی ہیں اِن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو بندوں کے اعمال پر گواہ طلب کئے جائیں گے۔ جو کفر واسلام، نیکی وبدی پر ہماری شہادت دیں گے اور فیصلہ شہادتوں پر ہوگا۔

Marfat.com

توکّل میں حکمت

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (پ ۱۳ ع ۲)

ترجمہ :۔ اور یعقوب علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹو! (مصر میں) ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے اندر جانا تاکہ نظر بد سے محفوظ رہو اور میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا جو مقدر ہے وہ تدبیر سے ٹالا نہیں جاسکتا حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

ترجمہ :۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا وہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا۔ ہاں یعقوبؑ کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بے شک وہ صاحب علم ہے۔ ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وجہ استدلال

حضرت یعقوب علیٰ نبینا و علیہ السلام پہلے تو اپنے گیارہ بیٹوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مصر شہر میں داخل ہونے لگو تو ایک دروازے سے اکٹھے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے اندر جانا یہاں مفسرین لکھتے ہیں کہ ایسا اس لئے فرمایا تاکہ وہ نظر بد سے محفوظ رہیں اور اس کے سوا اس کا کچھ اور مطلب ہو بھی کیا سکتا ہے کیونکہ بخاری و

Marfat.com

مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ "نظر حق ہے"۔ اور ساتھ ہی یعقوب علیہ السلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے سے میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا کیونکہ جو مقدر ہے وہ تدبیر سے ٹالا نہیں جا سکتا کیونکہ حکم سب اللہ کا ہی ہے۔ میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور سب بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالےٰ بھی اس کی تصدیق فرما رہے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو ایک دروازے سے داخل نہ ہونے کا اور جدا جدا دروازوں سے اندرون شہر جانے کا اپنے بیٹوں کا حکم فرمایا جس کی تعمیل انہوں نے کی وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خواہش تھی جو پوری کر لی وہ اس کے ذریعہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا۔ نہ تو یعقوب علیہ السلام نے باوجود اس علم کے کہ وہ ان کو اللہ سے بچا نہیں سکتے تدبیر سے ہاتھ اٹھایا اور نہ اللہ تعالےٰ نے ان کی اس تدبیر کو غلط قرار دے کر اسے شرک قرار دیا بلکہ کیا تو یہ کیا کہ اس تدبیر کو ان کا علم قلبی (مشاہدہ و مکاشفہ) قرار دے کر فرمایا کہ بے شک وہ صاحب علم ہے اور یہ علم ہم نے ہی ان کو سکھایا ہے اور اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے گویا قیامت تک آنے والے مشرک گر موحدوں پر حجت قائم کر دی ہے کہ اسباب و علل اور وسائل کا قائل ہونا اور تکمیل امور کی نسبتیں مجازاً وسائل اور اسباب کی طرف کرنا صحیح درست اور جائز ہے شرک نہیں بلکہ یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ ان کا یہ علم (احتیاط پر عمل کرنا) بھی ہمارا ہی علم ہے کہ ہم نے ہی ان کو سکھایا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آفتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے دفع کی تدبیریں اور مناسب احتیاطیں انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہیں اسی لئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر باآواز بلند
با توکل زانوئے اشتر بہ بند

مولاناؒ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا گھٹنا باندھ کر توکل کرو۔

ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اپنے اونٹ کو بغیر گھٹنا باندھے ہی بٹھا کر حاضر ہوا آپ نے دریافت فرمایا کہ اونٹ کا کیا کیا۔

Marfat.com

عرض کیا کہ توکلاً علی اللہ ایسے ہی بٹھا کر حاضر ہوا ہوں تو آپؐ نے فرمایا۔ جا پہلے اس کا گھٹنا باندھ اور پھر اللہ پر توکل کر۔ یعنی آپ نے ظاہر فرمایا کہ اسباب ظاہری کا اختیار کرنا خلاف توکل نہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ ظاہری اسباب کی رعایت کرے اور پھر توکل اللہ پر کرے کہ دنیا عالم اسباب ہے اور خود اللہ تعالےٰ مسبب الاسباب ہے ہاں سبب پر بھروسہ کر کے مسبب حقیقی کو نہ بھول جائے

لانبیؐ بعدی

جس طرح اللہ تعالےٰ نے دنیا کے تمام امور کی سرانجام کرنے کے اسباب مہیا فرما رکھے ہیں اسی طرح امر رشد و ہدایت کے حصول تکمیل کے لیے بھی مرشد اور ہادی بھیج رکھے ہیں قرآن کریم سے شہادت ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر یہ مرشد اور ہادی، نبی رسول اور اولوالعزم رسل کے ماتحت امتی نبی غیر تشریعی نبی کہلاتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے بعد آنے والے مرشدوں اور ہادیوں کا نام نبی رکھنا یا ان کا نبی کہلانا بند فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں آتا ہے فرمایا۔ لانبیؐ بعدی۔ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ جو کسی غلط کار نے "نہ نیا نہ پرانا" کی دم ترجمہ میں لگا کر غلط ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنے لئے حدیث میں آمدہ مسیح موعود بننے کی گنجائش نکالی ہے سراسر بیہودہ اور غلط کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نئے یا پرانے نبی کا تذکرہ نہیں تھا جس کی نفی آپ نے لانبیؐ سے فرمائی فقط آپ سے پہلے اولوالعزم انبیا و رسل (تشریعی)، اور ان کے ماتحت امتی ظلی بروزی (غیر تشریعی) انبیا کا وجود قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے اس لئے "لانبی" میں حضور نے ان ہی کی نفی فرمائی ہے جس پر کتاب و سنت سے بے شمار دلائل و شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ہاں آپؐ نے ان آنے والے مرشدوں اور ہادیوں کو اپنے خلیفے اور نائب کہا ہے جن کو عرف عام میں اولیائے عظام و صوفیائے کرام کہا جاتا ہے اور قیامت تک کوئی وقت بھی ان کے مبارک وجود سے خالی نہیں

Marfat.com

ہو گا۔ راہ حق (صراط مستقیم) پر چلنے والے ان ہی کی خدمتوں اور صحبتوں میں رہ کر مستفیض ہوتے رہیں گے اور جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قیامت اس وقت آئے گی جب دنیا میں کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ وسیلہ اور ضرورت شیخ کا انکار خدائے تعالیٰ کی اتنی بڑی قدرت کاملہ کا انکار ہے جس کے ذریعے سے ہی کارخانہ عالم چل رہا ہے چنانچہ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

ابر و باد و مہ و خورشید ہمہ در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
این ہمہ بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

بادل، ہوا، چاند اور سورج سب کے سب کام پر لگے ہیں تیری روٹی کا سبب بن رہے ہیں۔ تاکہ تجھے روٹی میسر ہو اور اسے غفلت سے نہ کھائے بلکہ جس ذات پاک قادر کریم نے اپنی اس پیدا کردہ کائنات کو تیری روٹی بہم پہنچانے کا سبب بنا رکھا ہے اس کی یاد اور ذکر سے دم بھر کے لئے بھی غافل نہ ہو کیونکہ یہ کارکنان قدرت تو تیری خاطر اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل اور فرمانبرداری کر کے تیری روزی کا سب سامان مہیا کر رہے ہیں ۔اب تو اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرے اور غفلت میں پڑا رہے تو یہ شرط انصاف نہ ہو گی ناشکری اور کفران نعمت ہو گی۔

ترک غفلت و ذکر کثیر

جز یاد حق ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز درس عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوئی لوح دل از نقش غیر حق
علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است

Marfat.com

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یادِ خدا اور ذکر اللہ کے سوا جو کچھ تو کر رہا ہے عمر ضائع کرتا ہے اور درس عشق (حصول محبوب کے ذکر اذکار اور علم اسرار یار) کے سوا جو کچھ تو پڑھتا ہے باطل اور جھوٹ اور غیر حق ہے۔ اے سعدی اللہ اللہ کا بکثرت ذکر کر کے اس اسم اعظم مبارک و مقدس کے نقش سے اپنے لوح دل یعنی دل کی تختی کو منقش کر لے۔ حتیٰ کہ دل میں کوئی نقش غیر حق (ماسوا اللہ) کے نہ رہے اس لئے کہ وہ علم جو حق کی طرف رہنمائی نہیں کرتا اور غیر حق سے چھڑا کر محبوب حقیقی تک نہیں پہنچاتا جہالت ہی جہالت ہے بلکہ بدترین جہالت ہے۔

ذکر کرو اللہ کا ذکر کثیر (بہت بہت) کا راز ان پاک بزرگ و مقدس ہستیوں سے پوچھیے جو اپنے اپنے زمانہ میں کانبیاء کے مصداق رہے ہیں اور وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (پ ۲۹ ع ۱۳) (اور اپنے رب کا نام (اللہ) یاد کرتے رہو (اے پیارے محبوب) اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو) کے مخاطب کے صحیح معنوں میں وارث ہیں۔ لَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا کے مصداق ان رموز ذکر کثیر سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں۔ تبتل کے معنی ہیں انقطاع تعلقات۔ یہ تبتل کی صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک دل ماسوا اللہ (تعلقات) کی طرف سے نہ ہٹے اور دل ماسوا اللہ کی مشغولی سے باز نہیں آسکتا ادھر سے ہٹ نہیں سکتا جب تک اللہ کی محبت اشد دل میں پیدا نہ ہو۔ چونکہ دل کی محبت کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ اشد درجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کی محبت نہ ہوگی۔ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوب کا غیر محب کی نظر سے دور ہو جاتا ہے۔ محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا جس سے ماسوا المحبوب کی فراموشی پیدا ہوتی ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (الحدیث) آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت و دوستی ہوگی۔

اس فرمانِ اقدس کی رو سے محب اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور غیر محبوب سے دور بھاگے گا ذکر اللہ بکثرت کرنا دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے کا باعث ہے جتنا ذکر اللہ بکثرت کیا جائے گا اتنی ہی اللہ کی محبت دل میں بڑھتی جائے گی حقیقت یہ ہے کہ ذکر

Marfat.com

کرتے رہنے سے مذکور کا حضور ہونے لگتا ہے جوں جوں ذکر میں کثرت اور مداومت ہوگی حضور بھی دوام حاصل ہوتا جائے گا۔ یعنی کثرت ذکر سے ذاکر کو مذکور کا حضور حاصل ہو جاتا ہے اسی اصطلاح کے معنی "ہم نشینی با خدا" (خدا کے ساتھ بیٹھنا) وصال خدا وغیرہ کے لئے گئے ہیں اور معیت مع اللہ کہا گیا ہے جوں جوں حسن ازلی لم یزلی کی تجلیاں قلب ذاکر پر بسبب ذکر کے زیادہ پڑتی جاتی ہیں ذاکر کے دل میں مذکور کی محبت بڑھتی جاتی ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ (پس میری یاد کرو میرا ذکر کرو۔ میں تمہارا ذکر کروں گا۔)

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں (یہ ہے کثرت ذکر سے حصول حضور و دوام کی دلیل)، اگر مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ویسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں۔ آیت کریمہ و حدیث شریف کی ملاحت و حلاوت تو دیکھئے کیسا محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ باہمی پیار کی باتیں اور محبت کے اشارے۔ سبحان اللہ! بندہ کا اللہ اللہ کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب اور پسند ہے کہ اس کے عوض میں آپ اس کا فرشتوں میں چرچا کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے جب میرا بندہ ایک بار مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو ستر بار یا عبدی کہہ کر یاد کرتا ہوں بندہ کے دل میں ایسے مشفق و مہربان کی محبت کیوں نہ بڑھے اور وہ ایسے مولا کا جاں نثار عاشق کیوں نہ بنے؟ جو اتنی محبت کے ساتھ ملائکہ میں اس کا چرچا کرے اور اس پر رحمت فرمائے۔ واقعی ذکر اللہ بہت بڑی نعمت ہے جس سے ذاکر محب ہی نہیں بلکہ آہستہ آہستہ مولا کا محبوب بن جاتا ہے اگرچہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ذکر میں ہی داخل ہے لیکن بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وہ ذکر جو مذکور کی اسم صفت کے ساتھ واقع ہو وہ سریع التاثیر ہوتا ہے اور مذکور کی محبت زیادہ بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہوتا ہے

Marfat.com

برخلاف اس ذکر کے جو اوامر کے بجالانے اور نواحی سے ہٹ جانے پر واقع ہے تکلیفات شرعیہ کا اصلی مقصود نفس کو مغلوب کرنا ہے جو اللہ تعالےٰ کی مخالفت اور عداوت پر قائم رہتا ہے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے اپنے نفس کو دشمن جان کیونکہ وہ میری عداوت پر قائم ہے۔ چور چوری نہیں کر سکتا جب تک محاسب یا کوتوال اس کو سامنے موجود نظر آتا ہے۔ شاگرد ہرگز شرارت نہیں کرتا جب تک استاد اس کو سامنے موجود نظر آرہا ہو اسی طرح نفس بھی مغلوب نہیں ہو سکتا اور شرارت سے باز نہیں آسکتا جب تک اس کا خالق و مالک اس کو سامنے موجود نظر نہ آئے اور یہ دوام حضور حق ذکر اسم ذات کی مداومت اور کثرت سے ہی میسر آتا ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا کا صحیح مصداق بن جاتا ہے جب کہ ذکر کرتے کرتے مذکور میں استغراق حاصل کرتا اور فنا ہو جاتا ہے جس کی طرف مولانا رومؒ اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں

اللہ اللہ گفتۂ اللہ میشود
ایں سخن حق است باللہ میشود

ترجمہ طالبؔ

اللہ اللہ کہتے اللہ ہو گیا
یعنی وہ باقی رہا تو کھو گیا

مولاناؒ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ سچ بات ہے ایسا ہو ہی جاتا ہے ہاں تو بات یوں چل رہی تھی کہ کثرت ذکر اللہ سے حضور حق بکثرت ہونے لگتا ہے اور ان بکثرت ملاقاتوں سے محبت بڑھتی جاتی ہے اور اللہ کی طرف اس جذب محبت کے سبب ماسوا اللہ تعلقات سے دوری ہوتی ہوتی انقطاع تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے جو کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں باب حقوق المسلمین میں ذکر کی ہے آیا ہے کہ کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں کہ جب اس کو کرو تو باہم محبت کرنے لگو۔ لوگوں نے عرض کیا بہتر یا رسول اللہ! تو آپؐ نے فرمایا آپس میں

Marfat.com

سلام فاش کرو۔ یعنی بکثرت سلام کیا کرو اور اکثر ملتے جلتے رہا کرو تو آپسمیں محبت بڑھتی جائے گی الغرض جب تک تبتل حاصل نہیں ہوتا کسی عبادت میں بھی حضور قلب میسر نہیں ہو سکتا اور جب تک عبادت میں حضور قلب نہ ہو جیسا کہ فرمایا لا صَلٰوۃَ اِلاَّ بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ (الحدیث) حضور قلب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی عبادت جسد بے روح کی سی ہو گی۔

یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام و مشائخ عظام مبتدیوں کے لئے بہ نسبت دیگر عبادات نافلہ کے ذکر قلبی پر زیادہ زور دیتے ہیں اور مبتدیوں کے لئے فرائض و سنن مؤکدہ کے بعد اسی ذکر کو ضروری سمجھتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ اسی کی تائید فرماتے ہیں چنانچہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۴۸ میں جو حافظ عبدالغفور کی طرف صادر فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ اول اپنے عقائد کو علمائے اہل حق کے عقائد کے مطابق درست کرے پھر فقہ کے ضروری احکام کا علم حاصل کرے اور ان کے مطابق عمل کرے اس کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھے بشرطیکہ ذکر کو شیخ کامل مکمل سے حاصل کیا ہو کیونکہ ناقص سے کامل نہیں ہو سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح آباد رکھے کہ فرضوں اور مؤکدہ سنتوں کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہو حتیٰ کہ قرآن مجید کی تلاوت اور عبادات نافلہ کو بھی موقوف رکھے اور وضو ہو یا نہ ہو ہر حال میں ذکر کرتا رہے اور کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے اسی کام میں مشغول رہے اور چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے اور سونے کے وقت ذکر سے خالی نہ رہے اور دوام ذکر میں اس قدر مشغول ہو کر مذکور کے سوا سب کچھ اس کے سینے سے دور ہو جائے۔

ان حضرات کا خیال بلکہ یقین ہے کہ جتنی عبادات اسلام میں مقرر ہیں ان سب کا مقصود یاد الٰہی ہی ہے وہ یاد الٰہی جو حضور دوام حق پر منتج ہو یعنی جس کا نتیجہ حضور دقلب، دوام ہو یہ دوام حضور ہی عام مسلمانوں کو گناہوں سے بچاتا اور ان کو پکا مومن اور متقی بناتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ عبادت ہی مقبول نہیں۔ یادہ عبادت عبادت ہی نہیں جس سے یاد الٰہی کی صفت حاصل نہ ہو اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس مقصود کے حصول کے لئے صوفیائے کرام و مشائخ عظام کی صحبتوں سے استفادہ کیا جائے۔

Marfat.com

ہادی راہ ہدیٰ

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی پ۱ ع۴ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے۔ الخ۔ ھدیٰ کے معنی ہدایت بمعہ کتاب بھی ہو سکتے ہیں اور ہادی بھی۔ اگر خالی ہدایت بمعنی کتاب الٰہی مراد لی جائے تو وہ بندوں کے پاس کیسے آئے (پہنچے)؟ سب پر نازل ہو یا کسی ایک پر۔ سب کے دل میں ڈالی جائے یا کسی ایک کے دل میں؟ سب پر یا سب کے دل میں ہدایت کا الہام کیا جانا بغیر کسی ہادی و مرسل کے وجود پاک کے سنت الٰہی کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ جتنے صحیفے یا کتابیں خدا کی طرف سے بندوں کی طرف بھیجی گئیں وہ ہر زمانہ میں خاص خاص نبی یا رسول پر ہی نازل ہوتی رہیں۔ اس لئے یہاں اگر ہدیٰ سے ہادی مراد لیا جائے تو ہدایت کے دونوں مفہوم اِس میں آجاتے ہیں۔ ہادی کے معنی ہدایت کرنے والا۔ سیدھی راہ (صراطِ مستقیم) پر چلانے والا۔ اور ان معنوں میں ہادی کا لفظ قرآن کریم میں کئی جگہ پر آیا ہے اگر وہ براہِ راست یا بلا واسطہ ہدایت خدا تعالےٰ سے حاصل کرے تو اس کو قرآنی اصطلاح میں نبی و رسول کہا جاتا ہے اور اگر وہ (ہادی) بالواسطہ نبی و رسول سے یہ ہدایت حاصل کرے تو ایسے ہادی کو خلیفہ رسول، ولی، مرشد، شیخ، استاد اور پیر وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ہدایت کے انتہائی مراتب و مقامات حاصل کرلے اور کامل مکمل مستند ہادی بن جائے نبی یا رسول پر ایمان لانے والے متبعین کو عام طور پر مسلمان اور مومن ہی کہا جاتا ہے اور خلفائے رسول (اولیائے کرام و مشائخ عظام) کے متوسلین اور ہدایت حاصل کرنے کا ارادہ کرنے والوں کو اصطلاح صوفیہ میں مسترشد اور مرید کہا جاتا ہے چونکہ حصول رشد و ہدایت کا طریق کار ایک ہی ہے اسی لئے کہا گیا ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ یعنی شیخ اور پیر و مرشد کو اپنے متوسلین اور مسترشدین یعنی مریدین میں ادب آداب تعظیم و تعمیل ارشادات میں وہی مقام حاصل ہے جو نبی کو اپنی امت میں چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

کو نبیِ وقتِ خویش است اے مرید
تا ازو نورِ نبی آید پدید

اے طالب ہدایت و سالک راہِ حق شیخ وقت کا دامن تھام لے کہ وہ شیخ اپنے زمانہ میں گویا نبی ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ سب سے پہلے خدا تعالےٰ سے بلا واسطہ ہدایت پاکر ہادی بننے والے حضرت ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں جب ان کو حکم ہوا "قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ" (القرآن۔ پ ۱ ع ۴۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدم فرشتوں کو سب نام بتا دے یعنی فرشتوں کو اپنے حاصل کردہ علوم لدُنّی کی تعلیم کرو۔ اور آدم علیہ السلام نے ان کو تعلیم فرمادی (فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ۔ القرآن) جب آدم علیہ السلام نے ان کو سب نام بتا دیئے تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ (اپنے پیر و مرشد یا استاد) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ (وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ) پ ۱ ع ۴ (اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے)

اِس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو عالم روحانی و جسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لئے حصولِ کمالات کا وسیلہ کیا۔ تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں کیونکہ اسمیں اپنے محسن کی شکر گزاری اور اپنے معلم و استاد (پیر و مرشد) کی فضیلت اور تعظیم پائی جاتی ہے اس طرح یہ سلسلہ رشد و ہدایت ہمارے حضور۔ لامع النور شافع یوم النشور امام الانبیاء والمرسلین۔ خاتم النبین سیدنا و مولانا حبیب کبریا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا چونکہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے منصب نبوت کو آپؐ پر ختم فرمادیا۔ آپؐ کو آخری نبی قرار دیا۔ اس لئے یہ رشد و ہدائت کا محکمہ اپنے خلفا (اولیائے امت) کو سپرد فرمادیا اور اس نعمت عظمےٰ کو اس طرح عام کر دیا۔ نبی اپنے وقت میں ایک ہوتا تھا جو سرچشمہ ہدایت سمجھا جاتا تھا۔ اب آپؐ نے اپنے خلفاء کی تعداد بکثرت فرماتے ہوئے ان ہدایت کے سرچشموں کے ذریعہ وہ فیض عام فرمادیا یہ فضیلت محض آپ کی اُمت کو نصیب ہوئی جس اُمت نے آپ کے صدقے میں خیر امت کا شرف خطاب پایا۔ (تم سب امتوں سے بہتر امت ہو) کہ ایک ہی وقت میں سینکڑوں ہادی اولیائے کرام و صوفیائے عظام کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فیضان الٰہی حاصل

Marfat.com

کر کے مختلف اقطاعِ ملک میں مخلوقِ خدا کو مستفیض فرما رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا اب یہ ہمارا فرض ہے کہ عقیدتِ صحیحہ کے ساتھ ان کی خدمت میں جائیں اور منشائے الٰہی کو پورا کریں یعنی ان کی صحبت میں رہ کر معرفتِ الٰہی حاصل کریں۔

۲۴ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (پ۱ ع۷)

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو (انہوں نے ایسا ہی کیا) فوراً بارہ چشمے اس میں سے بہہ نکلے (خزائن العرفان)

یاد رہے کہ یہاں بارہ کا عدد حصر یا حد بندی کے لئے نہیں کہ اس سے زیادہ جاری نہیں ہو سکتے تھے بلکہ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بارہ ہی قبیلے تھے اس لئے ان کی اس تعداد کے لحاظ سے ان کے حسبِ ضرورت بارہ پر ہی اکتفا کیا گیا ورنہ معجزات میں بارہ یا بارہ سو میں کوئی فرق نہیں ہوتا آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قادرِ مطلق کے حکم سے بارہ چشمے بہہ نکلے اگر وہ زیادہ چاہتے تو ایسی ایک ضرب سے زیادہ بھی بہہ نکلتے۔

پانی ایک ظاہری (مادی) نعمتِ الٰہی ہے جس کے حصول کے لئے طالب پانی (مانگنے والے) کو پتھر پر لکڑی کی لاٹھی (مادی ضرب) سے ضرب لگانے کا حکم ہوا تو اس ضرب سے حسبِ بیانِ قرآن بارہ چشمے جاری ہو گئے اور قوم آسودہ ہو گئی۔

وجہ استدلال

پتھروں یعنی پہاڑوں سے پانی نکلا ہی کرتا ہے چشمے بہا ہی کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ پ۱ ع۹ (اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے) لیکن مذکورہ بالا آیت کریمہ میں الحجر سے ایک خاص پتھر مراد ہے جو بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آدمی کے سر کی مثل مربع تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے توبرہ میں ڈالے لئے پھرتے تھے (بغل میں دبائے) حسبِ ضرورت کام میں لاتے تھے یہ آپ کا معجزہ تھا جو حق تعالےٰ نے پتھر پر

Marfat.com

لاٹھی مار کر بارہ چشمے جاری فرما کر ظاہر فرما دیا کیونکہ یہ مادی دنیا کا معجزانہ مادی مظاہرہ تھا۔ بعض سخت دلوں کو پتھر سے مشابہت دی گئی ہے جیسا کہ فرمایا۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ پ ۱ ع ۹

ترجمہ: پھر سخت ہو گئے تمہارے دل اس کے بعد کہ گویا وہ سختی میں پتھر ہیں۔

جو قادر مطلق خالق کائنات (خدا) پتھر پر لکڑی کی ضرب لگانے سے بغیر پتھر کے ٹوٹنے کے بارہ چشمے طالب آب (پانی) کے ہاتھ سے جاری فرما سکتا ہے کیا وہی قادر مطلق دل پر ذکر اللہ کی ضرب طالب عرفانِ الٰہی سے لگوا کر اس سے کہیں زیادہ فیض کے دریا نہیں بہا سکتا؟ یقیناً بہا سکتا ہے اس فیضان الٰہی سے کون بے خبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک (معدن عرفان الٰہی) سے ایک عالم کو پہنچا اور قیامت تک پہنچتا رہے گا وہ فیضان الٰہی قلب پاک پر اسی ذکر اللہ کرنے یا ذکر اللہ کی ضرب دل پر مارنے کا ذکر آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ پ ۱۳ ع ۱۰ (وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد (ذکر) سے چین پاتے ہیں۔ سن لو۔ اللہ کی یاد یعنی ذکر ہی میں دلوں کا چین ہے) میں اشارہ موجود ہے عوام کی سمجھ میں یہ راز آنا ذرا مشکل ہے خصوصاً جب بے خبری کے ساتھ حسن عقیدت بھی مفقود ہے۔ اہل ذکر حضرات تجربۃً جانتے ہیں کہ ذکر لسانی سے ذکر قلبی بہتر نتیجہ خیز ہے ذکر لسانی سے مراد زبان سے ذکر کرنا ہے ذکر آہستہ آواز سے ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ پ ۹ ع ۱۴ (اور بے آواز نکلے زبان سے) نہ بلند آواز سے اور ذکر قلبی سے مراد دل کی طرف دھیان رکھ کر دل میں یعنی جی میں خیال سے ذکر کرنا ہے یعنی دل میں عظمت و جلالِ الٰہی کا موجود پانا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً پ ۹ ع ۱۴

"اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر و زاری اور ڈر سے"

ذکر اللہ کی دل پر ضرب مارنے سے مراد یہ ہے کہ ذکر اللہ دل کی طرف نگاہ رکھ کر کیا جائے۔ بلند آواز سے یعنی لسانی ہو جیسے ذکر جہر (ذکر) کیا جاتا ہے یا آہستہ دل میں

Marfat.com

ہو جیسے ذکر خفی (ذکر قلبی) کیا جاتا ہے۔ ذکر جہر عام طور پر مبتدیوں کا ذکر ہے جیسا کہ چھوٹے بچوں کو اپنا سبق زور زور سے دہرانے کو کہا جاتا ہے تاکہ جلدی یاد ہو جائے جب ذکر اللہ جہر سے کرتے کرتے دل کا ملکہ ہو جاتا ہے تو پھر عموماً ذکر جہر کی ضرورت نہیں رہتی پھر ذکر خفی (ذکر قلبی) پر ہی نگاہ رہتی ہے جس کو حضرات خواجگان نقشبندیہ کرمہم اللہ تعالیٰ "نگہداشت" کی اصطلاح سے تعبیر فرماتے ہیں اور جب اس سے آگے اور ترقی ہوتی ہے حضور دوام حاصل ہوتا ہے تو اسے وہ حضرات "یادداشت" سے تعبیر فرماتے ہیں اس مقام پر غفلت سے قطعاً نجات حاصل ہو جاتی ہے اور ہر عبادت میں خلوص اور حضور قلب میسر ہو جاتا ہے اور اس طرح ہر عبادت شرف قبولیت حق پالیتی ہے نفس مطمئنہ ہو کر مستحق جنت ہو جاتا ہے یہی وہ طریقہ ذکر اسم رب ذکر اللہ جو اولیائے عظام و صوفیائے کرام نے نسل بعد نسل بذریعہ مشائخ کرام و مرشدان عظام (وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ فِي نَفْسِكَ) کے مقدس و برگزیدہ مخاطب حبیب کبریا امام الانبیاء سرتاج الاولیا والاصفیا حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی و باطنی طور پر حاصل کیا ہے چنانچہ اپنے وقت کے امام و مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ نے اپنی کتاب قول الجمیل میں جو عربی میں لکھی ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شفاء العلیل کے نام سے ملتا ہے چار بزرگ ترین سلاسل صوفیائے کرام (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کی اسناد بطریق محدثین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی ہیں یہی لوگ وہ نواب و خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی طرف رشد و ہدایت کے لئے آپ نے اپنی امت کو متوجہ فرمایا ہے (بخاری) کیا مشابہت یا مناسبت ہے ضَرَبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ" اور ضرب ذکر اسم ربک (علی القلب) کے درمیان یہ تو جاننے والے یا اس کے کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ لیکن اتنا تو صاف ظاہر ہے کہ پتھر سے چشموں کو جاری عصائے موسیٰ علیہ السلام، بدست موسیٰ علیہ السلام ہی باذن اللہ کر سکتا تھا اور وہ فیض اگرچہ مادی تھا تاہم آپ کی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) زندگی تک محدود تھا اور آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم نے جو رشد و ہدایت اور معرفت الٰہی کا بحر ذخار بذریعہ ذکر اسم رب اقدس سے باذن اللہ تعالیٰ پیدا و جاری فرمایا قیامت تک لوگ اس سے سیراب وفیضیاب ہوتے رہیں گے اور اہل اللہ (مشائخ عظام) سے ہر زمانہ میں اس کے چشمے بہتے رہیں گے اور طالبانِ مولا کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

۴۵۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ الخ (پ ۶ ع ۹)

ترجمہ :۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا۔ تاکہ اسے دکھائے کیوں کر اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔ بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا۔ تو پچھتاتا رہ گیا۔

مروی ہے کہ دو کوے آپس میں لڑے تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوے نے اپنی منقار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا (خزائن العرفان، جلالین و مدارک) اللہ تعالیٰ نے ایک کوے سے یہ کام لیا کہ اس نے ایک نبی زادہ (قابیل) کو جو مردہ کو دفن کرنے کے علم و فن سے ناواقف و بے خبر تھا اپنے علم و عمل سے اسے مردہ دفن کرنے کا فن سکھایا۔ وہ (اللہ تعالیٰ) چاہتا تو قابیل کو براہ راست ایسا کرنا سکھا دیتا جس طرح کوے کو سکھلا دیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ کیا ایک کوے کو اس کا رہنما بنایا جیسا کہ اس آیت کے لفظ لِیُرِیَہٗ سے ظاہر ہوتا ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے کہ بعض کو بعض کا ہادی (راہ دکھانے والا) اور بعض کو بعض کا مضل یعنی گمراہ کرنے والا بنایا ہے حالانکہ خود اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا اور کرتا ہے لیکن اپنے بندوں کی تسہیل (آسان کرنے) اور تفہیم (سمجھانے) کے لئے اسباب و علل کو اختیار فرمایا ہے یعنی اپنی قدرت کو اسباب و علل کے تحت چھپا دیا ہے اور اس طرح ثابت کر دکھایا ہے کہ اسناد مجازی کا مسئلہ (کسی کام کے کرنے کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا) صحیح

Marfat.com

اور درست ہے اور شرک سے بالکل پاک صاف ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالے نے دو فرشتوں کو ہی کووں کی شکل میں بھیجا ہو۔ اور کووں کی شکل و شباہت میں ہونے کے سبب سے ہی اللہ تعالے نے لفظ غراب (کوا) آیت کریمہ میں استعمال فرمایا ہو تاکہ قابیل کو اپنی بے عقلی کم فہمی اور جہالت پر زیادہ سے زیادہ ندامت ہو کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر ایک کالے کلوٹے اور حقیر پرندے کی رہنمائی کا محتاج ہوا یہ تمثیل محال نہیں قرآن کریم میں اس کی نظیر موجود ہے فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ پ ۱۶ ع ہم نے اپنا روحانی (جبرائیل علیہ السلام) اس کی (مریم) کی طرف بھیجا۔ وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس آیت شریف میں جہاں ہادی و رہبر و مرشد خواہ سید شیخ، مغل، پٹھان ہو خواہ لوہار، ترکھان، جولاہا و رنگریز ہو اگر کسی کامل مکمل شیخ کا صحبت یافتہ با اجازت یافتہ (خلیفہ مجاز) ہو اور صحیح معنوں میں متبع سنت ہو ظاہر شریعت سے اور باطن طریقت سے آراستہ و پیراستہ اور دل نور معرفت سے منور ہو تو اس کی صحبت و معیت کو اکسیر اعظم اور نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اپنے تئیں اس کے حوالے کر دینا چاہیئے کیا خوب فرمایا ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے۔

چوں تو یابی پیر را تسلیم شو
ہم چو موسےٰ زیر حکم خضر رو

جب تمہیں ایسا کامل مکمل پیر مل گیا اور تم نے اختیار کر لیا تو اب کلی طور پر اس کے تابع فرمان ہو جا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود ایک مہتمم بالشان اور بڑے اولوالعزم پیغمبر ہو کر بھی حصول علم اسرار کے لئے حضرت خضر علیہ السلام جن کی نبوت بھی علماء میں مختلف فیہ ہے کے حکم و ہدایت کے ماتحت چلتے رہے یہ قصہ قرآن کریم و بخاری شریف میں مفصل مذکور ہے شائقین وہاں سے تسلی فرما سکتے ہیں۔

۲۶ - وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (پ ۸ ع)
ترجمہ :۔ اور ہم راہ نہ پاتے اگر ہمیں اللہ راہ نہ دکھاتا بے شک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔

Marfat.com

اور جو انہوں نے ہمیں دنیا میں ثواب کی خبریں دیں وہ سب ہم نے عیاں دیکھ لیں ان کی ہدایت ہمارے لئے کمال لطف و کرم تھا۔ مومنین جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان کی راہ دکھائی اور عمل کی توفیق دی جس کا یہ اجر و ثواب ہے اور ہم پر فضل و رحمت فرمائی اور اپنے کرم سے عذاب جہنم سے محفوظ رکھا۔

وجہ استدلال

آیت کریمہ میں اس موقع کا ذکر فرمایا گیا ہے جب کہ مومنین اپنے آخری اور انتہائی مقام جنت کو پالیں گے اور بطور شکر کے پہلے اللہ تعالےٰ ہادی مطلق کی ہدایت کا ذکر کریں گے اور ساتھ ہی بعد میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے ہادیوں کی ہدایت کا ذکر کریں گے کہ وہ اپنے رب کے پاس سے راہِ حق و صداقت و صراط مستقیم لے کر آئے اور پورے طور پر اس سے مستفیض فرمایا ان کی ہدایت ہمارے لئے کمال لطف و رحمت ثابت ہوئی آیت کریمہ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی کو ہدایت کرنا چاہتا ہے تو رسولوں کو ہادی بنا کر بھیج دیتا ہے۔ یہی ہادی یعنی رسول لوگوں کی ہدایت کا سبب اور ذریعہ ہوتے ہیں اور جب کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی سلسلہ رشد و ہدایت کی ضرورت قیامت تک رہے گی اسی لئے آخری نبی و آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی امت کے اولیائے کرام یعنی آپ کے خلیفوں اور نائبوں کی بھی ضرورت رہے گی تاکہ جو گمراہ ہیں وہ ان کی صحبت و معیت میں راہ ہدایت پاتے رہیں۔

۲۷۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا (پ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو (علماء و مشائخ کو) اللہ کے سوا خدا بنا لیا (حکم الٰہی چھوڑ کر ان کے حکم کے پابند ہوئے اور مسیح بن مریم کو کہ انہیں بھی خدا بنا لیا اور ان کی نسبت یہ اعتقاد باطل کیا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان میں حلول کیا ہے) اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ ہی کو پوجیں اسی کی عبادت و پرستش کریں۔

Marfat.com

یہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احکام الٰہی کے خلاف اپنا رب اور معبود بنا لیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے جو حکم ملا تھا وہ یہی تھا کہ ایک اللہ ہی کی پرستش (عبادت) کریں انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی یہی نصاریٰ کی گمراہی ہے جس کا ذکر سورہ فاتحہ میں ولا الضالین میں کیا گیا ہے اگر وہ لوگ ایسا نہ کرتے تو وہ الضالین (گمراہ) قرار نہ دیئے جاتے اور یہی وہ آیت کریمہ ہے جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مشائخ کرام و پیران عظام کے خلاف استعمال کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ان سے متنفر کیا جاتا ہے بلکہ ان کا وجود ہی خطرناک بتا کر ان کے وجود سے ہی انکار کیا جاتا ہے ھداھم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب کرے آمین) حالانکہ یہی آیت کریمہ اگر اس پر ٹھنڈے دل سے تعصب چھوڑ کر غور اور فکر کیا جائے ثابت کر رہی ہے کہ امم سابقہ میں بھی ہادی (رسول و نبی بن کر) آتے رہے اور ان کے بعد امت کے علماء اور مشائخ بھی ہدایت کا کام کرتے رہے اور یہ سنت الٰہیہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور اسی خدائی سنت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء و مشائخ آپ کے بعد تا قیامت سلسلہ رشد و ہدایت کو تھامے رہیں گے یہاں ایک نقطہ یاد رکھنے کے قابل ہے تاکہ ہم بدظنی اور بدگمانی کا شکار ہو کر اپنے گناہوں میں اضافہ کے مرتکب نہ ہوں وہ یہ کہ ہمیں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم نماز کی ہر رکعت میں (عبادت الٰہی) دیا گیا ہے جس کے آخر میں ولا الضالین آتا ہے اور ان الضالین سے مراد نصاریٰ (عیسائی) ہیں جن کا ذکر آیۃ کریمہ بالا میں آیا ہے۔ اب خیال فرمائیے جو مومنین روزانہ نماز میں بیسیوں دفعہ بارگاہِ رب العزت سے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ الٰہی ہمیں انبیاء و اولیا علیہم السلام و رحمۃ اللہ علیہم کی راہ (صراط مستقیم) پر چلا یہودیوں عیسائیوں اور مشرکوں کی راہ پر نہ چلا کہ وہ مغضوب علیہم اور الضالین ہیں اور یہ دعا بھی وہ ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی حسب منشا سکھائی ہے تاکہ وہ اس مقام اعلیٰ کو حاصل کر لیں یعنی ایک اللہ ہی کی عبادت کریں اور اسی کے ہو کر رہیں پھر ایسے مومنین و متقین پر بدظنی کر کے یہ آیت نمبر ۲ چسپاں کرنا حق تو یہ ہے کہ مومن کا کام نہیں کیونکہ یہ الزام بہتان سراسر خلافِ قرآن کریم ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا ‏ پ ۲۶ ع ۱۴

ترجمہ :- اے ایمان والو! بہت گمان سے بچو کیونکہ ہر گمان صحیح نہیں ہوتا، بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو۔

مومن صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجود یکہ اس کے دوسرے صحیح معنے موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو۔ یہ بھی گمان بد میں داخل ہے۔

مسئلہ :- گمان کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں ایک ممنوع یعنی حرام ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ برا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ برا گمان کرنا ہے (خزائن العرفان) مولا تعالےٰ ہمیں مومنوں پر برا گمان کرنے سے بچائے۔ آمین۔

۲۸ - وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ‏ پ ۱۵ ع ۱۱

ترجمہ :- جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ان کے سوا کوئی اولیاء نہ پاؤ گے جو انہیں ہدایت کریں بیشک وہی ہدایت پاتا ہے جسے اللہ تعالےٰ ہدایت دے۔

لیکن عوام الناس کو ہدایت دینے اور کرنے کا وہی طریقہ ہے جس کا ذکر اوپر آیت نمبر ۲۶ میں آچکا ہے یعنی انبیاء و رسل علیہ السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو ہادی بنا کر بھیج دیتا ہے جن کے ذریعے وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یہی اللہ تعالےٰ کا ہدایت دینا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے ان کے لئے ہدایت کرنے والا ولی اللہ نہ پاؤ گے مگر یہ کہ خود چاہے اس آیت کریمہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بھی گمراہی سے بچانے اور صراط مستقیم پر چلانے کے لئے امت میں ہمیشہ علماء حقانی و مشائخ ربانی (اولیاء اللہ) ہوتے رہیں گے اور اللہ تعالےٰ کی سنت مستمرہ کے مطابق امت کو بھی ایسے پاک نفوس العلماء کانبیاء (مشائخ) کی ضرورت رہے گی۔

۲۹ - وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ‏(پ ۲ ع ۲)

ترجمہ :- اور بے شک وہ ہدایت و رحمت ہے مسلمانوں کے لئے

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ قرآن کریم کو ہدایت کا ذریعہ مسلمانوں کے لئے فرما رہے ہیں

Marfat.com

اور قرآن کریم واقعی سراپا ہدایت اور رحمت ہے لیکن جب تک کوئی بشر انسان یا ہادی پڑھائے بتائے سمجھائے نہیں اور اس پر عمل کر کے دکھائے نہیں خود کوئی بشر بھی اس کتاب یعنی قرآن کریم سے مستفیض نہیں ہو سکتا ہدایت نہیں پا سکتا کیونکہ کتاب اپنے آپ بول نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ ہدایت کی کتابیں خاص خاص بندوں (رسولانِ حق) پر نازل ہوئیں گویا اللہ تعالیٰ کے ہدایت کرنے کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ خاص خاص بندوں کو برگزیدہ فرما کر ان کو اپنا رسول (لوگوں کا ہادی) قرار دیتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس نازل کردہ ہدایت نامہ کے مطابق لوگوں کو راہِ حق یعنی صراطِ مستقیم دکھاتے۔ اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شیطان اور اس کی ذریات مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (جنوں اور انسانوں سے) بے کار بیٹھ گئے ہیں کسی کو گمراہ نہیں کریں گے خود سوچیے کہ آج کل لوگ اسلام سے کتنے دور اور مذہب سے کتنے بیگانہ ہیں ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا اگر شیطان لعین اپنا گمراہی کا کام کرتا رہے گا تو کیا رحمٰن نے اپنا ہدایت کا کام بند کر دیا ہے یا بند کر دے گا نہیں ہرگز نہیں۔ گمراہ کرنے والے موجود رہیں گے۔ وہ ہدایت کرنے والے ہادی یہی اولیائے عظام و مشائخ عظام ہیں جو ہدایت نامہ قرآن پر عامل اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واتباعِ رسول ہیں موجود رہیں گے کوئی صاحب علم و عقل ان کے پاک وجود اور ان کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اس مضمون کی اور بھی کئی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں ناظرینِ قرآن کریم میں دیکھ سکتے ہیں۔

۳۰- اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (پ ۲۷ ع ۱۱)

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب (محمد الرسول) کو قرآن سکھایا۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں کہا گیا ہے کہ کفارِ مکہ کہتے تھے کہ اس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی بشر سکھاتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ رحمٰن (اللہ تعالیٰ) نے آپ کو سکھایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس طرح قرآن سکھایا؟ اللہ تعالیٰ سورۂ نجم میں فرماتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ پ ۲۷ ع ۵ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے مگر وہی جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔

Marfat.com

معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے بذریعہ وحی آپ کو قرآن سکھایا۔ وحی کیا ہے اور کس طرح آتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے ہی سنئے تجرید البخاری اردو باب اول میں دوسری حدیث اس طرح پر آئی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ! حضور کے پاس وحی کس طرح آتی ہے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی گونج کی طرح آتی ہے اور یہ بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے کچھ دیر کے بعد یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور خدا تعالے کا فرمان مجھے یاد ہو جاتا ہے کبھی فرشتہ بشکل آدمی آتا ہے مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور مجھے اس کا کلام یاد ہو جاتا ہے اس سے آگے حدیث نمبر۳ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں: حضور پر وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی جو خواب آپ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ہو بہو پورا ہوتا اس کے بعد حضور خلوت پسند ہو گئے غار حرا میں یکسوئی اور تنہائی اختیار کی۔ تحنث میں مشغول ہو گئے یعنی چند رات متواتر عبادت میں مشغول ہو گئے اور اس دوران میں مکان پر نہ جاتے مدت تحنث کا توشہ (کھانا) ہمراہ لے جاتے جب توشہ ختم ہو جاتا تو پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کے پاس تشریف لا کر دوبارہ اتنے ہی دنوں کا کھانا لے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ غار حرا ہی میں مقیم تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آکر کہا پڑھیے۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے یہ سن کر مجھے دبوچا جس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے! میں نے کہا میں خواندہ نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا اور مجھے بہت زیادہ تکلیف ہوئی میں نے کہہ دیا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور کہا اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھیے جو تمام عالم کا خالق ہے جس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا اور پڑھیے اور آپ کا پروردگار ایسا بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی۔ اس کے بعد حضور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کے پاس تشریف لائے آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ فوراً آپ نے فرمایا مجھے چادر اڑھاؤ! مجھے چادر اڑھاؤ۔ لوگوں نے آپ کو چادر اڑھائی جب آپ کی گھبراہٹ جاتی رہی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا نے عرض کیا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

آپکو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں لوگوں کے لئے تکلیف اٹھاتے ہیں مفلسوں اور ناداروں کو کھلاتے پلاتے ہیں مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور مصائب دور کرنے کے لئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ بوڑھے آدمی تھے اور نابینا ہو گئے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جا کر کہا اے ابن عم اپنے بھتیجے کی بات تو سنو۔ ورقہ نے آپ سے دریافت کیا بھتیجے کیا بات ہے۔ آپ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرما دیا۔ ورقہ بولے یہی وہ ناموس یعنی جبریل فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش! میں ان ایام نبوت میں جوان ہوتا۔ کاش اس زمانہ میں زندہ ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ حضور نے فرمایا کیا وہ مجھے نکالیں گے؟ ورقہ نے عرض کیا جی ہاں اب تک جو لوگ تمہاری طرح دین کی کتاب لے کر آئے سب کے ساتھ دشمنی کی گئی۔ اگر میں آپ کے زمانہ نبوت میں موجود ہوا تو آپ کی انتہائی مدد کروں گا۔ الخ۔

بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف بذریعہ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام سکھایا۔ براہ راست آپ کے قلب مبارک میں نہیں ڈالا گیا جیسا کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمٰن نے اپنے حبیب کو قرآن سکھایا یہاں کسی ذریعہ کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ غالباً آج تک دنیا میں کسی نے بھی انکار نہ کیا ہوگا کہ قرآن کریم ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کرکے حسب ضرورت و موقعہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس لاتے رہے۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات مبارکہ حضور کی طرف لاتے رہے اور سکھاتے رہے لیکن قرآن کریم سکھانے کی نسبت اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف فرما رہا ہے اب حقیقت کیا ہے اور مجاز کیا یعنی قرآن کریم حضور کو سکھانے کی نسبت حقیقی کس کی طرف ہے اور مجازی کس کی طرف، یہ فیصلہ تو اہل علم حضرات یعنی راسخین فی العلم سچے اور پکے عالم ہی کریں گے لیکن اتنا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کی حاجت نہ رکھتے یعنی وسیلہ سے بے نیاز ہونے کے باوجود وسیلہ اختیار فرمایا قرآن کریم سکھانے کے لئے فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) بشکل آدمی بھیج کر آپ کو قرآن سکھایا جیسا کہ حدیث بخاری مذکورہ بالا میں آ چکا ہے تاکہ

Marfat.com

ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کی سنت جلالیہ یہی ہے کہ باوجود خود ہادی مطلق ہونے کے بندوں کی ہدایت کے لئے بندوں کو ہی مقرر فرمایا کرتا ہے نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی شان میں لولاک لما کی مختلف حدیثیں آئی ہیں اور آپ اہلسنت والجماعت کے نزدیک رب مخلوق سے اول اور سب سے افضل امام الانبیاء و سید الاولیاء خاتم نبوت اور سرچشمۂ ولایت ہیں کو بھی راہ ہدایت پانے کے لئے ایک آدمی ہادی (فرشتہ بشکل آدمی) سے واسطہ پڑا جس نے آپ کے ناخواندہ ہونے کے اعتراف پر تین بار یکے بعد دیگرے آپ کو سینہ سے لگا کر دبایا۔ بالفاظ دیگر تین بار معانقہ فرما کر توجہ اتحادی القا فرمائی جس کے سبب قرآن (مخزن علم وعرفان) کا پڑھنا اور سیکھنا آسان ہو گیا اور وہ ہدایت آپ کو حاصل ہوئی جس کا ذکر سورہ والضحیٰ کی آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ میں فرمایا گیا ہے کہ آپ راہ حق کی تلاش میں بے قرار تھے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو وہ راہ حق یعنی صراط مستقیم انبیاء و اولیاء کی راہ دکھادی۔ معانقہ کے ذریعے توجہ دینے کا یہ طریقہ آج تک مشائخ عظام و اولیائے کرام میں متواتر چلا آتا ہے۔ اس بیان سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہوئی کہ جب تک انسان دنیا میں آباد رہیں گے ان کو گمراہی سے بچنے اور ہدایت پانے کے لئے کسی نہ کسی ہادی کی ہمیشہ ضرورت رہے گی وہ ہادی ختم نبوت کے بعد صاحب ولایت و ولی اللہ ہی ہو سکتا ہے اور ہمیں ہمیشہ ہدایت پانے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے ایسے بزرگانِ دین کے قدموں سے لگا رہنا ہی پڑے گا۔

تقدس اولیاء اللہ پر دلائل

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ باب ضرورت شیخ کے خاتمہ پر بطور تتمہ مضمون کے چند آیات شریفہ قرآن کریم سے نقل کی جائیں تاکہ جو لوگ بزرگانِ دین خصوصاً اولیائے عظام و انبیائے کرام پر استہزا اور ان پر طرح طرح کے آوازے کستے رہتے ہیں اور ان کے ذکر و اذکار و وظائف پر حرف رکھتے ہیں انہیں تنبیہ ہو وہ بصیرت سے کام لیں اور اس عظیم نعمت الٰہی کی ناشکری اور ان معظم شعائر اللہ و مقدس و بزرگ ہستیوں کی بے ادبی اور گستاخی کرنے سے باز آئیں آمین

Marfat.com

۱۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ (پ۶ ع ۸)

ترجمہ :۔ اور یاد کرو وہ وقت جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے قوم شکر کے ساتھ یاد کرو اس اللہ تعالےٰ کی نعمت کو جو انبیا علیہم السلام بھیج کر تم پر کی ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بطور شکریہ اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ برکات وانعامات کا سبب ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگان دین (اولیائے کرام) بھی رشد و ہدایت کا سلسلہ اور ذریعہ ہونے کے باعث اللہ تعالےٰ کی نعمت ہیں ۔

۲۔ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (پ۶ ع ۸)

ترجمہ :۔ اے قوم ارضِ مقدس (پاک سرزمین) میں داخل ہو جاؤ ۔

اِس زمین کو مقدس اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ انبیا کا مسکن تھی اس سے معلوم ہوا کہ انبیا اور بزرگان دین کی سکونت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مشہور ہے شرف المکان بالمکین (شرف مکان اس میں رہنے والے کے سبب سے ہوتا ہے) اور دوسروں کے لئے وہ باعث برکت ہوتا ہے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہِ لبنان پر چڑھے تو آپ سے کہا گیا دیکھیے جہاں تک آپ کی نظر پہنچے وہ ارضِ مقدس ہے اور آپ کی ذات کی میراث ہے ۔ سبحان اللہ ! اہل اللہ کی نظر زمین (خاک اور مٹی) پر پڑے تو وہ بھی پاک اور مقدس ہو جاتی ہے اور اگر وہی نظر ارض قلوب یعنی دلوں پر پڑے تو ؟

۳۔ یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

ترجمہ :۔ (کہا گیا) ہائے افسوس ان بندوں پر جب ان کے پاس کوئی رسول آیا ۔

اِس سے استہزاء (تمسخر مضحکہ) ہی کرتے رہے ہیں کئی لوگ اِس استہزا اور تکذیب کے سبب ہلاک ہو گئے ۔ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ مبلغین دین الٰہی (انبیا علیہم السلام اور ان کے نواب و خلفا) کے مخالف ہمیشہ خسارہ ہیں ہیں ۔

۴۔ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (پ۲۵ ع ۷)

Marfat.com

ترجمہ :۔ اور ان کے پاس جو نبی آیا اس کی ہنسی ہی بنایا کئے اور ہم نے ہلاک کر دیئے جو ان سے بھی پکڑ میں سخت تھے۔

اس آیت سے وہی نتیجہ ثابت ہے کہ جو لوگ بزرگان دین کا مضحکہ اڑاتے اور ان کے خلاف زہر اگلتے رہے ہیں۔ انہیں غضب الٰہی سے ڈرنا چاہیئے۔

۵۔ وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (پ ۱۳ ع ۶)

ترجمہ :۔ اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں (ان کا مشاہدہ کرتے ہیں) اور ان سے اعراض کرتے ہیں (ان کی طرف اصلاً توجہ نہیں کرتے۔ استفادہ سے محروم رہتے ہیں)

خالق اور اس کی توحید و صفات پر دلالت کرنے والی نشانیوں سے جو آیت فی الارض یعنی زمین میں نشانیاں ہیں ان سے مراد انبیا علیہم السلام (اور اہل اللہ و بزرگان دین) بجا طور پر لئے جاسکتے ہیں کہ یہی لوگ توحید و صفات الٰہی کے بتانے اور بیان کرنے والے ہیں تاکہ لوگ ان پر ایمان لائیں۔ جیسا کہ اس آیت سے اوپر فرمایا ہے۔ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ہ پ ۱۳ ع ۶ اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہیں لائیں گے اور اس سے آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی ط اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی (شہر) والوں میں جتنے رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا اور یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ ملک میں کہیں چلے پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے کافر ہو گزرے ہیں۔ یعنی یہ لوگ آثار و مشاہدات سے معلوم کر لیتے کہ پہلے لوگ انبیا کے جھٹلانے سے کس طرح ہلاک کئے گئے۔

۶۔ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (پ ۲۳ ع ۱۷)

ترجمہ :۔ تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں وہ کھلی

Marfat.com

گمراہی میں ہیں۔"

نفس جب خبیث ہوتا ہے تو قبول حق سے اس کو بہت دوری ہو جاتی ہے اور ذکر اللہ کے سننے سے اس کی سختی اور کدورت بڑھتی ہے جیسا کہ آفتاب کی گرمی سے موم نرم اور نمک سخت ہوتا ہے ایسے ہی ذکر اللہ سے مومنین کے قلوب نرم ہوتے ہیں اور کافروں کے دلوں کی سختی اور بڑھ جاتی ہے اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنا چاہیئے جنہوں نے ذکر اللہ کو روکنا اپنا شعار بنا لیا ہے وہ صوفیوں کے ذکر کو بھی منع کرتے ہیں نمازوں کے بعد ذکر اللہ کرنے والوں کو بھی روکتے اور منع کرتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

۷۔ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۔ (پ ع ۲)

"اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ، نماز اور نیک کاموں وغیرہ سے روکنا شیطان کا کام ہے۔

۸۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ (پ۱۳ ع ۱۰)

ترجمہ:۔ ہدایت یافتہ مسلمان وہ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

کیا حال ہے ان کا جو خود بھی ذکر اللہ سے محروم ہوں اور کرنے والوں کو بھی منع کریں۔

۹۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (پ۱۵ ع ۱۶)

ترجمہ:۔ اس کا کہا نہ مانے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال حد سے گزر گیا ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں اور اللہ کے "ذکر قلبی" سے ان کے دل ہمیشہ غافل رہتے ہیں اور اس معاملہ میں حد سے گزر گئے ہیں ان کے اپنے دل بھی ذکر اللہ سے غافل ہیں اور دوسروں کو بھی ذکر کرنے سے روکتے ہیں ایسے لوگ خدا سے بہت دور ہیں اور زیر عتاب بھی۔ آیت کریمہ ذکر قلبی پر صراحت سے دلالت کر رہی ہے۔

Marfat.com

۱۰۔ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (پ ع ۳)

ترجمہ :۔ اور خود یہ کافر لوگ حضرت رحمٰن کے ذکر پر انکار کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رحمٰن (اللہ) کے ذکر کا انکار کفر ہے آگے فرماتے ہیں بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ہ بلکہ وہ یعنی کافر لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگرداں ہیں گویا ذکر اللہ کا انکار اور اس سے منہ پھیرنا خود بھی نہ کرنا اور دوسروں کو بھی روکنا، کفار کا طریقہ ہے۔

۱۱۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ

ترجمہ :۔ اللہ کے پاک بندے ایسے بھی ہیں جن کو اللہ کے ذکر (یاد) سے اور نماز پڑھنے سے زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔ یعنی اللہ کے ذکر قلبی و لسانی سے اور اوقات نماز پر مسجدوں کی حاضری اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے نہیں روکتی۔ (خزائن)

۱۱۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ہ پ ع

ترجمہ :۔ بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ عمل جو اعمال میں بہتر اور رب کے نزدیک پاکیزہ تر۔ نہایت بلند مرتبہ اور تمہارے لئے سونا چاندی دینے سے بہتر اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا وہ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔ ترمذی ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ روز قیامت اللہ تعالےٰ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے۔ فرمایا بکثرت ذکر کرنے والوں کا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا؟ فرمایا اگر وہ اپنی تلوار سے کفار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے خزائن العرفان۔ ذکر اللہ سے محض عام عبادات و اعمال صالحہ مراد لینے والے ان احادیث پر غور فرمائیں

۱۲۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (پ۲۷ ع ۶)

ترجمہ :۔ تو آپ اس سے منہ پھیر لیں جس نے ہمارے ذکر (یاد) سے منہ پھیر لیا اور فقط دنیا کی زندگی کا ہی طالب ہوا۔

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے وہی منہ پھیر لیتے ہیں جن کا مقصود محض دنیوی زندگی ہو۔ طلب دنیا میں وہ اتنے منہمک ہو جاتے ہیں کہ خدا یاد ہی نہیں رہتا کہ اس کی نصیحت کا یا اس کے ذکر کا خیال آئے۔ ایسے لوگوں سے سروکار نہ رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے۔

۱۳۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (پ ۲۸ ع ۳)

ترجمہ:۔ ان پر شیطان نے "غلبہ" پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے انہیں خدا کی یاد بھلا دی۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل ہیں شیطان کا ان پر قبضہ ہے اور اسی کے گروہ میں شامل ہیں خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں

۱۴۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ ۲۸ ع ۱۲)

ترجمہ:۔ اور (اس میں بھی یعنی روزی کی تلاش کرتے وقت) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

اس آیت میں فلاح کا انحصار ذکر اللہ کثیر پر رکھا گیا ہے اور کثیر کی تین سے اوپر کوئی حد نہیں اور ذکر اللہ بھی وہ جو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے خرید و فروخت اور دنیا کے جملہ کاروبار میں مشغولی کے وقت کیا جائے اور بکثرت کیا جائے۔ کیا یہ وہی ذکر تو نہیں جو صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں ذکر دائمی کے نام سے مشہور ہے اور جس کا ذکر اوپر آیت نمبر ۱۱ میں آچکا ہے کہ اہل اللہ (اللہ والوں) کو خرید و فروخت ایسی خود فراموش مشغولی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔ وہ ایک لمحہ ایک دم کے لئے بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے کسی بزرگ نے اپنے شعر میں اسی ذکر کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش
شاید ہمیں نفس، نفسِ آخریں بود

ترجمہ بصورت رباعی

غفلت میں نہ گزار تو اب سانس ایک بھی
شاید یہی ہو سانس تیرا سانس آخری
طالب جو یاد حق میں گزرتا ہے ایک سانس
بہتر ہزار سانس سے ہے سانس ایک ہی

اللہ تعالےٰ اس آیت میں مطالبہ فرما رہے ہیں کہ اللہ کا ذکر بہت بہت وبے شمار کرو۔ اور فلاح کا انحصار اسی پر فرماتے ہیں صوفیائے کرام کے ذکر واذکار پر چڑنے والے ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں ۔

۱۵۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (پ ۲۸ ع ۱۴)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ کی یاد اور اطاعت سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پائیں اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نہایت ہی ہمدردانہ و مشفقانہ انداز سے اپنے بندوں کو آگاہ فرما رہے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کے مزے (مال اولاد اور حب شہوات ولذات وغیرہ) بالکل چندروزہ ہیں ان میں مشغول رہ کر خدا سے غافل نہ ہونا کہ فلاح سے محروم اور ناکام رہ جاؤ گے اگر فلاح دارین اور پوری کامیابی چاہتے ہو تو اللہ تعالےٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے کبھی غافل نہ ہونا۔ ہمیشہ اسی کے ذکر اور یاد میں لگے رہنا کہ اس کا بھولنا خسران مبین ہے ۔

۱۶ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (پ ۲۹ ع ۱۱)

ترجمہ :۔ اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان و اطاعت) سے روگردانی کرے گا اللہ تعالےٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا (ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی) اعراض ذکر رب سے سخت عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے ۔

۱۷ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

Marfat.com

وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ٥ (پ ۹ ع ۱۴)

ترجمہ:- اپنے رب کی یاد کیا کر دل اپنے دل میں عاجزی خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی ذرا کم آواز کے ساتھ یعنی بے آواز نکلے زبان سے۔ (کنز الایمان) صبح و شام یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔

اس آیت شریفہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں ذکر اللہ یا ذکر رب سے غافل ہونے کا ذکر آیا ہے وہاں ذکر اللہ یا ذکر رب یا ذکر اسم رب سے مراد یہی ذکر قلبی ہے جس کو علی الدوام یعنی ہر وقت مسلسل اور متواتر کرنے کا حکم اس آیت پاک میں کیا جا رہا ہے تاکہ ارتفاع غفلت کامل طور پہ حاصل ہو اور حضور دوام حق میسر ہو یعنی اگر اللہ کا ذکر اور اس کی یاد علی الدوام نہ کی گئی تو تمہارا غافلوں میں شمار ہوگا چونکہ غفلت ہے ضد ذکر کی اور ذکر ضد ہے غفلت کی یعنی ارتفاع غفلت کا نام ذکر اور ارتفاع ذکر کا نام غفلت ہے اس لئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکر قلبی (اللہ۔ اللہ) نہ کرنے والا غافل ہے اور غافل حق سے دور اور حق فراموش ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس غفلت سے بچائے آمین۔ اور جو یہ بعض مفسرین و مترجمین قرآن کریم۔ ذکر اللہ ذکر رب، ذکر رحمٰن یا ذکر اسم رب کے صحیح معنی لکھ کر خطوط وحدانیوں ایمان، اطاعت، اعمال صالحہ، مجموعہ دین وغیرہ کے الفاظ لکھ دیتے ہیں اور ایسا غالباً اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کی آیات کے آخر میں سخت عذاب و مکمل تباہی و بربادی کی وعیدیں آتی ہیں۔ تو کیا ان کا گمان یہ ہے کہ ذکر اللہ اور یاد الٰہی سے غافل رہنا کوئی بڑا جرم نہیں ہے؟ اور خدا کو بھولنے والا کسی اتنے بڑے عذاب کا مستحق نہیں ہو سکتا؟ حقیقت یہ ہے کہ جب تک دل سے بکثرت ذکر اللہ کر کے یاد الٰہی کا دل میں حلقہ پیدا نہ ہو جائے یاد الٰہی (یادداشت) دل میں متمکن نہیں ہو سکتی اور نہ وہ حضور قلب (حضور دوام حق) ہی میسر آ سکتا ہے جو تمام عبادات کی روح اور جان ہے اور جس کے بغیر نماز روزہ کوئی عبادت شرف مقبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔ حدیث شریف میں ہے لا صلوٰۃ الا بحضور القلب (حضور قلب کے بغیر نماز کامل نہیں) یعنی ناقص ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ خدا کو بھولنا مومن کا کام نہیں۔ یہ فعل کفار ہے۔ گو مومنوں میں بھی بدقسمتی سے پایا جائے جیسے اور کئی اخلاق کفار (تہذیب افرنگ) مومنوں میں پائے جاتے ہیں مومن کی تعریف قرآن کریم

Marfat.com

ہیں ایک جگہ ان الفاظ مقدسہ سے آئی ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ پ ۲ ع ۴ اور مومنوں کو اللہ کی محبت نہایت شدید اور قوی ہوتی ہے اور اشد محبت الٰہی کا تقاضا ہے کہ مومن کا ایک سانس بھی بغیر یاد الٰہی کے نہ گزرے۔ دنیا میں ایسا کوئی محب کسی نے نہ دیکھا ہوگا جسے اس کا اپنا محبوب بھی یاد نہ رہے اور دم بدم اس کی یاد میں نہ لگا رہے اگر کسی نے ایسا دیکھا ہے تو وہ اپنے دعوی محبت میں سچا نہیں بلکہ جھوٹا، کذاب اور منافق ہوگا۔

حکایت:۔ ایک عورت نہایت حسینہ جمیلہ گلی میں سے گزر رہی تھی۔ کسی اوباش کی نظر پڑ گئی۔ دل کھو بیٹھا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا جب وہ عورت اپنے گھر میں داخل ہونے لگی تو اس کو اپنے پیچھے کسی کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ پلٹ کر دیکھا۔ تو بولی ارے تم کون ہو اور میرے پیچھے کیوں آ رہے ہو۔ وہ متاع دل کھو ہی چکا تھا۔ گھبراہٹ میں ادھر ادھر کی عاشقانہ باتیں اور ہائے وائے کرنے لگا۔ عورت دانا اور متین تھی۔ بولی تم پر افسوس کہ میرے پیچھے میری بہن آ رہی ہے وہ اتنی حسینہ اور جمیلہ ہے کہ اگر تو اس کو دیکھ لیتا تو میرے درپے نہ ہوتا۔ یہ سن کر جونہی اس بدمعاش نے منہ موڑ کر پیچھے دیکھا تو عورت نے جرأت کر کے ایک چپت اس کے منہ پر رسید کی اور بولی۔ رباعی ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی
درمیانِ دعوئے خود صادقی
پس چرا بر غیر افگندی نظر
ایں بود دعوئے عشق اے بے ہنر

کہا ارے بے وقوف احمق کہیں کے اگر تو عاشق ہے اور اپنے عشق و محبت کے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر کس لئے تو نے اپنی محبوبہ (میری طرف) سے منہ موڑ کر کسی دوسرے کی طرف دیکھا۔ ارے ناکارے کیا دعویٰ عشق ایسا بھی ہوتا ہے۔

ایک عورت کی غیرت کا یہ تقاضا ہے کہ اسے اپنے چاہنے والا اور اس سے محبت کرنے والا اس کے غیر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے ورنہ وہ دعوی محبت میں جھوٹا ہے تو وہ ذات اقدس واللہ تعالےٰ جل جلالہٗ وعز شانہٗ جس کی غیرت ایک عورت کی غیرت سے

Marfat.com

کئی ہزار گنا زیادہ ہے جس کا شجرِ وحدت و توحید لا الٰہ الا اللہ ہر مومن کے دل میں نور فشاں ہے کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ اس کے چاہنے اور محبت کرنے والا (مومن) اس کے ذکر اور یاد سے غافل ہو جائے۔ پیارے کو بھول جائے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول ہو جائے اور پھر وہ بھی مومن ہی رہے (دعویدار محبت کہلائے) اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ (پ ۲۸) اور اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔

آیت کریمہ میں خطاب مومنوں کو ہے۔ حکم ہوتا ہے جن لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے تم ان کی طرح مت ہو جاؤ تم بھی اللہ کو نہ بھول جانا۔ ورنہ انہیں میں سے ہو جاؤ گے تو معلوم ہوا مومنوں کے علاوہ کوئی دوسری جماعت ہے جو اللہ کو بھول چکی ہے اور مومنوں کو ویسا ہو جانے سے منع کیا جا رہا ہے وہ دوسری جماعت اللہ کو بھول جانے والی، اس وقت کافر ہی تھے چنانچہ اسی آیت میں آگے جا کر ان کو هُمُ الْفَاسِقُونَ (وہی فاسق ہیں) کہا گیا ہے۔ اور اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں فاسقوں، ظالموں وغیرہ کے الفاظ کفار کے حق میں بھی آئے ہیں۔ ثابت ہوا کہ اصلی کفر تو خدا کو بھول جانا اور اس سے منہ موڑنے کا نام ہی ہے۔

ہر آں کو غافل از دے یک زماں است
در آں دم کافر است اما نہاں است
اگر آں غافلی پیوستہ بودے
در اسلام بر دے بستہ بودے

جو شخص خدا سے ایک لمحہ بھر بھی غافل ہے اسی دم وہ کافر ہے یعنی اس کا قدم کفر میں جا پڑا مگر ابھی یہ کفر پوشیدہ ہے فتوئ کفر نہیں دیا جا سکتا اگر یہ غفلت اور بھول مسلسل اور متواتر ہو جائے تو اسلام کا دروازہ اس پہ بند ہو جائے گا یعنی اعلانیہ کفر کا فتویٰ دیا جا سکے گا۔ نعوذ باللہ من ہوا۔

۱۸۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (پ ۲۹ ع ۱۳)

ترجمہ: اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو۔

Marfat.com

یہاں بھی ذکر اسم رب سے مراد ذکر قلبی ہے جب تک دل سے ذکر اللہ علی الدوام نہیں کیا جائے گا غیر حق سے دل خالی نہیں ہوگا تعلق بالغیر موجود رہے گا۔ تبتل نصیب نہ ہوگا تعمیل حکم رب نہ ہو سکے گی اگر اس دولت کو حاصل کرنا ہو تو صوفیائے کرام و پیران عظام کے ہی قدم لینے پڑیں گے

۲۰۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ پ ۲۹ ع

ترجمہ :۔ اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجیئے۔

صبح سے مراد نماز فجر سے طلوع آفتاب (اشراق) تک اور شام سے مراد عصر سے لے کر غروب آفتاب (مغرب) تک کا وقت ہے چونکہ ان دونوں وقتوں میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اس لئے ان دونوں وقتوں میں ذکر اسم رب کا حکم ہوا جو بروئے حدیث شریف ترمذی سب اعمال سے افضل ہے تاکہ بندے کا کوئی وقت ذکر و طاعت الٰہی سے خالی نہ رہے۔ حضرت مولانا نواب قطب الدین دہلویؒ کی تفسیر جامع التفاسیر میں زیر عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد فجر نماز کے اشراق تک نماز کے مکان میں ذکر اور فکر میں مشغول رہتے تھے۔ اور نماز عصر پڑھنے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور ذکر فکر میں مغرب تک مشغول رہتے تھے جامع التفاسیر ص ۱۹۱، ۱۹۲، حضرات خواجگان نقشبندیہ نے بھی ان ہی اوقات میں مراقبہ کی تاکید فرمائی ہے۔

۱۸۔ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (پ ۵ ع ۱۲)

ترجمہ :۔ پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر، لیٹے۔

یہاں بھی ذکر اللہ سے ذکر قلبی اور لسانی ہی مراد ہے یعنی ذکر اللہ کی ہر حالت میں مداومت کرو۔ اور کسی حال میں بھی اللہ تعالے کے ذکر سے غافل نہ رہو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے ہر فرض کی ایک حد مقرر فرمائی سوائے ذکر کے اس کی کوئی حد نہ رکھی فرمایا ذکر کرو اللہ کا کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے رات میں

Marfat.com

ہو یا دن میں، خشکی میں یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غنا میں اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر (خزائن العرفان) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ کی تصریح بھی صوفیائے کرام کے ذکر دائمی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

۲۲۔ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (پ۶ ع ۵)

ترجمہ:۔ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔

اس آیت کریمہ میں ذکر اسم اللہ سے جس طرح اللہ کا نام لینا اور ذکر کرنا آیا ہے اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی جہاں قرآن کریم میں ذکر اسم رب۔ ذکر یا ذکر اللہ کے الفاظ پاک آئے ہیں وہاں عام طور پر دل سے یا زبان سے نام لینا اور ذکر کرنا ہی مراد ہے۔

۲۳۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ۱۰ ع ۲)

ترجمہ:۔ اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔

کیوں کہ ذکر سے قلب میں قوت ہوتی ہے یعنی جب تمہارا کسی جماعت سے جہاد میں مقابلہ ہو تو اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو۔ تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان و قوت حاصل ہو اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر حال میں لازم ہے کہ وہ اپنے قلب اور زبان کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھے۔ اور کسی سختی اور پریشانی میں بھی اس سے غافل نہ ہو۔ (خزائن العرفان)

۲۴ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (پ۲۲ ع ۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو۔

الغرض قرآن کریم میں بکثرت ذکر اللہ کے ذکر اذکار کا تذکرہ پایا جاتا ہے اور صوفیائے کرام نے اپنے ذکر اذکار و وظائف کی اسناد قرآن کریم کی ان ہی آیات میں پائی ہیں۔

۲۵ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (پ۲۲ ع ۱)

ترجمہ:۔ اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی

عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

اِس آیت کریمہ میں ذاکرین اللہ اور ذاکرات سے صرف بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے دبکثرت اللہ اللہ کرنے والے مرد اور عورتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں جن سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ دیا گیا ہے کیونکہ سب اہل مغفرت کے نام بمناسب ان کے اعمال کے آیت کے پہلے حصہ میں ذکر کر کے سب کے پیچھے ذاکرین و ذاکرات کا الگ ذکر فرمایا گیا ہے مثلاً مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، مومن مرد، مومن عورتیں۔ فرمانبردار مرد، فرمانبردار عورتیں۔ سچے مرد سچی عورتیں۔ صبر والے، صبر والیاں، عاجزی کرنے والے عاجزی کرنے والیاں۔ خیرات کرنے والے خیرات کرنے والیاں، روزے رکھنے والے روزے رکھنے والیاں۔ اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور پارسائی نگاہ رکھنے والیاں۔ ان سب کے بعد ذاکرین اللہ کا ذکر فرمایا ہے جس سے ہمارا مقصد دلالت نص سے ثابت ہے۔

والحمد للہ علی ذالک

Marfat.com

باب دوئم

آدابِ مُرید

Marfat.com

مُرید پیر نما نہ ہو گر، مُرید نہیں
جو رنگ فریدکا رکھتا نہیں فرید نہیں

مرید کہتے ہیں کس کو مراد کیا شے ہے
جو راہِ حق نہ کوشاں ہو محض لاشے ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ادب تاجیست از فضل الٰہی — بنہ بر سر برد ہر جا کہ خواہی

ترجمہ :۔

مانگتے ہیں رب سے توفیق ادب — بے ادب نہ پا سکا کچھ لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود ہی بد رہا — آگ بلکہ دی جہاں بھر میں لگا
ادب اک تاج ہے فضل خدا کا — جہاں چاہے رکھے سر پر چلا جا

پنجابی ترجمہ :۔

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ وچ درگاہ ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچایا بہج ادب دے کوئی

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علوم و فنون میں سے کوئی علم ہو یا فن اس کے سیکھنے اور حاصل کرنے کے لئے کچھ ہدایات و شرائط اور آداب ضرور ہوتے ہیں بغیر ان ہدایات یا آداب کا لحاظ کرنے کے کوئی سیکھنے والا کامل طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا سکھانے والے کو استاد معلم یا مرشد کہتے ہیں سیکھنے والے کو شاگرد، طالب یا مرید۔ ہم چونکہ سلسلۂ رشد و ہدایت کا ذکر کر رہے ہیں اس لئے ہمارا موضوع یہاں آداب مرید ہی ہے سب سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوفیوں کے سرتاج اپنے زمانے کے غوث و قطب، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی قادری چشتی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب شریف تبرکاً درج کر دیا جائے جس میں آپ نے آداب مریدین بالتفصیل لکھا ہے

ترجمہ مکتوب نمبر ۲۹۲ جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ الذی ادّبنا بالآداب النبویۃ و ہدانا بالاخلاق المصطفویۃ علیہ و آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو آداب نبوی کے ساتھ مؤدب بنایا اور اخلاق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم کو ہدایت دی جاننا چاہیئے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو ان کے لئے مبارک باد ی ہے محبت وانجذاب (جذب کرنا) کی راہ سے ان کو کھینچ کر لے آئیں گے اور مطلب اعلیٰ تک پہنچا دیں گے اور جو ادب ان کے لئے درکار ہوگا۔ بوسیلہ یا بے وسیلہ ان کو سکھا دیں گے اور اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے گی تو ان کو جلدی سے اس سے آگاہ کر دیں گے اور اس پر ان سے مواخذہ نہ کریں گے اور اگر پیر ظاہر کی ان کو حاجت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔ غرض حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگو ں کے شامل حال ہوتی ہے بہ سبب یا بے سبب ان کا کام بنا دیتے ہیں۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (القرآن) پ۲۵ ع۲ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے۔ اور اگر مرید ہیں تو کامل مکمل پیر کے واسطے کے بغیر ان کا کام دشوار ہے۔ پیر ایسا ہونا چاہیئے جو جذب وسلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو انجام تک پہنچایا ہوا اور اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت سے تربیت یافتہ ہو تو اس کا وجود سرخ گندھک یعنی اکسیر کی طرح ہے اس کی کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے زندہ ہوتے ہیں اور مرجھائی ہوئی جانیں اس کی نظر التفات سے تازہ ہوتی ہیں اور اگر اس قسم کا صاحب دولت نہ ملے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ وہ بھی ناقص کی تربیت کر سکتا اور فنا اور بقا کی منزل تک پہنچا سکتا ہے ؎

آسمان نسبت بہ عرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ: ———

عرش سے نیچا ہے گرچہ آسمان
اونچا ہے لیکن زمین سے بے گماں

Marfat.com

اگر اللہ تعالےٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل مکمل پیر مل جائے تو چاہیئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالے کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضامندی میں جانے۔ غرض اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع بنائے حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہے۔ لن یومن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہٖ۔ (تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا۔ جب تک اس کی خواہش اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔)

آداب و شرائط

جاننا چاہیئے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ و استفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا

طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔ کسی بادشاہ کی نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر پڑی اور اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا اس حال میں جب بادشاہ نے اس کو دیکھا کہ میرے سوا غیر کی طرف متوجہ ہے تو جھڑک کر فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے تو سوچنا چاہیئے کہ جب دنیا کمینی کے وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت نہایت ہی کامل طور پر ضروری ہوگی اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سائے پر پڑتا ہو اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت یعنی استنجا نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے حضور میں پانی نہ

Marfat.com

پیئے، کھانا نہ کھائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور پیر کی غیبت (عدم موجودگی) میں جہاں کہ وہ رہتا ہے اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اس کو صواب اور بہتر جانے، اگرچہ بظاہر بہتر نہ ہو کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کام کرتا ہے اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے اور ملامت و اعتراض اس پر جائز نہیں اور نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے تو جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے محب کی نظر میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے پھر اعتراض کی کیا مجال ہے اور کھانے پینے پہننے اور طاعت کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں پیر ہی کی اقتدا کرنی چاہیئے اور نماز کو بھی اسی طرز پر ادا کرنا چاہیئے اور فقہ بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھنی چاہیئے۔ ع

آں راکہ در سرائے نگاراست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ترجمہ:۔

وہ شخص جس کے گھر میں گلزار خود لگا ہو
غیروں کے باغ دیکھنے حاجت نہیں ہے اس کو

۔ شیخ کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہو کیونکہ اعتراض سے ماسوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سے بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہو اللہ تعالیٰ ہم کو اس گناہ عظیم سے بچائے۔ آمین اور اپنے پیر و مرشد سے کرامات طلب نہ کرے اگرچہ وہ طلب دل میں وسوسہ اور خطرہ کی طرح ہی گزرے کسی مؤمن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔ مثنوی

معجزات از بہر قہر دشمن است — بوئے جنسیت پئے دل بردن است

Marfat.com

موجب ایمان نباشد معجزات   بوئے جنسیت کند جذب صفات

ترجمہ:

قہر دشمن کے لئے ہیں معجزے   بوئے جنسیت دلوں کو کھینچ لے

موجب ایمان نہیں ہیں معجزے   بوئے جنسیت صفت کو کھینچ لے

اگر دل میں شبہ پیدا ہو تو بلا توقف عرض کر دے۔ اگر حل نہ ہو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے جو واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کر دے اور صواب اور خطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہرگز نہ بھروسہ کرے کیوں کہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا ثواب کے ساتھ ملا جلا ہے اور بے ضرورت اور بے اذن اس سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے یہ بے ادبی میں داخل ہے اور جو فیض اور فتوح اس کو پہنچے اس کو اپنے پیر ہی سے جانے۔ اور جان لے کہ پیر تمام کمالات و فیوض کا جامع ہے۔ پیر کا خاص فیض پیر کی خاص استعداد کے مطابق اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے بصورت افاضہ ظاہر ہوتی ہے مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کے مناسب وہ فیض رکھتا ہے اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ محبت کے غلبہ کے باعث مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض اس سے جانا ہے یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے اللہ تعالے لغزش سے محفوظ رکھے اور سید البشر صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی طفیل پیر کی محبت اور اعتقاد پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔ غرض۔ الطریق کلہ ادب (طریقت سراسر ہی ادب ہے) مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا اور اگر مرید بعض اوقات آداب بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور کما حقہ اس کو ادا نہ کر سکے اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے تو معاف ہے لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار کرنا ضروری ہے اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصور وار نہ جانے تو

Marfat.com

وہ ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے ؎

ہر کہ روئے بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت
ہدایت نہ تھی جس کی قسمت میں یارو
لقائے پیغمبر تھا بے سود اس کو

ہاں وہ مرید جو پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبے تک پہنچ جائے اور الہام اور فراست کا راستہ اس پر کھل جائے اور پیر اس کو مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دے اس مرید کو لائق ہے کہ الہامی امور میں پیر کے برخلاف اپنے الہام کے موافق عمل کرے اگر اس کا خلاف پیر کے نزدیک ثابت ہو کیونکہ وہ مرید اس وقت تقلید سے نکل چکا ہے اب تقلید اس کے حق میں خطا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے بعض دفعہ امور اجتہادیہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کیا ہے اور بعض اوقات حق بجانب اصحاب ظاہر ہوا ہے جیسا کہ صاحبانِ علم پر پوشیدہ نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کو پیر کے خلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے دور ہے۔ بلکہ یہی ادب ہے ورنہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کمال ادب کے ساتھ مؤدب ہوئے ہیں اور تقلید کے سوا کوئی امر نہیں کیا ہے۔

آداب کی شرائط

تمہید

(۱) الحمد للہ رب العالمین الخ سورۃ فاتحہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمد سے لے کر نستعین تک اظہارِ عقیدت ہے اور اھدنا الصراط سے لے کر آخر تک طلب راہ حق ہے اور ساتھ ہی اس کے صراط الذین انعمت علیہم میں راہ حق پر چلنے والوں کی طرف اشارہ فرما کر اور حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ؕ پ ۵ ع ۶ میں ان کی رفاقت کو بہت خوب قرار دے کر الرفیق ثم الطریق کی طرف مکمل رہنمائی فرمادی ہے اور نماز میں بار بار سورۃ فاتحہ کا اعادہ کیا جانا اس کی اہمیت کو بہت نمایاں کر رہا ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز

Marfat.com

محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے بندے کو تعلیم فرمائی کہ سیدھی راہ کی ہدایت طلب کرے تو ان لوگوں کا ذکر لازم ہوا کہ جن کے واسطے سے سیدھی راہ بندوں کو پہنچی ہے اور ان کے اعمال دیکھنے اور اقوال کے سننے سے سیدھی راہ ، غیر سیدھی راہ سے جدا و متمیز ہو جاتی ہے اور نہیں تو سب مختلف مذاہب والوں میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں سیدھی راہ پر ہوں ایک جماعت کو مقرر کیا جانا چاہیئے کہ سیدھی راہ کے بیان کرنے والے ہوں۔ اس واسطے سیدھی راہ کا بیان اس طرح تعلیم فرمایا۔ "صراط الذین انعمت علیہم" یعنی ان لوگوں کی راہ کہ انعام کیا تونے جن پر۔ اس نقطہ کو قرآن مجید میں دوسری جگہ تفسیر فرمایا۔ کہ وہ چار فرقے ہیں انبیاء ، صدیقین ، شہدا اور صالحین۔ سو معلوم ہوا کہ سیدھی راہ انہی چار فرقوں کی ہے اور بندے کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ سے مناجات کے وقت میں ان چار فرقوں کو اپنی نظر میں رکھے اور ان کی راہ طلب کرے جیسا کہ قرآن پاک سورۃ نسا میں فرمایا ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ع
یعنی جو کوئی اطاعت خدا اور رسول کی بجا لائے گا اور دونوں کے کہے پر عمل کرے سو وہ راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جاتا ہے کہ انعام کیا اللہ نے ان پر اور وہ چار فرقے ہیں انبیاؑ اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے۔ یہ گروہ اچھے رفیق ہیں۔ پس "اھدنا الصراط المستقیم" میں راہ حق کا ڈھونڈنا ہے اور صراط الذین انعمت علیہم میں رفیق کا طلب کرنا ہے کہ الرفیق ثم الطریق (پہلے رفیق یعنی راہبر اور پھر راہ)۔ آگے جا کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس واسطے اہل اللہ کے طریقوں میں داخل ہونا اہل اسلام کا مقصود ہوا۔ انتہی آمدم برسرِ مطلب۔ گویا مولا تعالےٰ سورۃ فاتحہ میں ہمیں تعلیم فرما رہے ہیں کہ جس سے تمہیں کام لینا ہو۔ کچھ مانگنا ہو۔ کچھ حاصل کرنا ہو، کچھ سیکھنا ہو۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ خدا ہو ، نبی ہو ، ولی ، مرشد ہو ، استاد ہو ، پہلے اس کی ذات و صفات سے پورا تعارف چاہیئے تاکہ صحیح عقیدت پیدا ہو جائے جب اس پر اعتقاد اور یقین درست ہو جائے تو پھر اپنا احساس کہتری کا اظہار کرے جو ایاک نعبد اور ایاک نستعین سے

Marfat.com

مستفاد ہو رہا ہے کیونکہ جب تک کوئی شخص اپنے آپ کو حاجت مند طالب شئے اور اس
کو اس شئے کے دینے یا سکھانے کا اہل نہ جانے وہ طلب شئے کے معاملے میں کامیاب
نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ شئے اس کے منہ میں بھی گھول کر ڈالنا چاہیں لیکن ان کا عقیدت
کا منہ بند ہے اعتقاد نہیں ۔یَقُولُونَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ پ ۴ (اپنے منہ
سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں) کے مصداق بنے ہوئے ہیں اس سے ثابت ہوا
کہ مرید (سالک) اگر اپنے ارادہ (طلب راہ حق) میں کامیابی چاہتا ہے تو پہلی شرط یہ ہے
کہ وہ شیخ کامل کی تلاش کرے (شیخ کامل کی پہچان مضمون کے ابتدائی حصہ میں دی جا
چکی ہے۔ وہاں سے دیکھیں) اور جب وہ اس دولت کو پالے تو پوری عقیدت کے ساتھ
اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے۔ جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوب
مذکورہ بالا میں تحریر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اپنی پختگی عقیدت اور صدق ارادت کا اس کو یقین
دلا دے اور جب اس کی خدمت میں حاضر ہو تو جب تک اس کے ساتھ باآداب تمام ملاقات
نہ کرے کسی دوسرے کی طرف رخ نہ کرے یعنی مجلس میں کسی دوسرے سے اس سے پہلے
مخاطب نہ ہو اور جب تک شیخ کی خدمت میں بیٹھا رہے اپنی توجہ اس کی طرف مرکوز رکھے۔ ایاک کا
کے کلمہ پاک سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور جب وہاں سے فارغ ہو تو پھر دوسروں سے علیک
سلیک کرے جیسا کہ اختتام نماز پہ دائیں بائیں کے فرشتوں اور نمازیوں پر سلام کیا جاتا ہے
اور جب شیخ سے اجازت لے کر جدا ہونے لگے تو پہلے دوسرے دوستوں اور شیخ کے متعلقین
سے علیک سلیک کرے۔ اور آخر پہ اپنے شیخ سے مل کر رخصت ہو اور جہاں
تک ممکن ہو گھر پہنچنے تک اس توجہ کی دولت کو ضائع نہ کرے جو شیخ نے اس پر القا فرمائی ہے

۲۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا الخ پ ۴

(۲) اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب
نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ یہ ذکر غالباً اس مضمون

Marfat.com

بس اس سے پہلے آچکا ہے کہ اللہ تعالٰے نے آدم علیہ السلام کو تمام موجودات کا نمونہ اور علم روحانی اور جسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لئے حصول کمالات کا وسیلہ بنایا تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ کیونکہ اس میں شکر گزاری اور حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا اعتراف اور اپنے مقولہ کی معذرت کی شان پائی جاتی ہے

مسئلہ: سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک سجدہ عبادت جو بقصد پرستش کیا جاتا ہے دوسرا سجدہ تحیۃ جس سے مسجود کی تعظیم منظور ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔ سجدہ عبادت اللہ تعالٰے کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی شریعت میں کبھی جائز ہوا کیونکہ یہ شرک ہے اور تمام انبیا علیہم السلام کلمہ ردشرک۔ لا الٰہ الا اللہ (یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ وہی ایک مستحق عبادت ہے) ہی سکھاتے پڑھاتے چلے آئے ہیں۔ اگر ہر سجدہ سجدۂ عبادت ہی ہوتا اور سجدہ تحیت کا وجود نہ ہوتا تو نہ اللہ تعالٰے ہی آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرواکر اس شرک کی خود ہی تعلیم دیتے جس کے رد کے لئے لاکھوں انبیا علیہم السلام بھیجے اور نہ اس کے بعد کی امتوں میں تحیت کا سجدہ روا رکھا جاتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ جیسا کہ وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا پ ۱۳ ع ۴۔ (اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب بھائی اس کے لئے سجدے میں گرے) سے ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا تعظیم کے لئے تھا یعنی سجدہ تحیت زمین پر پیشانی رکھ کر تھا نہ کہ صرف جھکنا حق یہ ہے کہ سجدہ تحیت پہلی شریعتوں میں جائز تھا اس لئے سجدہ کے لغوی معنی جھکنا لینا اور شرعی اصلاحی معنوں سے انکار کی گنجائش ہی نہیں اور نہ ہی اس کا سوال پیدا ہوتا ہے البتہ ہماری شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ تحیت منسوخ کیا گیا۔ اب یہ کسی کے لئے جائز نہیں کیونکہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مخلوق کو نہ چاہیئے کہ اللہ تعالٰے کے سوا کسی کو سجدہ کرے (خزائن العرفان، بحوالہ مدارک)، مذکورہ بالا مضمون سے معلوم ہوا کہ سجدہ مسجود کی انتہائی تعظیم اور ساجد کی

Marfat.com

انتہائی ذلت اور عجز کا نشان ہے اور پہلے تعلیم کے لئے جائز تھا لیکن چونکہ اس میں سجدہ عبادت کے ساتھ مشابہت کامل ہے اور سجدہ عبادت سوائے خدا کے کسی کو جائز نہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشابہت کی وجہ سے اس کو تعظیماً بھی جائز نہیں رکھا اور حرام قرار دے دیا۔ نہ شرک۔ اس آیت کریمہ اور اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ طالبانِ راہ خدا و مریدان باوفا کو اپنے مشائخ کی بہت بڑی تعظیم کرنی چاہیئے مثلاً ان کی تشریف آوری پر قیام اور ملاقات پر مصافحہ، دست بوسی وغیرہ سب جائز ہیں کیونکہ یہ افعال نہ ہی افعال عبادت ہیں اور نہ خدا تعالےٰ کے ساتھ مختص بعبادت۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو اپنے بزرگوں اور مشائخ کی جائز تعظیم بھی کسی غرور یا گھمنڈ میں آکر نہیں کرتے وہ نہ فقط یہ کہ فیض سے محروم رہتے ہیں بلکہ ایسے مردود ہو جاتے ہیں کہ پھر راہِ نجات نہیں ملتی۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ص پ ۲ ع ۹۔

(۳) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

شانِ نزول: اہل کتاب میں عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد شریعت موسوی کے بعض احکام پر قائم رہے۔ شنبہ کی تعظیم کرتے اس روز شکار سے اجتناب لازم جانتے۔ اونٹ کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کرتے اور خیال یہ کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں تو مباح ہیں ان کا کرنا ضروری نہیں اور توریت میں ان سے اجتناب کیا گیا ہے۔ تو ان کے کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعت موسوی پر بھی عمل ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے سب احکام کا پورا پورا اتباع کرو۔ اب توریت کے احکام منسوخ ہو گئے (ان کا وقت جاتا رہا) اب ان سے تمسک نہ کرو۔ (خزائن العرفان بحوالہ خازن) تمام انبیاء علیہم السلام رشد و ہدایت کے لئے تشریف لائے اور اسی میں

Marfat.com

سعی کرتے رہے اور اپنے اپنے زمانہ میں جس قسم کے احکام انہیں ملے ان کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے اور ان پر عمل کراتے رہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں آپ کے خلفائے کرام یعنی علمائے ربانی و مشائخ حقانی جن کی شان میں عُلَمَآءُ اُمَّتِی کَاَنۡبِیَآءِ بنی اسرائیل (الحدیث) فرمایا گیا ہے۔ یہ رشد و ہدایت کا کام سنبھالے ہوئے ہیں ان میں چار سلسلے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ زیادہ مشہور ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے بھی اپنی کتاب قول الجمیل میں ایسا ہی ذکر فرمایا ہے اور ہر ایک سلسلے کے مشائخ نے اپنے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر فقہائے مجتہدین کی طرح الگ الگ وظائف کتاب و سنت سے اخذ کر کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ جن کی تعلیم وہ اپنے عقیدتمند دل طالبانِ حق کو دیتے رہتے ہیں مذکورہ بالا آیت کریمہ کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اشارۃً موجود ہے کہ ان سلسلوں میں سے کسی ایک میں اگر کوئی داخل ہو جائے تو اس کو اسی سلسلے کے شیخ کا جس کو اس نے راہ حق طے کرنے کے لئے چن لیا ہے۔ پورا اتباع کرنا چاہیئے اور اس کے بتائے ہوئے وظائف سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے اور دوسرے سلسلوں کے وظائف کے ساتھ خلط ملط نہ کرنا چاہیئے اگرچہ وہ اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور کامیاب ہیں لیکن اس کو اب ایک خاص شیخ اختیار کر لینے کے بعد توجہ دوسری طرف نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ انتشار طبع اور توجہ کا مرکز ایک نہ رہنے سے کامیابی میں خلل پڑ جاتا ہے (مثنوی)

چوں گزیدی پیر را تسلیم شو

ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو

جب تو نے ایک شیخ کو چن لیا ہے اور اختیار کر لیا ہے تو پھر سر تسلیم خم کر دے اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے حکم کے ماتحت چلتے رہے ہیں ویسے ہی تو بھی اپنے شیخ کے حکم کے ماتحت بغیر کسی چوں و چرا کے چلتا رہ تاکہ تو کامیاب ہو جائے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ BE THE MAN OF ONE BOOK

یعنی یک در گیر و محکم بگیر (ایک دروازہ پکڑ اور مضبوطی سے پکڑ) ایک انڈہ اگر

مختلف مرغیوں کے نیچے رکھا جائے تو گندہ ہو جائے گا اور بچہ نہیں نکلے گا۔ ایک ہی وقت میں دو کشتیوں پر قدم رکھنے والا غرق ہو کر ہی رہے گا حضرت خواجہ محمد موسیٰ نقشبندی اپنی کتاب کنز الفوائد میں لکھتے ہیں کہ مرید شیخ کے حکموں کے ظاہر الفاظ پر قائم رہے اور ان کی تاویل ہرگز نہ کرے تاکہ خدا تعالےٰ مرید کے صدق اور عقیدے کی برکت سے اس کو مدارج حقائق تک ترقی بخشے اور دقائق اور معانی کے سمجھنے کی اسے قابلیت عطا فرمائے شیخ نے مرید کو جو ذکر اور مراقبہ وغیرہ ارشاد فرمایا ہے اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے عمل کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگرچہ مشائخ نے اس دوسرے عمل کی بہت سی خوبیاں اپنی تصانیف میں درج کی ہوں کیونکہ مرید کی بھلائی اس امر میں ہے جس کا اس کے شیخ نے اپنی نورِ فراست سے اس کی استعداد ملاحظہ فرما کر اسے حکم دیا ہے شیخ کی فراست انوار الٰہی میں سے ایک نور ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اِتَّقُوْا عَنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ تعالےٰ کے نور سے دیکھتا ہے مرید اپنے شیخ کے احکام میں سے کسی میں خیانت نہ کرے اور جس ذکر کا اسے حکم ملا ہے دل و جان سے کوشش کرکے اسے انجام تک پہنچائے۔ انتہیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم میں (آخر پارہ ۱۵ اور شروع پارہ ۱۶) اسی پر دلالت کرتا ہے

فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ پ ۱۵ ع ۲۲

(۴) تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس بات کا ذکر نہ کروں'' اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور مسترشد (مرید) کے آداب میں سے ہے کہ وہ شیخ کے افعال پر زبان اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اسکی حکمت ظاہر فرمائیں دفع الخ ازمدارک

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۝ پ ۱۸ ع ۵

Marfat.com

(۵) "رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ۔ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔" کیونکہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکاریں اس پر اجابت و تعمیل واجب ہو جاتی ہے اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہوتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور اجازت سے ہی واپس ہو۔ اور ایک معنی مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرے تو ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معزز القاب سے نرم آواز سے عجز و انکسار کے لہجہ میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکاریں۔ (خزائن العرفان) اس سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوں تو چاہیئے کہ ان سب آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط

پ ۲۶ ع ۱۳ (حجرات)

(۶) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ (تمہیں لازم ہے کہ تم سے تقدیم (پہل) نہ ہو۔ نہ قول میں نہ فعل میں۔ کہ پہل کرنا (تقدم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب و احترام کے خلاف ہے۔ بارگاہِ رسالت میں نیازمندی و آداب لازم ہیں۔

شان نزول: چند صحابہ نے عید الاضحیٰ کے دن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں (خزائن العرفان) نقطہ یاد رہے کہ یدی اللہ و رسولہٖ میں اللہ کا لفظ مبارک محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و جلالت شان کو لوگوں کی نظر میں بڑھانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سے تقدم قول یا فعل انسانی کا واقعہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور بندوں کا اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی کام بھی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ ڈریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی اللہ تعالیٰ کی ہی گستاخی اور

Marfat.com

بے ادبی ہے دفر مایا" اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے جب حضور کی خدمت میں کچھ عرض کرو تو بہت آہستہ آواز سے عرض کرو کہ یہی دربار رسالت کا ادب واحترام ہے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کریں جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں۔ اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم والقاب عظمت کے ساتھ عرض کریں۔ جو عرض کرنا ہو کہ ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا خدشہ ہے بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (براہ ادب و تعظیم) وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالے نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بیشک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں یعنی اس طرح سے حضور کو پکارنا جہالت اور بے عقلی ہے اور اگر وہ صبر کرتے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ ہیں وہ آداب جو اللہ تعالے نے ہادیوں اور رہبروں کے حق میں روا رکھے ہیں ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے مشائخ کی بارگاہوں میں ان کو ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی کی لعنت سے بچیں یاد رہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اور بے ادبی خدا کی نافرمانی اور بے ادبی ہے اسی طرح اولیائے امت کی نافرمانی اور بے ادبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی نافرمانی اور بے ادبی ہے چنانچہ بخاری شریف میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جو شخص اپنے امام یا امیر کی تابعداری کرتا ہے وہ میری تابعداری کرتا ہے اور جو شخص امام یعنی اولوالامر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔

Marfat.com

۷۔ صاحب خزائن العرفان۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کے تحت حاشیہ پر خازن و روح البیان سے نقل فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحاب کے عمرہ کے قصد سے حدیبیہ پہنچے (حدیبیہ ایک کنواں ہے مکہ مکرمہ کے نزدیک) تو اس کا پانی ختم ہو گیا ایک قطرہ باقی نہ رہا گرمی بہت شدید تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنویں میں کلی فرمائی۔ اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا۔ سب نے پیا۔ اونٹوں کو پلایا یہاں کفار قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی اشخاص بھیجے گئے سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں جنگ کا ارادہ نہیں ہے لیکن انہیں یقین نہ آیا آخرکار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے۔ تحقیق حال کے لئے بھیجا انہوں نے آکر دیکھا کہ حضور دست مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ تبرک کے لئے غسالہ یعنی دھووَن شریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں اگر کبھی تھوکتے ہیں تو لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرے اور بدن پر برکت کے لئے ملتا ہے کوئی بال جسم اقدس کا گرنے نہیں پاتا اگر ایسا ناگاہ جدا ہوا تو صحابہ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے ہیں تو سب ساکت ہو جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر کو نہیں اٹھا سکتا عروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں بادشاہانِ فارس و روم و مصر کے درباروں میں گیا ہوں میں نے کبھی کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان کے اصحاب میں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابل کامیاب نہیں ہو سکو گے

اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں یعنی عروہ کو مشرف بہ اسلام کیا۔ مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کی مستعملہ اشیاء کو برکات حاصل کرنے کے لئے استعمال

Marfat.com

کرنا اور ان کا ادب و تعظیم کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت (طریقہ) ہے اور یہ شیوہ اہل محبت ہے کہ وہ محبوب کی ہر شے کو محبوب سمجھتے ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ (پیر و مرشد) کی مجلس میں بیٹھے ہوں تو مسترشدوں (مریدوں) کو آپس میں بات چیت نہ کرنی چاہیئے خصوصاً جب شیخ کلام فرما رہے ہوں تو بالکل خاموش اور ساکت ہو کر ان کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔

جو محبوب اپنے کی کم شان سمجھے — اور اوصاف میں ان کے نقصان سمجھے
وہ فاسق ہے عاشق نہیں ہے کسی کا — وہ جھوٹا ہے، دعویٰ محبت کا جھوٹا

۸۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ پ ۹ ع ۱۴

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم ہو''

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے۔ نماز میں یا خارج نماز اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے (خزائن العرفان) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جب کوئی اس کو پڑھ رہا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے کلام فرما رہا ہے اس کا غور سے سننا اور اس وقت خاموش رہنا کلام الٰہی کی تعظیم واجب کے سبب سے ہے اور یہ کہ توجہ سے سننا اور ادب سے خاموش رہنے والے کے لئے باعث رحمت بھی ہے اور جب کہ پڑھنے والا اور کلام الٰہی سے تقریر کرنے والا خود بھی بزرگان دین اور صالحین سے ہو جن کو اللہ تعالیٰ کے نشانات (آیات) کہا گیا ہے تو ان کو غور سے سننے اور خاموش رہنے میں زیادہ ادب و تعظیم ہوگی اور دوہری رحمت کا موجب۔ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ ۔ صالحین کے ذکر و اذکار کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے غالباً اسی لئے فرمایا گیا ہے اور یہی آیت کریمہ مشائخ کے ادب و تعظیم کا ماخذ معلوم ہوتی ہے۔

۹۔ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ پ ۲۷ ع ۱۶ اسے (قرآن کریم) نہ چھوئیں مگر باوضو جس کو غسل کی حاجت ہو یا جس کا وضو نہ ہو یا حائضہ یا نفاس والی۔ ان میں سے کسی کو قرآن

Marfat.com

مجید کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں بے وضو۔ یاد کرنے کیلئے زبانی، قرآن شریف پڑھنا جائز ہے لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں۔ اس آیت میں غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ظاہر قرآن کو بے وضو ناپاک اور پلید آدمی، چھو نہیں سکتا۔ اسی طرح باطن قرآن (حقائق و معارف قرآن) کو بھی باطنی پلیدی اور خباثت یعنی گندہ عقیدہ و فاسد اعتقاد رکھنے والا انسان چھو نہیں سکتا قرآن کریم کی تمام تر باطنی نعمتیں یعنی حقائق و معارف و اسرار اولیاء اللہ کا ہی حصہ ہیں کیونکہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی پ ۳۰ ع ۲ "اس نے فلاح پائی جو پاک اور ستھرا ہوا"، کے مصداق یہ حضرات تزکیہ نفس کی تمام گھاٹیوں سے گزر کر مزکّٰی و مصفّٰی اور پاک ہو جاتے اور الہام الٰہی کے مورد بن جاتے ہیں اور مقولہ پاک عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ (میں نے اپنے رب کو اپنے رب یعنی اس کی توفیق و مدد سے ہی پہچانا) کے مصداق ہو جاتے ہیں قرآن کریم کا یہ تقدس و بزرگی اور تعظیم و ادب اس واسطے ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور تمام تر نور و ہدایت و شفا و رحمت ہے چنانچہ "کَلَامُ الْمَلِکِ مَلِکُ الْکَلَامِ" ایک مشہور ضرب المثل ہے یعنی بادشاہ کا کلام تمام رعایا کے کلام کا بادشاہ ہوتا ہے اہل اللہ کو بھی اللہ تعالےٰ سے وہی نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ بھی اپنی رضا اس کی رضا میں فنا کر کے فنافی اللہ ہو کر اس کے انوار سے منور و نورانی و نور بخش ہو کر نور و ہدایت شفا و رحمت بن جاتے ہیں مضمون میں پہلے ایک حدیث قدسی بیان ہو چکی ہے جس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ نوافل سے میرا بندہ مدام مقرب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں پس میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں یقیناً اس کو دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف) غالباً اسی آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرید جب اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جائے تو بے وضو نہ ہو بلکہ ظاہری اور باطنی دونوں وضو کرے۔ ظاہری طور پر بھی پوری طہارت حاصل کرے اور باطنی طور پر بھی اپنے دل کو ہر قسم کی بدظنی بد اعتقادی کی خباثتوں اور نجاستوں سے پاک و صاف کر کے جائے تاکہ وہ ظاہری و باطنی نعمتوں سے فیض یاب ہو

Marfat.com

سکے ذاکران اللہ کو ہمیشہ باوضو رہنے کی ہدایت جو مشائخ اکثر فرماتے رہتے ہیں اس میں بھی یہی راز معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ پ ۵ ع ۶

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور جی سے مان لیں یعنی جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صدق دل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہو سکتے اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مریدین مسترشدین کو لازم ہے کہ وہ اپنے معاملات اور جھگڑوں میں اپنے بزرگان دین (علمائے ربانی و مشائخ حقانی) کے فیصلوں اور حکموں کو صدق دل سے مان لیا کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو مرید و مسترشد کہلانے کے مستحق نہیں اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری نور اللہ مرقدہ بوقت تلقین فرمایا کرتے تھے کہ مریدوں کو پیر کا حکم ماننا بھی فرض ہے غالباً یہ ارشاد مبارک اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ۝ پ ۱ ع ۱

(۱۱) یہ کتاب (قرآن کریم) پرہیزگاروں (خدا سے ڈرنے والوں) کے لئے ہدایت ہے جو غیب (چھپی ہوئی چیزوں) پر ایمان لاتے ہیں۔ متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو اس چیز سے پاک رکھے جو اسے آخرت میں ضرر رساں اور تکلیف دہ ثابت ہو اگر وہ مضرت وہ چیز شرک ہے اور اس سے آدمی بچتا ہے تو یہ تقویٰ کا ادنیٰ مرتبہ ہے اور گناہ اور معصیت سے بچتا ہے تو تقویٰ کا وسطی درجہ مرتبہ ہے مگر اعلیٰ درجہ کا متقی وہ ہے جو لایعنی چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر الٰہی میں مستغرق ہو اسی تقویٰ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

Marfat.com

اٰمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقٰتہٖ ولا تموتنّ اِلّا و انتم مسلمون پ ۴ ع ۲ اے ایمان والو!
اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان تقویٰ ولایت
کو لازم ہے اور ہر متقی بشرطیکہ وہ کامل اور پورا متقی ہو۔ ولایت کے مرتبہ تک ضرور پہنچتا
ہے ان ہی متقیوں کی بابت خدا نے فرمایا ہے اِنْ اَوْلِیَاؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۰ پ ۹ ع ۱۸
یعنی خدا کے ولی تو صرف پرہیز گار لوگ ہیں (مظہری) یہاں مؤمنین کے عنوان کے ماتحت
ان خاص مومنوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں جو زبان اور دل سے ایمان لائے ہیں
بیان بالا سے معلوم ہوا کہ بلحاظ تقویٰ مومنوں کے تین درجے ہیں اول وہ مومنین
جو کہ صرف کفر و شرک سے بچتے اور بچنے کی کوشش کرتے ہیں دوسرے وہ مومنین جو اس کے
ساتھ گناہ اور معصیت سے بھی بچتے ہیں تیسرے وہ جو کفر و شرک و گناہ و معصیت سے بھی
بچتے ہیں اور لایعنی چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں اس تیسرے درجہ
والوں کو تصوف کی اصطلاح میں صوفیائے کرام و پیران عظام کہا اور سمجھا جاتا ہے
اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کا لفظ عام ہے اور مرید کا خاص جو اس مومن پر
بولا جاتا ہے جو کفر و شرک اور گناہ و معصیت سے سچے دل سے تائب ہو کر تقویٰ کے اعلیٰ
درجہ میں قدم رکھتا اور ہر لغویات اور لایعنی چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا
ہے اس لئے جو صفات و اخلاق و آداب مومن کے کتاب و سنت میں بیان ہوئے ہیں
وہی مریدوں کے حق میں بھی سمجھنے چاہئیں۔ مثلاً اسی آیت کریمہ میں مومنوں کی صفت
بیان ہوئی ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنی مومن وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے فرمانے اور بتانے سے ایسی پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیزوں پر بھی ایمان
لاتے ہیں جن کے دیکھنے اور سمجھنے میں ان کے حواس اور عقل کام نہیں آتے بلکہ جواب دے
بیٹھتے ہیں اسی طرح مرید بھی وہی سچا مرید ہے جو اپنے شیخ کی فرمودہ باتوں پر اگرچہ
وہ اس کی عقل و فکر و سمجھ میں نہ آئیں یقین کرے اور انہیں سچا سمجھے کیونکہ رسول اللہ صلی
اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم خدا تعالےٰ سے خبر پا کر غیب بتاتے ہیں اور شیخ کتاب و سنت
سے علم پا کر مرید کی تربیت کرتا ہے ؎

Marfat.com

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کا بولنا اور فرمانا خدا کا بولنا اور فرمانا ہوتا ہے اگرچہ آواز خدا کے بندے کے گلے یعنی زبان سے نکل رہی ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ ۲۱ ع ۱۹)

۱۲۔ تمہارے لئے (پیروی کرنے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس و زندگی پاک ،، میں جامع حسنات نمونہ ہے یعنی صورتاً و سیرتاً آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عمدہ نمونہ اپنے سامنے رکھو اور اپنی زندگی اس کے مطابق بسر کرو تاکہ تم بھی محبوب خدا کا نمونہ بن کر یعنی فنافی الرسول ہو کر محبوب خدا بن جاؤ۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کو بطور نمونہ اپنے سامنے رکھے اس کا نمونہ سراپا اپنائے اور صورتاً و سیرتاً وہی بن جائے یعنی فنافی الشیخ ہو جائے چونکہ شیخ خود فنافی الرسول بنا بیٹھا ہے اس لئے فنافی الشیخ ہونا ہی فنافی الرسول ہے۔ دونوں مقاموں میں تفاوت نہیں۔

علی حیدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اوہو یار کلو کڑی رات دالا اج بھیس دٹا کے وت آیا

علی حیدر راجھنگ سیال دالا کنیں میم دیاں مندراں گھت آیا

کسی نے شیخ کی تعریف میں کیا خوب کہا ہے۔

جو نہیں پیکر نہیں وہ شیخ کیا ۔۔۔ شیخ کہنا ہی اسے ہے ناروا

شیخ ہے گویا رسول حق نما ۔۔۔ طالبان حق کو مژدہ جانفزا

صورت و سیرت میں گویا مصطفےٰ ۔۔۔ دیکھنا اس کا نبیؐ کا دیکھنا

۱۳۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ

Marfat.com

لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ط پ ۲۲ ع

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

شان نزول: زید بن حارثہؓ نے جن کو رسول کریم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینبؓ کے لئے ان کا پیام نکاح دیا اس کو زینب اور ان کے بھائی نے منظور نہ کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت زینبؓ اور ان کا بھائی اس آیت کو سن کر راضی ہو گئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی د مومن، کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا مختار نہیں رہتا۔ شان نزول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے حضور صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو اہمیت نہ دیتے ہوئے نکاح سے انکار کر دیا لیکن جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور کے حکم کو حکم خدا جان کر راضی ہو گئے ان کو یقین ہو گیا کہ نبی علیہ السلام خدا کے حکم سے انہیں نکاح کے لئے فرمارہے ہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ آیت کریمہ میں لفظ مبارک و مقدس "اللہ" کا ہوتا۔ نبی علیہ السلام کے حکم کا انہوں نے انکار کیا تھا۔ اللہ تعالے بھی آپ کے حکم کی تائید و تصدیق میں اذا قضی رسول اللہ کے الفاظ پاک فرما دیتے لیکن ایسا نہیں کہا گیا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "اللہ" آیت میں لانے سے مراد یہ ہے اور یہی بتانا منظور الٰہی ہے کہ رسول اللہ کا حکم خدا تعالے ہی کا حکم ہے اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے۔ مثلاً وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ پ ۹ ع ۱۶ کی بجائے صرف وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ پ ۵ ع ۱۴ آیا ہے اسی لئے یہ استنباط صحیح ہوا کہ آدمی د مومن، کو نبی علیہ السلام کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے خواہ وہ امر وحی جلی سے ثابت ہوا ہو خواہ وحی خفی سے بہر حال اللہ تعالے کا حکم ہو گی

تک نبی علیہ السلام کے منہ اور زبان سے ہی پہنچا ہے اور یہ اتنا واضح اور روشن ہے کہ دلائل کی حاجت نہیں (مثنوی)

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است

ہر کہ گوید حق نگفتہ کافر است

ترجمہ :۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ بلا شک و شبہ قرآن کریم پیغمبر علیہ السلام کی زبان پاک اور لب پاک سے ہی نکلا ہے لیکن جو یہ کہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ السلام کی تکذیب کی آپ کو سچا نہ جانا۔

وجہ استدلال

جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت مومنوں پر فرض ہے اسی طرح مشائخ کی اطاعت بھی مریدوں پر فرض ہے جس طرح نبی علیہ السلام واجب الاتباع ہیں کہ وہ خدا کے حکم سے حکم فرماتے ہیں اسی طرح شیخ بھی مریدوں کے لیے واجب الاتباع ہے کہ وہ جو کچھ رشد و ہدایت کے سلسلے میں کہتا ہے کتاب و سنت سے کہتا ہے اس کا حکم بھی اس لحاظ سے خدا و رسول کا حکم ہی ہے اور جس طرح نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی مومن اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں اسی طرح شیخ کے ارشادات کے سامنے مرید بھی اپنے نفس کا خود مختار نہیں رہتا۔ مثنوی۔

چوں گزیدی پیر را تسلیم شو

ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔ جب تم نے ایک پیر چن لیا اور سچے دل سے اس کے مرید ہو گئے تو اب چون و چرا (کیوں اور کس طرح) کی گنجائش نہیں رہی سر تسلیم کر دو اور جس طرح بغیر حیل و حجت، اور بغیر چون و چرا کرنے کے موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے ماتحت چلنا پڑا۔ مرید کو بھی اسی طرح اپنے پیر کے حکم کے ماتحت بے چون و چرا چلنا ہو گا اور اس کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے اختیار سمجھنا ہو گا حضرت امام ربانی

Marfat.com

مجدد الف ثانی سرہندی اپنے مکتوب نمبر ۲۹۲ جلد اول میں جو آداب مرید پر مشتمل ہے اور جس کا ترجمہ تبرکاً اسی باب کے شروع میں تحریر کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو پیر کامل مل جائے تو چاہیئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو اب اس کے حوالے کر دے۔

اپنے آپ کو پیر کے سامنے مردہ بدست غسال (میت نہلانے والے کے ہاتھ میں) کی طرح سمجھے۔ غالباً اسی آیت کریمہ سے یہ مضمون اخذ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۴۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ پ ۱ ع

ترجمہ:۔ اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب آپ پر اترا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں اہل کتاب سے وہ مومنین مراد ہیں جو اپنی کتاب اور تمام پچھلی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کی وحیوں پر ایمان لائے اور قرآن پاک پر بھی اور وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ سے تمام قرآن پاک اور پوری شریعت محمدیہ ہے (خزائن العرفان) جس طرح قرآن پاک پر ایمان لانا ہر مکلف پر فرض ہے اسی طرح کتب سابقہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائیں البتہ ان پر عمل کرنا درست نہیں۔ عمل فقط قرآن کریم اور آپ کے ارشادات پر ہی کیا جائے گا چنانچہ حدیث پاک میں ایک روایت آئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے کہ آپ حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوئے حضرت عمر کے ہاتھ میں توریت شریف کے چند ورق تھے اور ان کو دیکھ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی چہرہ مبارک پر جلالت کے آثار ظاہر ہو گئے حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت عمر رضؓ سے کہا عمر کیا کر رہے ہو حضور کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھو جب حضرت عمر رضؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو ڈر گئے

Marfat.com

اور عرض کیا میں خدا کے رب ہونے اور آپ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ (صاحب توریت) بھی اس وقت موجود ہوتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے اور تم میری موجودگی میں میری طرف سے توجہ ہٹا کر ان کی کتاب کے چند اوراق کی طرف متوجہ ہو۔

وجہ استدلال

اس آیت کریمہ میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ موجود ہے جو نمبر ۳ آیت کے ماتحت اوپر بیان ہوچکا ہے یعنی جس طرح مومن کے لیے فرض ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی آورده کتابوں اور دینوں پر ایمان لائے اور عمل فقط اپنے نبی علیہ السلام اور ان کی شریعت پر کرے اسی طرح ایک صادق مرید کو چاہیے کہ وہ تمام دیگر مشائخ اور ان کے اسباق و وظائف پر اعتقاد رکھے کہ وہ حق ہیں لیکن عمل شیخ کے فرمودہ وظائف پر ہی کرے چنانچہ مولوی عبدالماجد صاحب دریا بادی اپنی تفسیر قرآن الحکیم میں صفحہ ۳ پر اسی آیت کریمہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ مرشد تھانوی مدظلہ العالی نے فرمایا کہ طالب کو اعتقاد تو تمام شیوخ اہل حق کے ساتھ ایسا ہی رکھنا چاہیے جیسا اپنے شیخ کے ساتھ لیکن اتباع صرف اپنے شیخ کی کرنی چاہیے جیسا بعینہٖ یہی حکم انبیاء علیہم السلام کے باب میں ہے۔

۱۵- لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ○ پ ۶ ع ۱۳

ترجمہ: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بیشک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔" یعنی کہ لوگوں کو برے کاموں سے نہیں روکتے۔

Marfat.com

مسئلہ:- معلوم ہوا کہ علماء اور مشائخ کے لئے ضروری ہے کہ عوام کو برائی سے روکیں اور نیکی کی ترغیب دیں اور جو شخص بری بات سے منع کرنے کو ترک کرے اور نہی منکر سے باز رہے وہ بمنزلہ مرتکب گناہ کے ہے (خزائن) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشد و ہدایت کے سلسلے میں علمائے ربانی و مشائخ حقانی کا حکم ماننا بھی واجب ہے مسترشدین و مریدین کو انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ خدا تعالے کا حکم ہی سناتے ہیں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مشائخ احکام شریعت کے مطابق خود بھی عمل نہیں کرتے اور اپنے متوسلین (مریدین) کو ان پر چلنے کا حکم نہیں دیتے وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ایسے پیر، پیر کہلانے کے مستحق نہیں طالبان حق کو چاہیے کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی دیکھ لیا کریں کہ وہ اپنا ہاتھ کس کے ہاتھ میں دے رہے ہیں (مثنوی)

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے طالبان مولا ذرا ہوش سے کام لینا۔ اور سوچ سمجھ کر ہاتھ بڑھانا۔ اس آخری زمانہ میں بہت سے شیطان انسانی شکل میں پھر رہے ہیں۔ شیطانوں نے رحمانوں کا لباس پہن رکھا ہے ہر کسی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دے دینا۔ ورنہ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" کا معاملہ درپیش ہوگا یہی نہیں کہ سوئے ہوئے کو سویا ہوا جگا نہیں سکے گا بلکہ وہ خود معصیت و ضلالت میں گرفتار ہے اس کی صحبت تجھے بھی سیاہ کار اور گمراہ بنا دے گی اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب قول الجمیل میں تکرار بیعت کا مسئلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر غلطی سے کسی ایسے پیر سے بیعت ہو گیا جس کا عمل خلاف شرع شریف ہے اتباع سنت نہیں کرتا (ممنوعات کا مرتکب ہوتا ہے) تو اس کو چھوڑ کر کسی باشرع مرد کامل سے بیعت کرے اور مرید ہونے کی اصلی غرض و غایت بھی یہی ہے کہ بزرگان دین کی بیعت میں راہِ حق پر چل کر قرب حق حاصل کیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالے ہم سب کو راہ حق پر چلنا نصیب کرے۔ آمین۔

Marfat.com

۲۶۔ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ٥ پ ۷

پھر اگر تم پھر جاؤ (اطاعت رسول سے) تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے یہ وعید و تہدید ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی صاف صاف پہنچا دیا۔ تو ان کا جو فرض تھا وہ ادا ہو چکا۔ اب جو اعراض کرے اور تعمیل حکم الٰہی سے منہ پھیرے وہ مستحق عذاب ہے اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مشائخ سے طریقہ ذکر و فکر سیکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ مشائخ کرام کے ارشادات کے مطابق جد و جہد کریں اور منزل مقصود کی طرف بڑھیں اور اخذ طریقہ کا شکریہ ادا کریں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے کچھ ہو نہیں سکتا۔ آپ کی توجہ سے بیڑا پار ہو گا اور اس طرح سستی اور غفلت کا شکار ہو کر محروم رہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری طرف آپ نے توجہ نہیں کی جس نظر سے فلاں کو دیکھا ہے ہم پر بھی وہ ایک نظر ڈالیں کہ ہم بھی فلاں کی طرح ہو جائیں۔ ان کو اس آیت کریمہ میں خوب غور کرنا چاہیے اور اپنی غلط فہمی کا احساس کر کے جاھدوا فی سبیلہ (اس کی راہ میں کوشش کرو) پر عمل پیرا ہو جانا چاہیے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

رباعی

پیر کیا شے ہے کہ با حکم خدا
تم کو لے جائے سوئے رب العلیٰ

اِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ
حکمت دین محمد مصطفےٰ

۲۷۔ وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ٥ پ ۷

Marfat.com

"اور ضرور اے محبوب! تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا۔ تو وہ جو ان سے ہنستے تھے ان کی ہنسی انہیں کو لے بیٹھی" یعنی وہ مبتلائے عذاب ہوئے اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسلی و تسکین کی خاطر ہے کہ آپ رنجیدہ و ملول نہ ہوں کفار کا پہلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی دستور رہا ہے اور اس کا وبال ان کفار کو اٹھانا پڑا ہے۔ نیز مشرکین کو تنبیہ ہے کہ پچھلی امتوں کے حال سے عبرت حاصل کریں اور انبیاء کے ساتھ طریق ادب ملحوظ رکھیں تاکہ پہلی امتوں کی طرح مستحق عذاب نہ ہوں (خزائن)

اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل اللہ و بزرگان دین پر پھبتیاں اڑاتے ہیں اور طریق ادب کا لحاظ نہیں رکھتے۔ وہ ان کے فیوضات سے ہی محروم نہیں رہتے بلکہ اکثر عذاب الٰہی میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں وہ خود اس حقیقت کو سمجھیں یا نہ سمجھیں چنانچہ آیت ذیل کا آخری فقرہ اس پر دال ہے۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ پ ۷ ع ۹ اور وہ یعنی کفار مکہ اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اور ہلاک نہیں کرتے مگر اپنی جانیں، اور ان کو شعور نہیں

شان نزول: یہ آیت کفار مکہ کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مجلس میں حاضر ہونے اور قرآن کریم سننے سے روکتے تھے اور خود بھی دور رہتے تھے کہ کہیں کلام مبارک ان کے دل پر بھی اثر نہ کر جائے (خزائن)، اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ روشنی طبع کے

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

کے مرض میں مبتلا ہو کر مشائخ عظام کے پاس جانے سے دوسروں کو روکتے اور خود بھی ان سے دور رہ کر بدگمانی کے تیر اندھا دھند ان پر چلاتے رہتے اور دوسروں کی گمراہی کا بھی باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت دے۔ آمین۔

۱۰۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ج پ ۹ ع

Marfat.com

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔ جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ لہ

بخاری شریف میں حضرت سعید بن معلے رض سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا۔ پھر میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔" ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھتے تھے حضور نے انہیں بلایا انہوں نے جلدی نماز ختم کر کے سلام عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ تمہیں جواب دینے سے کون بات مانع ہوئی۔ عرض کیا کہ حضور میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔ عرض کیا۔ بے شک آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ (خزائن العرفان)

اس آیت کریمہ اور احادیث شریف سے معلوم ہوا کہ شیخ اگر اپنے مرید کو بلائے تو سب کام چھوڑ کر حاضر ہو۔ اگرچہ وہ نفل ہی پڑھ رہا ہو کیونکہ شیخ کی خدمت اور معیت نوافل پڑھنے سے زیادہ روحانی زندگی (ترقی) بخشتی ہے۔

اقسام مرید

تین قسمیں ہیں مریدوں کی عیاں　　مختصر کرتا ہوں میں ان کا بیاں
طالبان دنیا و عقبےٰ و حق　　اپنے اپنے شغل میں رنگ انکا فق
طالب دنیا مؤنث مست زر　　پھر رہا ہے اس کی خاطر در بدر
طالب عقبےٰ مخنث بے گماں　　شکل مرداں ہیئتے روئے زناں
طالب مولا مذکر مرد حق　　دے رہا ہے سب کو وحدت کا سبق

لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا اللہ ہی کا بلانا ہے۔

Marfat.com

طالب دنیا ہے، دنیا کا مرید — زینت دنیا کی کرتا ہے خرید
طالب عقبیٰ ہے زاہد زن پرست — ہو رہا ہے حورِ جنت پر دہ مست
روز و شب خواہش پرستی کا جنول — کر دیا شہوات نے اسکو فزدل
طالب مولا ہے عشق حق میں محو — ماسوا کا ہے اسے نسیاں و سہو
عشق نے اس کو پڑھا یا کیا سبق — بھول بیٹھا یاد تھا جو ماسبق

طالب مولا مرید باصفا
طالب عاجز کو بھی مولا بنا

آدابِ مریدِ صادق

جانتا ہے کون ہے صادق مرید — وہ صفت ہیں جس کی اب لا یرید
ترک کر دے اپنی مرضی وہ فنا — شیخ کی مرضی میں ہو جائے فنا
اختیار اپنا نہ رکھے زینہار — شیخ کے فرمان پہ جاں کر دے نثار
بے خبر ہو جائے اپنے حال سے — مردہ جیسے ہاتھ میں غسال کے
شیخ کے آداب سے غافل نہ ہو — اور حسنِ غیر پر مائل نہ ہو
گر کہیں سے فیض کچھ اسکو ملے — فیض اپنے شیخ کا ہی جان لے[1]
شیخ اک، اس کے لطائف بیشمار — کام کرتے رہتے ہیں لیل و نہار
حق نے بخشی ہے کرامت یہ انہیں — تاکہ عقبِ سالکاں ہر دم رہے
شیخ ہی سب کچھ ہو اس کے واسطے — دین و دنیا کے مراحل کے لئے
مظہرِ حق شیخ کو مانے ضرور — شیخ میں ہے قدرتِ حق کا ظہور
مال و اولاد و جہاں و جان سے — شیخ کو محبوب تر سمجھا کرے

---

[1] پہلی یاد

ہو نہ حبِّ شیخ جب تک مرید — بن نہیں سکتا کبھی صادق مرید
ظاہر و باطن رکھے اپنا صفا — اور رہے ہر حال میں وہ باوفا
شیخ میں آئے نظر شانِ خدا — تاکہ وہ اس سے کبھی نہ ہو جدا
شیخ کو دیکھا کرے صبح و مسا — ہے مقدمہ یہ فنافی الشیخ کا
شیخ کا رنگ جو کرے نہ اختیار — نہ مرید باصفا نہ جاں نثار
ہو فنافی الشیخ کا سودا اسے — ظاہر و باطن میں مثل اسکے بنے
شیخ کو سمجھے رسولِ حق نما — طے ہو پھر راستہ فنافی اللہ کا
مومنوں کی جو صفت ہے قرآن میں — ہے مریدوں کی یہی صحیح شان میں
گر نہ ہو مومن مرید باصفا — پا نہیں سکتا کبھی قربِ خدا
مومن صادق ہی ہے سچا مرید — واقعی ہے اَلْمُرِیْدُ لَا یُرِیْدُ

ہو نہ طالب میں طلب، طالب نہیں
گر طلب بے سوز ہو طالب نہیں

آدابِ مرید کا باب ختم کرنے سے پہلے دل چاہتا ہے کہ حضرت مولانا الحاج مولوی امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اعلیحضرت امیر ملت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز اور علمائے سلسلہ میں ممتاز اور درد دل رکھنے والے بزرگ تھے ان کے مضمون در آدابِ شیخ سے (جو آپ نے ۱۹۱۳ء میں لکھا تھا اور ماہ جون۔ جولائی اور اگست کے درج رسالہ انوار الصوفیہ ہے) چند اقتباسات استفادہ یارانِ طریقت کے لئے یہاں پیش کیے جائیں تاکہ یارانِ رفتگان کی یاد بھی تازہ ہو جائے اور انہیں بھی دعائے خیر سے یاد کیا جائے۔ فرماتے ہیں۔

ادب ایک نہایت ضروری امر ہے اور اس کے سوا انسان کسی درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اپنی شرافت اور کرامت کے درجہ کو حاصل کر سکتا ہے یہ وصف حیوانوں میں بھی اکثر پایا جاتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ حیوانات اپنے مربی (پرورش کنندہ) کو دیکھتے وقت محبت و آداب کا ایسا برتاؤ کرتے ہیں جو غیر مربی کے ساتھ نہیں کرتے

Marfat.com

مگر چونکہ وہ حیوان غیر ناطق ہیں اس لئے ان اوضاع اطوار سے حیوان ناطق معلوم کرتا ہے
کہ یہ اس ذلت اپنے مربی ومحسن کے واسطے غایت درجہ کا تذلل وانکساری کر رہے ہیں
حیوان ناطق یعنی انسان کو جو باقی حیوانات سے ممتاز کیا گیا اور اس کو معرفت کے فیضان
سے مستفیض کیا گیا ہے اور یہی امانت ومعرفت اٹھانے کی وجہ سے اس کو تاج تکریم پہنایا
گیا ہے یہ معرفت اس کو بجز وصف ادب کے حصول کے حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کا
حاصل کرنا ضروری ہے جس کے مفید اثر کے سبب انسان مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے جس قدر اس
میں مفید اثر زیادہ ہو گا اسی قدر زیادہ مستفید ہو گا کسی نے سچ فرمایا ہے ؎

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل در گوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

ادب تاجیست از لطف الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

پس ادب ہی ایمان ہے اور یہی لطف الٰہی کا تاج ہے جو انسان کے سر پر رکھا گیا ہے۔ الحاصل راہ سلوک بالکل ادب ہے جو حتی الوسع اس کی رعایت ملحوظ نہ رکھے گا اور برتقدیر رعایت کامل نہ ہونے کے اپنے آپ کو قصوروار نہ سمجھے گا تو وہ بزرگوں کے فیض وبرکت سے محروم رہے گا حضرت مولانا مرحوم ومغفور آیات شریفہ کے حوالے دیتے ہوئے آخیر پر رقم فرماتے ہیں۔

قرآن کریم نے جو آداب حضرت علیہ التحیہ والتسلیمات کے اصحاب کو سکھلائے۔ وہی آداب مرید کو شیخ کے کرنے ضروری ہیں کیونکہ حضرت شیخ الطریقت اسی حضرت اعلیٰ واقدس کے فیضان سے مستفیض ہیں اور اسی مدرس برحق سرکار والا حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مدرسہ عالیہ کے سند یافتہ ہیں اور شیخ کا فرمان اپنی امت میں ویسا ہی درجہ رکھتا ہے جیسے نبی کا حکم اپنے مریدوں کیلئے مطالب رشیدی میں مذکور ہے۔ مرید را لحاظ آں باید داشت کہ پیر بجائے پیغمبر است

زیادہ ازیں چہ گویم۔ اگر درخانہ کس است یک حرف بس است۔

حضرت قبلہ و کعبہ سرتاج الاولیا مقبول بارگاہ رب العلا شیخ الشیوخ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں اور دیگر بزرگوں کے کلام سے بھی اسی طرح ثابت ہے کہ مرید کو اپنے پیر کامل کی بیعت کے بعد ان آداب کا خیال رکھنا نہایت ضروری امر ہے خدا ہم کو طاقت عمل عطا فرمائے۔ آمین۔ یا رب العالمین بحرمت سید الکاملین : آداب یہ ہیں۔

اول یہ کہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو فیض و برکت سے محروم رہے گا آج کل یہی سبب ہے کہ عوام الناس فیض سے محروم رہتے ہیں جس فقیر کو دیکھا۔ چار روز کے واسطے اس کے پیچھے لگ گئے

۲۔ ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور محبت کا راز یہی ہے سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اگر عاشقی دامن او بگیر

وگر گویدت جاں بدہ گو بگیر

(اگر تو عاشق ہے تو اس کا دامن پکڑ لے اور اگر تجھے کہے جان دو تو عرض کر کہ لیجیے)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اپنا مال و جان، اولاد اور والدین کس طرح قربان کیے ہزاروں مثالیں کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں

۳۔ مرشد جو کچھ کہے اس پر عمل کرے۔ بے تامل فوراً بجا لائے روگردانی نہ کرے سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دریغ است رو از کسے تافتن

کہ دیگر نشاید چنیں یافتن

(کسی ایسی ہستی سے منہ پھیرنا افسوسناک ہے کیونکہ اس کی طرح دوسری ہستی کا پانا ممکن نہ ہو)

۴۔ جو ورد و ظیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا دوسرے نے بتایا ہو۔

Marfat.com

۵۔ مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے یہاں تک کہ سوائے فرض وسنن نماز نفل یا کوئی اور د وظیفہ بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے کیونکہ پیر کامل کی صحبت ورود وظائف پر مقدم ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کی ایک گھڑی کی صحبت سو سال کی بے ریا خالص عبادت یعنی بندگی سے بہتر ہے۔

۶۔ اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

۷۔ جو کچھ مرشد کہے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے ... اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا قصہ یاد کرے۔ معترض انبیاء کی صحبتوں سے خالی رہے ... مولانا مرحوم آگے لکھتے ہیں کہ مرشد کے آداب، حقوق استاد اور والدین سے کہیں زیادہ ہیں اس کی تائید میں مطالب رشیدیہ میں سے عبارت فارسی نقل فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے، استاد اور پدر بزرگ کے آداب وحق برابر ہیں مگر پیر و مرشد کے آداب اور مقام سب سے بلند ہیں کیونکہ پیر اس کو کہتے ہیں کہ اس سے بیعت کرے اور تربیت پائے اور اس کی بدولت خدا رسیدہ بنے مگر یہ ان پیروں کے بغیر نہیں ہو سکتا جن کو مشائخ کہا جاتا ہے۔ برخلاف دوسروں کے کہ ظاہری علم کی تعلیم عربی یا فارسی وغیرہ میں کرتے ہیں یا کوئی ہنر سکھاتے ہیں پس مشائخ کے مرتبہ کو وہ کیسے پہنچ سکتے ہیں نیز پیر کا مرتبہ اس لئے بھی باپ سے زیادہ ہے کہ باپ بدن کی پرورش کرتا ہے اور پیر روح کی پرورش۔ باپ دنیاوی خدمت کا بہت خواہشمند ہوتا ہے اگر بیٹا ذرا بھی قصور کرے تو ناراض ہو جاتا ہے اور اس کو عاق کر دیتا ہے اور پیر کی تمام تر شفقت مرید پر ہوتی ہے اس سے خدمت کا طالب نہیں ہوتا اور اس کے حال کی طرف متوجہ رہتا ہے نیز چاہتا ہے کہ دنیا میں بھی اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے اور عاقبت میں بھی۔ لہذا شیخ کے آداب وحقوق مرید کے لئے لازم ہیں۔

Marfat.com

کرتا ہے منع زاہد، تو اُس کے عشق سے
معذور ہے کہ تُو نے دیکھا نہیں اُسے

Marfat.com

باب سوئم

تصوّرِ شیخ

Marfat.com

آداب مریدین میں سے ایک اہم مسئلہ تصورِ شیخ کا ہے جس کی برکت سے سالک فنافی الشیخ کا مقام حاصل کر کے منزل فنافی اللہ کی طرف گامزن ہوتا ہے اس لئے اس کا بیان بھی نہایت ضروری ہے چونکہ بعض لوگ تصورِ شیخ پر نکتہ چینی کرتے اور اس کو شرک و بدعت وغیرہ سمجھتے ہیں اس لئے اس پر خامہ فرسائی کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق حضرت مولانا محمد شریف صاحب محدث حنفی نقشبندی مجددی کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عالمانہ جواز تصورِ شیخ کا رقم فرمایا ہے استفادۂ ناظرین کے لئے اس کا ضروری حصہ یہاں درج کر دیا جائے۔

تصور آنکہ در منزل رساند بمنزل چوں رسی پس اصل ماند

تصور منزل مقصود پر پہنچانا ہے۔ تو جو منزل پر پہنچ گیا تو اصل حقیقت کو پا لیا یعنی مقصود حاصل ہو گیا۔

تعریف: تصورِ شیخ جس کو رابطہ شیخ یا شغل برزخ کہتے ہیں۔ شیخ کامل مکمل کے ساتھ محبت راسخہ ہونے کا نام ہے۔ مرید کو جب اپنے شیخ سے کامل محبت ہوتی ہے تو شیخ کی صورت خیالی کا بے تکلف حاضر آنا لازمی ہے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا کہ باوجود محبت راسخہ کے محبوب کی صورت کا خیال نہ ہو جو لوگ تصورِ شیخ کو شرک، بدعت یا حرام کہتے ہیں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں اور معذور بھی اس لئے کہ ایک تو انہوں نے تصورِ شیخ کے مفہوم کو سمجھا ہی نہیں دوسرے وہ اس کوچہ سے ہی نابلد ہیں۔

منع ام کنی از عشق وے اے زاہد زماں
معذور دارمت کہ تو اورا ندیدہ
کرتا ہے منع زاہد تو اس کے عشق سے معذور ہے کہ تو نے دیکھا نہیں اُسے

تصورِ شیخ کے ماننے والے سلف صالحین

اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگانِ دین میں اکابر عن اکابر اس کی تعلیم چلی آئی ہے اور مشائخ علیہ الرحمۃ نے اس کو وسیلہ ہدایت سمجھا ہے اور یقیناً اکثر طالبانِ حق کو اس

Marfat.com

طریق سے فیض پہنچا ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہیؒ شاہ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادیؒ حضرت تاج الدین صاحب خلیفہ حضرت باقی باللہ صاحب دہلوی وغیرہم نے جن کی ولائت مسلّم ہے بڑے زور سے تصور شیخ کو جائز فرمایا ہے اور نہ صرف جائز بلکہ اقرب الوسائل (کامیاب ترین وسیلہ) فرمایا ہے پس ایک طالب حق کے لئے صرف یہی ایک دلیل کافی وافی ہے۔ اگر تصور شیخ شرک یا بدعت ہوتا تو حضرات مشائخ علیہ الرحمۃ کبھی اس کو جائز نہ فرماتے۔ بالخصوص حضرت مجدد الف ثانیؒ جنہوں نے اتباع سنت اور اجتناب بدعت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں فرمایا ہرگز اس کے مجوز نہ ہوتے اتباع سنت میں شیخ کے خیال کا دامن گیر رہنا تصور شیخ کہلاتا ہے۔

بزرگانِ دین کا متبع سنت نبوی ہونا

امام شعرانیؒ اپنی میزان میں فرماتے ہیں اولیاء اللہ جب مرتبہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو شرع کے احکام وہاں سے اخذ کرتے ہیں جہاں سے ائمہ مجتہدین نے اخذ کئے بلکہ فرماتے ہیں "ویحرم علیہ ان یخطوا خطوۃً فی شیٍٔ لا یری قدم نبیہ امامہ فیہ" یعنی اس ولی کامل پر حرام ہو جاتا ہے کہ ایک قدم بھی ایسے مقام پر چلے جہاں حضور علیہ السلام کا قدم مبارک اس کے سامنے نہ ہو یعنی حضور علیہ السلام کے برخلاف ایک قدم چلنا بھی اس کو حرام ہو جاتا ہے۔

اطاعت "اولی الامر" کی تشریح

نیز اللہ جل شانہ نے اطاعت اولی الامر کا ارشاد فرمایا ہے اور امر دو قسم کا ہے دینی اور دنیاوی۔ دنیاوی امور میں اولی الامر حکام ہیں جس کی اطاعت اس آیت کی رو سے واجب ہے بشرطیکہ شریعت محمدیہ کے خلاف نہ ہو۔ پھر دینی امر دو قسم کے ہیں ظاہری اور باطنی۔ دینی باطنی امور میں اولوالامر مشائخ طریقت ہیں۔ ان کی اطاعت بھی اس آیت کریمہ کے حکم سے لازم ہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اور

Marfat.com

مولوی خرم علی بلھوری نے ایسا ہی لکھا ہے تو اس صورت میں جب کہ اکابر اولیا اللہ اس کے جواز میں صراحتاً ارشاد فرماتے ہیں اور ان کا ارشاد حسب فرمودہ امام شعرانی مستنبط من القرآن والسنۃ ہوتا ہے تو منکر کے لئے کوئی وجہ موجہ نہیں ہے اگرچہ حضرات صوفیائے کرام کا فرمانا ہی ہمارے لئے کافی دلیل ہے مگر چونکہ منکرین کی تسلی صرف اسی پر اکتفا کرنے سے نہیں ہوسکتی اس لئے ان چند سطور میں تصور شیخ کا اصول کے رو سے جائز ہونا اور اس کا جواز قرآن وحدیث سے مستنبط ہونا عرض کرتا ہے۔

کسی مسئلہ کے غلط یا صحیح پرکھنے کا قاعدہ کلیہ

واضح ہو کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے جب تک دلیل کراہت یا فساد نہ ملے۔ علامہ علی مکیؒ رسالہ اقتدا بالمخالف میں فرماتے ہیں من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھوا لصحۃ وامّا القول بالفساد والکراھۃ فیحتاج الی الحجۃ۔ امام نووی شرح مسلم صحیح جلد اول میں فرماتے ہیں والاصل انّ لا منع حتیّٰ یثبت یعنی قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز منع نہیں جب تک ممانعت ثابت نہ ہو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے خدا تعالیٰ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں ہے اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں بھی موجود ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَ اِنْ تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۔ پ ۷

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اللہ بخشنے والا اور حلیم ہے اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن کریم وحدیث میں نہیں وہ منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں۔ دار قطنی میں مرفوعاً آیا ہے۔ انّ اللّٰہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرّم حرمات فلا تنتھکوھا احدا حدودًا فلا تعتدوھا

وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں ان کو ضائع نہ کرو۔ (چھوڑو نہیں) اور کچھ چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے پس ان کے پیچھے نہ پڑو (نزدیک نہ جاؤ) اور حدیں مقرر فرمائیں ہیں پس تم حدود سے تجاوز نہ کرو۔ اور بعض چیزوں سے بغیر بھول و نسیان کے خاموشی فرمائی ہے ان کو بحث میں نہ لاؤ۔

الحدیث صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ آیا ہے "ذرونی ما ترکتکم فانما ھلك من کان قبلکم بکثرۃ سوالھم واختلافھم علیٰ انبیآءھم فاذا نھیتکم من شیئ فاجتنبوھا فاذا امرتکم بامر فاتوا منه ما استطعتم۔ (چھوڑ دو مجھے اگر میں ترک کروں تمہیں نہ بتاؤں بے شک تم سے پہلے لوگ سوال بکثرت کرنے اور اپنے انبیاء علیہم السلام میں اختلاف کرنے کے سبب ہلاک ہو گئے۔ پس جب تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے پرہیز کرو۔ بچ جاؤ اور جب کسی چیز کا حکم کروں تو حتی الوسع اس کی تعمیل کرو۔

بخاری و مسلم میں بروایت سعد بن ابی وقاص آیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیئ لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسئلته (مسلمانوں میں بڑا گنہگار وہ مسلمان ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے جو لوگوں پر حرام نہ تھی۔ پس اس کے سوال کرنے سے حرام ہوئی) معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں وہ اصل جواز پر ہیں ورنہ مطلقاً ذکر نہ ہونے سے اگر ممنوع ہو تو اس سائل کی کیا خطا؟ وہ بغیر پوچھے ہی ممنوع رہتی۔ الغرض یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم و حدیث شریف سے جس کی بھلائی ثابت ہو۔ وہ بھلی اور جس کی برائی ثابت ہو وہ بری اور جس کی نسبت کچھ بھی ثابت نہ ہو وہ جائز اور مباح رہے گی اس کو حرام یا ممنوع یا بدعت وغیرہ کہنا شریعت پر افترا ہو گا اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ پ ۱۴ ع ۲۱ (اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبان جھوٹ بیان کرتی ہے یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہو گا)

Marfat.com

علامہ قسطلانی شارح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَ عَدَمُ الْفِعْلِ لَا یَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ یعنی فعل جواز پر دلالت کرتا ہے اور عدم فعل منع پر دلالت نہیں کرتا جب یہ ثابت ہوگیا کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے جب تک دلیل کراہت یا فساد نہ ہو کوئی شیئے مکروہ یا حرام نہیں ہوسکتی تو اب اس اصل پر اس مسئلہ کو حل کریجئے۔ تصور شیخ کی ممانعت میں نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث۔ اس لیے اپنی اصل پر رہے گا پس اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں جو لوگ اس کو حرام سمجھتے ہیں ان کی خوش فہمی ہے۔

تصوّر کی حقیقت

طالب صادق جب اپنے شیخ کا تصور کرتا ہے تو نہ اس کو شریک فی الالوہیت سمجھتا ہے نہ شریک فی العبادت نہ اس کا ذکر کرتا ہے نہ اس کا نام لیتا ہے۔ بلکہ خدا کا ذکر کرتے ہوئے اپنے پراگندہ خیالات کو ایک طرف باندھ لیتا ہے تاکہ اس کو یکسوئی حاصل ہو تو اس صورت میں کسی طرح اس پر شرک کی تعریف صادق نہیں آتی پس جو لوگ تصور شیخ کو شرک کہتے ہیں سخت غلطی پر ہیں ہاں بعض ابنائے زمان تصور شیخ کو بدعت کہتے ہیں اور اس پر کلّ بدعۃ ضلالۃ وکلّ ضلالۃ فی النّار کہہ کر جی خوش کر لیتے ہیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح انہوں نے تصور کے مفہوم کو نہیں سمجھا اسی طرح انہوں نے بدعت کے مفہوم کو بھی نہیں سمجھا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ مختصر طور پر بدعت کی بھی تفصیل کر دوں کیونکہ اس مضمون کے ساتھ کئی مسائل کا حل وابستہ ہے اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ لینے سے نہ صرف تصور شیخ کا مسئلہ حل ہو گا بلکہ مجالس میلاد شریف، عرس شریف، ختمات اور شیرینی وغیرہ کئی مسائل کا فیصلہ ہو جائے گا۔

بدعت کی تعریف

بدعت شرعی وہ ہے جو قرآن شریف یا حدیث صحیح یا اجماع یا کسی اثر کے برخلاف دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جائے اسی کو حضور علیہ السلام نے ضلالت فرمایا اور جو

Marfat.com

وعید اہل بدعت کے حق میں ہے اس سے یہی بدعت مراد ہے لیکن کوئی ایسا امر جو قرآن شریف یا حدیث شریف یا اجماع کے خلاف نہ ہو نیا شروع کیا جائے تو وہ حکماً سنت ہو گا اس کو بدعت سمجھنا غلط ہے۔

رہبانیت کے جواز و عدم جواز کی دلچسپ بحث

نصاریٰ نے رہبانیت خود بخود ایک بدعت نکالی جس کا حکم حق تعالیٰ نے نہیں دیا تھا لیکن ممانعت بھی نہیں تھی اور انہوں نے محض خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے رہبانیت ایجاد کی پھر انہوں نے اس کو اچھی طرح نہ نبھایا اس پر خدا تعالیٰ نے ناراضگی ظاہر فرما دی چنانچہ فرمایا وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا الخ پ ۲۷ ع اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نبھایا۔ جیسا اس کے نبھانے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کا ہم نے اس کو ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں

اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کر کے پھر اس کو چھوڑ دینا اور اس کی رعایت نہ کرنا بہت برا ہے پس اگر ہر ایک بدعت بری ہوتی تو رہبانیت کی عدم رعایت پر حق تعالیٰ ناراضگی ظاہر نہ فرماتے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی رح فتح الباری شرح صحیح بخاری جز خامس ص۹۶ میں فرماتے ہیں۔ کما التزم ناس الرّهبانيّة من قبل انفسهم ثمّ عاب الله عليهم التّقصير فيها فقال ما رعوها حقّ رعايتها۔ (جس طرح لوگوں نے رہبانیت پہلے اپنے پر لازم کر لی پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں قصور کرنے کا عیب ان پر رکھا پس کہا اللہ نے) پس نہ رعایت کی انہوں نے اس (رہبانیت) کی جیسا کہ اس کی رعایت کرنے کا حق تھا حضرت ابو امامہ باہلی رح فرماتے ہیں إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَلَمْ يَكْتُبْ قِيَامَهُ وَإِنَّمَا الصِّيَامُ شَيْءٌ ابتدعتموه فداموا عليه ولا تتركوه فانّ النّاس من بني اسرائيل ابتدعوا بدعة ابتغاء رضاء الله تعالى فما تعهم

اللہ تعالیٰ کہا تمہ نلام رھبانیۃ ابتدعوھا یعنی ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ماہِ رمضان کے روزے تم پر فرض کیے اور اس کا قیام فرض نہیں فرمایا یہ قیام تم نے خود ایک بدعت ایجاد کی پس اس پر ہمیشگی رکھو اور مت چھوڑو کیونکہ بنی اسرائیل کے چند لوگوں نے خدا کی رضا مندی کے لیے ایک بدعت نکالی پھر خدا تعالیٰ نے ان کو اس کے ترک پر ملامت فرمائی۔ پھر ابو امامہؓ نے آیت وَرَھْبَانِیَّۃَ اَبْتَدَعُوْھَا پڑھی۔ حافظ ابن حجر فتح الباری جز ۱۲ ص ۲۷ میں بھی فرماتے ہیں وکم بذالک الیٰ طریق الرھبانیۃ فانھم الذین ابتدعوا التشدید کما وصفھم اللہ تعالیٰ وقد عابھم ما وجوہ بما التزموہ یعنی ان لوگوں نے رہبانیت ایجاد کر کے ایک شدت اپنے نفسوں پر لازم کر لی پھر خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کا عیب بیان کیا کہ انہوں نے جس چیز کو لازم پکڑا تھا پورا نہ نبھایا اس حدیث و اقوالِ ابن حجر سے ثابت ہوا کہ اللہ جل شانہ نے ان کے ترک رعایت پر ناراضگی ظاہر فرمائی دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں ہے

ترجمہ: یہود اور مشرکین اہل ایمان کے بہت دشمن ہیں اور نصاریٰ ان کی نسبت کم ہیں وجہ یہ کہ ان میں سے بڑے بڑے عالم (بعض نصاریٰ) ہیں اور راہب (گوشہ نشین) تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ رہبانیت اگرچہ بدعت تھی مگر بری بدعت نہ تھی اس واسطے حق سبحانہٗ نے نصاریٰ کے اوصاف میں سے راہب ہونا بیان فرمایا۔

راہبوں کے قتل کرنے کی ممانعت

مسند امام احمد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام جب بارادہ جنگ گھر سے نکلتے تو فرماتے "بسم اللہ کفار سے لڑو لیکن راہبوں اور بچوں کو قتل مت کرو۔" اس حدیث سے بھی رہبانیت کی خوبی ثابت ہوئی۔ اگر بدعت مذمومہ ہوتی تو راہبوں کو جو بقول ان کے بدعتی تھے پہلے قتل کا ارشاد ہوتا۔

اسلام میں رہبانیت کیا ہے؟

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس امت کی رہبانیت ہجرت ہے ایک

Marfat.com

روایت میں ہے " جہاد ہے "، جس سے معلوم ہوا کہ اس امت کے واسطے رہبانیت کے بدلے ہجرت اور جہاد ہے پس اگر رہبانیت اس زمانہ میں بدعت سیئہ ہوتی تو ہمارے لئے رہبانیت کا بدلہ جہاد اور ہجرت نہ ہوتی پس معلوم ہوا کہ ایسے کام جن کا حکم خدا کی طرف سے نہیں ہوا اور لوگوں نے خدا کی رضامندی کے لئے ایجاد کئے ان کا التزام ضروری ہے اور جو لوگ ان کو بدعت سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں وہ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا . کے پورے پورے مصداق ہیں۔ اسی طرح مسئلہ "تصور شیخ" کو بھی سمجھو اگر بالفرض اس کا کوئی حکم قرآن و حدیث میں نہ ہوتا۔ تاہم اس پر عامل ہونے کے بعد اس پر دوام لازم ہے درصورت ترک اللہ جل شانہٗ کا عتاب ضرور لازم آئے گا۔

بدعت سیئہ و حسنہ

حدیث شریف میں احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد میں احداث فی الدین کو مقید بمالیس منہ فرمانا صاف اس امر پر دلیل ہے کہ ہر نیا طریقہ بدعت شرعی نہیں بلکہ وہی بدعت شرعی گمراہی اور مردود ہوگی جو دین میں سے نہ ہو یعنی مغیر دین ہو۔ کما قال الشیخ عبد الحق محدث دہلوی فی شرح المشکوٰۃ نواب قطب الدین مظاہر حق میں لکھتے ہیں کہ نکالنا اس چیز کا مخالف کتاب وسنت نہ ہو برا نہیں۔ انتہیٰ ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاہ اللہ ورسولہٗ۔ اس حدیث میں بدعت کو ضلالت کے ساتھ مقید کرنے سے معلوم ہوا کہ بعض بدعتیں ایسی بھی ہیں جو ضلالت نہیں ہیں امام بیہقیؒ نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ ما احدث کہ ما احدث وخالفاً، کتاباً او سنۃً او اجماعاً او اثراً فھو البدعۃ المذمومۃ وما اُحْدِثَ من الخیر ولم یخالف من ذالک فھو البدعۃ المحمودۃ۔ انتہیٰ۔ فتح الباری میں ابن الحجر نے بھی امام شافعیؒ سے یہی معنی نقل کئے ہیں۔ امام نووی شرح صحیح میں تحت حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حسنۃً فلہٗ اجرہٗ (الحدیث) فرماتے ہیں سَوَاءٌ کان ذالک الھدی او الضلالۃ ھو الذی

Marfat.com

اِتَّبَعَہٗ کان حسبوتاً علیہ یعنی وہ نیک یا بُرا طریقہ جو اس نے ایجاد کیا ہے برابر ہے کہ اس نے ابتدأ نکالا ہو یا اس سے پہلے کسی اور نے نکالا ہو۔

بدعت حسنہ کا ثبوت

اس تحقیق سے کما حقہٗ ثابت ہو گیا کہ ہر ایک مومن کو حضور علیہ السلام کی طرف سے اجازت حاصل تھی کہ وہ نیک طریقہ نکالے پھر قیامت تک جو کوئی اس پر عمل کرے گا اس سے پہلے موجد کو ہر ایک کے موافق ثواب ملتا رہے گا یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام نے کئی طریقے نکالے اور ثواب حاصل کئے اور بعض صحابہ نے خود حضور علیہ السلام کے سامنے اپنی طرف سے نیک امور ایجاد کئے تو حضور علیہ السلام نے دیکھ کر پسند فرمائے۔

نماز جمعہ کا موجد

نماز جمعہ خود صحابہ کرام نے مدینہ شریف میں ایجاد کی۔ اور سعد بن زرارہؓ نے پڑھائی پھر جمعہ کی فرضیت نازل ہوئی (نقلہ ابن حجر فی التلخیص دلائل) اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دن سورۃ بقر نماز عشا میں پڑھی ایک صحابی نے جماعت چھوڑ کر علیحدہ پڑھ لی۔ جب یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے سامنے پیش آیا۔ تو حضور نے معاذؓ کو فرمایا یا معاذ افتان انت؟ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جس صحابی نے جماعت چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھی اس کو حضور علیہ السلام سے ایسا کرنے کی اجازت تھی ہرگز نہیں بلکہ اس حدیث سے اجازت ہوئی۔ کیا اس صحابی کو ایک امر خود بخود کر لینے سے حدیث مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا کا خیال نہ آیا۔

الحدیث:۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک صحابی کو فرمایا کہ تو تشہد میں کیا پڑھتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ شہادت کہتا ہوں اور جنت مانگتا ہوں۔ دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں حضور نے فرمایا حَوْلَهُمَا نُدَنْدِنُ ہم بھی اسی کے

Marfat.com

گر د پڑتے ہیں یعنی اسی طرح کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور جو دعا پڑھتے تھے وہ اور تھی اور جو اس صحابی نے پڑھی وہ اس کی اپنی ایجاد کردہ تھی مگر حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے اپنی دعا کیوں ایجاد کی اور میری کیوں نہیں پڑھی ہی طرح امام بخاری نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا تو ایک مقتدی نے کہا ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ جب آپ فارغ ہوئے تو پوچھا من المتکلم، اس نے کہا انا فرمایا رایت بضعۃ وثلثین ملکا یبتدرونھا ایھم یکتبھا اول۔ اس حدیث کے تحت میں حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ استدل بہ علی جواز احداث ذکر فی الصلوٰۃ غیر ماثور اذا کان غیر مخالف للماثور۔ دیکھو اس صحابی نے حمداً کثیراً اپنی طرف سے پڑھا بھی آپ نے جواز کا حکم نہیں فرمایا تھا کہ اس کلمہ کو ملائکہ لینے آگئے پس اگر مطلقاً احداث منع ہوتا تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحابی کو بجائے پسند فرمانے کے منع کرتے پس جب نماز میں احداث ذکر جائز ہے تو غیر نماز میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

الحدیث: بخاری شریف میں آیا ہے ایک صحابی جب نماز پڑھاتا تو قل شریف سے شروع کرتا پھر اور سورۃ ملاتا۔ اس کے مقتدیوں نے کہا کیا تجھے یہ سورۃ کافی نہیں یا تو صرف اسی کو پڑھا کر یا دوسری سورۃ پڑھا کر۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا اگر تمہاری مرضی ہو تو جماعت کراؤں گا ورنہ نہیں پھر یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا، ما یمنعک ان تفعل ما یامرک بہ اصحابک وما یحملک علی لزوم ھذا السورۃ فی کل رکعۃ فقال انی احبھا قال حبک ایاھا ادخلک الجنۃ (کس چیز نے تجھے منع کیا کہ وہ کرے جو تیرے ساتھی تجھے کہتے ہیں اور ہر رکعت میں اس سورۃ کو تو نے کیوں لازم پکڑا ہے۔ اس نے جواب دیا میں اس سورۃ کو بہت محبت کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس سورت کے ساتھ تیری محبت ہے یہ تجھے جنت میں داخل کرے گی۔ اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ سرور عالم نے اس

Marfat.com

صحابی کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ فرماتے ہیں کہ تونے اس سورت کو کیوں لازم پکڑا ہے اور کیوں اپنے مقتدیوں کا کہنا نہیں مانتا معلوم ہوا کہ اس صحابی نے حضور کی بغیر اجازت کے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ تاہم حضور ناراض نہیں ہوئے بلکہ ایسے خوش ہوئے کہ اس کو وعدہ جنت فرمایا تو معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ خدا و رسول کی محبت سے نکالے اس پر حضور علیہ السلام خوش ہیں بلکہ وہ انشاء اللہ ضرور جنت میں داخل ہوگا اس حدیث میں ایک اور لفظ بھی قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ صحابی نے وجہ لزوم سورہ اخلاص کی محبت فرمائی اور حضور علیہ السلام نے اس محبت کے سبب اس کو وعدہ جنت فرمایا

اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی پاپوش کی آہٹ جو حضور علیہ السلام نے معراج کی رات بہشت میں سنی اور واپس آکر بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا تو اس نے تحیۃ الوضو کا پڑھنا عرض کیا پس یہ نفل تحیۃ الوضو خود حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شروع کئے ہوئے تھے جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھے۔

اذان جمعہ کا موجد: حضور علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی اذان اول زائد کی جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھی آپ کے زمانہ میں صرف اذان جو خطبہ سے پہلے ہوتی ہے وہی ہوتی تھی۔

شراب کی حد شرعی: اسی طرح حضور علیہ السلام کے زمانہ میں شراب کی حد جوتیوں سے پٹوانا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی رہی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس کوڑے سے اسی تک زیادہ کئے۔ کیا یہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر زیادتی نہیں؟۔

عیدگاہ میں منبر: اسی طرح عیدگاہ میں منبر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بنوایا گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر چڑھ کر عید کا خطبہ پڑھا اگر بدعت ہوتی تو کیوں نہ گرایا جاتا؟ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا حضور علیہ السلام نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی بعد میں یہ رواج ہوا اور کون کہہ سکتا ہے کہ تصنیف و تالیف بدعت سیئہ ہے؟ اسی طرح محدثین کے قواعد و اصول و اقسام حدیث صحیح

Marfat.com

حسن شاذ. منکر. مدلس وغیرہ سب بعد میں ایجاد ہوئے۔

بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ جو بات نئی قرآن وحدیث کے برخلاف ہوگی وہ گمراہی اور ضلالت ہوگی اور جس کام کا قرآن کریم میں اور حدیث شریف میں نہ امر ہو نہ ممانعت، اس کا ایجاد کرنا، اس پر علی سبیل الدوام عمل کرنا موجب ازدیاد حسنات ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس عمل کو شروع فرماتے اس پر دوام رکھتے اور یہی ارشاد فرماتے عمل اگرچہ تھوڑا ہو اس کا دوام رکھنا چاہیئے۔

پس تصور شیخ اگر اکابر دین کا خود ایجاد کردہ عمل ہے تو بھی حسب تحقیق بالا چونکہ اس کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہیں ہے اس لئے اس پر لازمی طور پر عمل کرنا موجب سعادت اور اس کا ترک کرنا بحکم فما رعوھا حق رعایتھا موجب شقاوت ہے۔ یہاں تک علی سبیل التنزل بیان کیا گیا ہے یعنی بالفرض ہم مانتے ہیں کہ اس کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ لیکن اس کی ممانعت بھی نہیں۔ اور جس چیز کی ممانعت یا امر قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ اپنے اصل جواز پر رہے گی۔ کما بیناہ اور ہم نے یہ بھی مانا کہ متاخرین نے تصور شیخ کو ایجاد فرمایا ہے تو بھی ہم اس کو شرعی بدعت ہرگز نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ بدعت میں مخالفت قرآن وحدیث ضروری ہے اور یہ ایسا نہیں۔ نہ کسی آیت کے خلاف ہے نہ کسی حدیث کے، نہ اجماع کے۔ پس بدعت بھی نہ ہوا۔ للہ الحمد۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمارے پاس اس کے جواز کے ثبوت میں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ بھی موجود ہیں اگر منکر بنظر انصاف دیکھے تو انشاء اللہ بجز تسلیم کرنے کے کوئی چارہ نہ پائے گا

شیخ کی محبت باعث لزوم تصور شیخ ہے

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

تصور شیخ کا مسئلہ حدیث بالا سے طے ہوگیا کہ شیخ کی محبت باعث لزوم تصور شیخ ہے جس طرح قل شریف کی محبت باعث لزوم قل شریف ہے اور قل شریف کی محبت سبب دخول جنت ہے پس اسی طرح شیخ کی محبت سبب دخول جنت ہے۔ فافہم

(۱) نیکیاں پڑھنا

Marfat.com

محبت آدمی رکھتا ہے جس سے
قیامت میں وہ ہوگا ساتھ اس کے

دلائل منقولی تصوّرِ شیخ کے اثبات میں

اگرچہ حضرات صوفیہ صافیہ کثرہم اللہ نے اپنی اپنی تالیفات میں تصورِ شیخ کو بڑا ضروری اور موصل الی المطلوب لکھا ہے مگر ان کے ارشادات سے وہی شخص فائدہ حاصل کر سکتا ہے جو خود اس فرقہ عالیہ سے تعلق رکھتا ہو اور اس گروہ کا صدقِ دل سے معتقد ہو لیکن جو لوگ اس گروہ سے ارادت نہیں رکھتے ان کے واسطے حضرات مشائخ علیہم الرحمۃ واکابرملت کا فرمان کچھ وقعت نہیں رکھتا ہے

چو دل بمہر نگارے نہ بستہ اے ماہ
ترا ز حالتِ عشاق بے نوا چہ خبر؟

مشائخ طریقت کے ارشادات اور ان کے الفاظ طیبہ جو انہوں نے تصورِ شیخ کے جواز میں بلکہ ضروری ہونے میں ارشاد فرمائے ہیں یک لخت ترک کر کے صرف قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے تاکہ مخالفین کو انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہے ے

ہر کہ ز دل دامنِ پیراں گرفت
گنج بقا زیں دہِ ویراں گرفت

تصوّرِ شیخ رابطۂ شیخ ہے۔

پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ شیخ کے ساتھ مرید کی کامل محبت ہو جانے کا نام رابطہ یا تصور ہے کامل محبت کے ساتھ لازم ہے کہ محبوب کا خیال لازم حال رہے اس محبت کے سبب شیخ کے کمالات طالب کے دل میں منجذب ہوتے ہیں یہی رابطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود تھا ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں تک محبت غالب تھی کہ جان و مال حضور پر ہر وقت قربان

Marfat.com

کر دینے کو تیار رہتے تھے منافقین باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بھی رہتے تھے مگر اسی واسطے حضور کے فیض سے محروم تھے کہ ان میں یہ رابطہ نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

۱۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ پ۴

اس آیت شریفہ میں جو رَابِطُوْا ہے اس سے مراد یہ رابطہ بھی ہو سکتا ہے حضور علیہ السلام نے انتظار الصلوٰۃ وغیرہ اعمال صالحہ کو رباط فرمایا ہے چونکہ یہ بھی عمل صالح ہے اس لئے اس میں داخل ہے علاوہ اس کے اس شغل میں بھی انتظار فیضان ہوتا ہے پس عبادت الٰہی میں دل کو یک سو کرنا بھی رباط ہے اور یہ تصور میں حاصل ہے اگر سرحد کفار پر سامان حرب درست رکھنے کو رباط کہتے ہیں۔ تو بھی تصور اس میں داخل ہے کیونکہ نفس و شیطان کے محاربہ کے لئے تصور ایک ایسا حربہ ہے کہ ان کا داؤ پیچ چل نہیں سکتا۔ کیا اچھا کہا ہے مولانا عبدالصمد نے اپنی شوخی میں۔ ؎

مانع وسواس ہے یہ رابطہ ماسوا حق کے نہ دے یہ راستہ
ہے غزائے باطنی کا یہ امام نفس امارہ کو کر دے یہ تمام
ہے غزا یہ جان و دل سے بے پسر وہ غذا ہے مال و تن سے سربسر
یہ غزائی الوحدت ہے اے مرد دیں وہ غزا ہے اجتماع مومنیں
وہ غزا ہے خنجر و تلوار سے یہ غزا ہے دست بے ہتھیار سے
ظاہری سامان ظاہر کا معین
باطنی کا باطنی اے مرد دیں

اتباع نبوی رابطہ شیخ ہے

۲۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پ۳ ع

اس آیت شریفہ میں حق تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کے اتباع کا ارشاد فرمایا ہے

لہ جنگ۔ جہاد

Marfat.com

اور اتباع بجز محبت کاملہ نہیں ہوسکتی اور رابطہ ہی محبت شیخ ہے نیز اتباع متبوع کی رویت کی مقتضی ہے وہ رویت حسّی ہو یا تخیلی، اور اسی رویت تخیلی کا نام رابطہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اتباع مشہور ہے کہ حضور علیہ السلام اگر کسی درخت کے نیچے سایہ میں آرام فرماتے تو عبداللہ بن عمرؓ اس راستہ سے گزرتے ہوئے وہاں ضرور ٹھہرتے۔ گو وہاں سے وہ درخت بھی کاٹا گیا ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کسی نے ایک میدان میں اونٹنی پھراتے دیکھا تو سبب پوچھا فرمایا میں نہیں جانتا۔ اِلّا اَنّی رَاَیتُ رَسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فَعَلَہٗ فَفَعَلتُ (شفاء) مگر یہ کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کرتے میں نے بھی ایسے کیا (شفا)

پس اگر حضور علیہ السلام کا تخیل ان کے سامنے نہ ہوتا تو اتباع کیسے ہو سکتی تھی۔ تصور شیخ کے بھی یہی معنی ہیں کہ شیخ سے یہاں تک محبت پیدا کرو کہ اس کا چال چلن۔ ذکر فکر عبادت سب کچھ تمہاری نظر کے سامنے رہے جب روٹی کھانے لگو تو شیخ کا تصور تمہارے سامنے رہے کہ کس طرح شیخ تناول فرماتے ہیں اسی طرح کھائے کیا آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی تو آپ نے کدو رکابی میں تلاش کر کے کھایا تو میں اسی روز سے کدو کو دوست رکھتا ہوں۔ پس اسی طرح جب چلے تو شیخ کا تصور سامنے رہے جب مراقبہ ذکر میں بیٹھے تو شیخ کے مراقبات و ذکر کا تصور رکھے۔ غرض ہر حالت میں اپنے شیخ کو پیش نظر رکھے تب اس کو اتباع کامل نصیب ہوگی اور یہ بجز محبت متصور نہیں لہٰذا ہمارے اس طریقہ کا تمام دار و مدار محبت پر ہے اور کون بیوقوف ہے جو محبت سے منع کرے گا۔

معیت صادقین رابطہ شیخ ہے

۳۔ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔ یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ پ ۱۱ ع ۴۔

اس آیت میں حق تعالےٰ نے صادقین کی معیت کا ارشاد فرمایا ہے اور معیت ظاہری

Marfat.com

باطنی دونوں کو شامل کیا ہے حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ نے اس آیت سے تصور شیخ کا استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ الکینونۃ مع الصادقین الما مور بھا فی کلام رب العالمین الکون معھم صورۃ حضرت مولانا جامیؒ رشحات میں خواجہ احرارؒ سے نقل فرماتے ہیں کہند نہ یجب معنی آں است کہ از رہ گذر باطن طریقۂ رابطہ ورزد (التحفۃ العارفین)

بہرحال اگر معیت سے صرف معیت جسمانی مراد ہو۔ تو وہ دائمی نہیں ہو سکتی اور یہاں دوام مراد ہے چنانچہ بعض تفاسیر میں اس آیت کی تفسیر میں ولا تفارقوھم بھی آیا ہے یعنی ان سے جدا نہ ہو تو لا محالہ معیت سے مراد معیت باطنی ہے اور ہماری مراد رابطہ سے بھی یہی معیت باطنی ہے۔ فافہم ولنعم ما قیل ؎

لفظ کونوا دیکھ لے قرآن میں
حق نے فرمایا ہے ان کی شان میں
رابطہ کیا ہے بہ علنک اے پسر
نور وحدت صاف آتا ہے نظر

۴۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ پ ع

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم تبدیلیوں میں نشانیاں ہیں (صانع قدیم علیم حکیم قادر کے وجود پر دلالت کرنے والی) عقلمندوں کے لئے (جن کی عقل کدورت سے پاک ہو اور مخلوقات کے عجائب و غرائب کو اعتبار و استدلال کی نظر سے دیکھتے ہوں) جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے (یعنی تمام احوال میں۔ مسلم شریف میں مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام احیان میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے بندہ کا کوئی حال یاد الٰہی سے خالی نہ رہنا چاہیے) اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ

Marfat.com

کی آگ سے بچالے۔

اِس آیت میں حق سبحانہٗ نے ذاکرین کے اوصاف بیان فرمائے ہیں جو زمین آسمان کی پیدائش میں دھیان کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور قدرت کاملہ کی ظاہر دلیلیں دیکھتے ہیں۔ پس جاننا چاہیئے کہ تفکر عبادت قلبی ہے اور کسی شیئے کا تفکر حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا تصور نہ ہو اور ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے بلکہ بعض نے اس کو عالم کبیر لکھا ہے۔ زمین و آسمان و ما فیہا سب کچھ اس کے اندر موجود ہے پس انسان کامل کا تصور اور تفکر یہی رابطہ ہے جو اس آیت شریفہ سے مستنبط ہو سکتا ہے ؎

لفظ فی خلق السمٰوٰت کہتا ہے حق — عالم راسخ سے پڑھ اس کا سبق

رابطہ کیا ہے دوا ہے اے پسر — دے شفا دل کے مرض کو یہ گگر

الحدیث:۔ فِکْرَۃُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سِتِّیْنَ سَنَۃً (جامع صغیر)، (ایک گھڑی کا تفکر یعنی مراقبہ ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔)

اس حدیث سے تفکر کی فضیلت ثابت ہوئی۔

الحدیث:۔ ارشاد ہوتا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ کُلِّ شَیْئٍ وَّ لَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ (جامع صغیر) اِس حدیث سے بجز حق سبحانہٗ دوسری ہر چیز میں تفکر کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ پس بطریق عموم مشائخ علیہم الرحمۃ بھی اِس میں داخل ہیں اور ان کا تفکر (تصور) مطابق فرمان عالی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وللہ الحمد

رابطۂ شیخ اعمال صالح کے اخلاص کا باعث ہے

۵۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

Marfat.com

اس آیت میں وسیلہ کی تلاش کا حکم ہے یعنی وہ شئے جس کے ذریعے قرب حاصل ہو۔ پس اعمالِ صالحہ بھی وسائل ہیں اور اعمال صالحہ

نہیں ہوسکتے۔ مگر ساتھ اخلاص کے، اور عمل خالص تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ غفلت کا شائبہ تک نہ ہو اور تجربہ سے ثابت ہے کہ جب انسان رابطہ میں مشغول ہوتا ہے اس کے اعمال شائبہ غفلت سے الگ ہو جاتے ہیں اور چونکہ عمل بالغفلت معتدبہ نہیں ہے اس لئے کہ نماز وہی نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے جو بلا غفلت پڑھی جائے۔ تو ثابت ہوا کہ رابطۂ شیخ ان وسائل میں سے ہے جو موجب زوالِ غفلت ہیں اور زوال غفلت مقصود ہے اور جو چیز مقصود تک پہنچائے وہ ہی مقصود ہوتی ہے تو نتیجہ نکلا کہ تصور شیخ مقصود ہے۔

احادیث نبویہ سے تصورِ شیخ کا ثبوت

۱۔ عن عبد الرحمٰن بن غنم و اسماء بنت یزید۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیار عباد اللہ الذین اذا رءوا ذکر اللہ (احمد۔ ابن ماجہ)

(یعنی خدا کے برگزیدہ لوگ وہ ہیں کہ جب وہ دیکھے جاویں خدا یاد آجائے۔)

اس حدیث میں تصور شیخ کے فائدہ کا ذکر ہوا ہے رویت سے مراد عام ہے کہ رویت بصری ہو یا قلبی جس طرح مرید اپنے شیخ کو محبت و ادب سے بچشم سر دیکھتا ہے تو اس کا دل اللہ کی طرف راغب اور خشوع و خضوع زیادہ آجاتا ہے ویسے ہی جب مرشد کا تصور کرتا ہے اور بچشم قلب مرشد کو دیکھتا ہے تو اس مجلس کے آداب و لوازمات سب بعینہ یاد آجاتے ہیں تو فی الفور اللہ تعالیٰ کی طرف بحضور و خشوع قلب رجوع ہوجاتا ہے اور غیر اللہ کے خطرات سے مرید کا دل محفوظ رہتا ہے

۲۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ولد۔ ینظر الی والدیہ

Marfat.com

نظرۃ الا کتب اللہ لہ بکل نظرۃ حجۃ قالوا وان نظر کل یوم مائۃ مرۃ قال نعم۔ اللہ اکبر واطیب۔ (المشکوٰۃ)

اس حدیث میں والدین کے چہرہ کو دیکھنا حج کا ثواب فرمایا ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ مشائخ طریقت روحانی باپ ہوتے ہیں اس لیے والدین سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں پس ان کے چہرہ مبارک کو دیکھنا خواہ رویت بصری سے ہو یا قلبی سے، بطریق اولیٰ اس ثواب کا موجب ہوگا۔ فافہم۔

۳۔ قال علیہ السلام انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی

یعنی مدار اعمال نیت پر ہے اور اعمال دو قسم کے ہیں۔ بدنیہ اور قلبیہ پس جمیع حرکات بدنیہ اور تصورات مباحہ کو جب انسان بہ نیت طاعت وتقویٰ عمل میں لاوے گا۔ بحکم اس حدیث شریف کے ضرور اجر پائے گا۔

۴۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں۔ کانی انظر الی بیض الطیب شئ مفارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یلبیہ گویا کہ میں دیکھتی ہوں حضور علیہ السلام کے مفارق شریف میں خوشبوئی کا چمکنا درآں حالیکہ آپ تلبیہ پڑھتے تھے پس معلوم کرنا چاہیئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی اس حالت کا خیال اور تصور کر کے فرماتی ہیں کہ گویا اس وقت وہ حالت میری نظر میں آگئی ہے اور یہی تصور ہے

۵۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال کان زوج بریرہ عبدا اسود یقال لہ مغیث الیہ یطوف خلفہا فی سلک المدینہ یبکی ودموعہ علی لحیتہ (بخاری)

بریرہ جب آزاد کی گئی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا کہ اپنے خاوند غلام کے ماتحت اگر رہنا چاہے تو رہے۔ ورنہ الگ ہو جائے۔ اس نے الگ ہو جانا پسند کیا مغیث بسبب سخت محبت کے روتا پھرتا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند غلام حبشی تھا جس کو مغیث کہتے ہیں گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بریرہ کے پیچھے

Marfat.com

مدینہ شریف کے کوچوں میں روتا پھرتا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر رواں ہیں اس حدیث میں ابن عباسؓ اثر کا خیال کرکے فرماتے ہیں کہ گویا وہ حالت میرے سامنے ہے۔

۶۔ عن المطلب بن ابی رداعہ قال لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازۃ فدفن امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملہا فقام الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسر عن ذراعیہ قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین حسر عنہما ثم حملہا فوضعہا عند راسہ وقال اعلم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی (اسی طرح کئی حدیثوں میں یہی آیا ہے۔ ابو داؤد)

۷۔ اخرج ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء والخلد فی جامعہ عن عبد اللہ بن عمر قال واللہ لکانی اری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وھو فی قبر عبد اللہ ذی البجادین وابوبکر، وعمر یقول لہما ادنیا منی۔ الخ

اس حدیث کے حاشیہ پر رفع الستر عن کیفیت ادخال المیت فی القبر میں مولانا و شیخ عبد الحیی لکھنوی فرماتے ہیں بھذا الحدیث وامثالہ الواردۃ فی الصحاح استنبطوا جواز تصور الشیخ ولہ وجہ لکن لا یفھم المنکر۔ انتہی منکر کو تو معجزہ شق القمر بھی مفید نہ ہوا۔ اگر کوئی متعصب خاموش نہ ہو تو اس کا کیا علاج۔

۸۔ عن الحسن بن علی قال سألت خالی ھند بن ابی ھالۃ وکان وصافا عن حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی شیئی اتعلق بہ (شمائل ترمذی) اس حدیث سے اتعلق بہ فرمانا صاف تصور پر دلالت کرتا ہے اسی تعلق معنوی کا نام تصور ہے علاوہ ازیں صحابہ کرام کا حضور کے چہرہ مبارک بلکہ تمام جسم اطہر کا حلیہ بال بال یاد رکھنا اور بیان کرنا تصور پر مبنی ہے اگر اس حدیث کو دیکھ کر بھی منکر کو تسلی نہ ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

Marfat.com

۹۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

و فی بضع احدکم صدقۃ۔ قالوا یا رسول اللہ ا یاتی احدنا شھوتہ ویکون لہ فیھا اجراً۔ قال ارایتم لو وضعھا فی حرام ا کان علیہ وزر فکذالک اذا وضعھا فی الحلال کان لہ اجراً

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مباحات بصدق نیت سے طاعات ہو جاتے ہیں نیز اس حدیث سے قیاس عکس کا جواز نکلتا ہے پس جس طرح حضور علیہ السلام نے مرتکب زنا کے گنہگار ہونے پر قیاس کرکے اپنی زوجہ سے جماع کرنے والے کو مستحق ثواب فرمایا۔ ویسے ہی جس شخص کا منہیات شرعیہ کی طرف دل وابستہ ہے اور انہی کے خیال اور فکر میں مستغرق ہے ایسے گنہگار ہونے پر قیاس کرکے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص کا اپنے شیخ کے ساتھ تعلق ہے اور اسی کی محبت میں اس کا دل وابستہ ہے اور اسی کے خیال فکر اور تصور میں مستغرق ہے وہ ضرور مستحق اجر و ثواب ہے۔ فافہم۔

۱۰۔ قال علیہ السلام اذا رایتم العبد یعطی زھد فی الدنیا و قلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ رواہ بیہقی، قال القاری فی شرحہ ای اطلبوا القرب منہ و التمسوا فی مجالسۃ القربیٰ الی المولیٰ (مرقاۃ)

اس حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ زاہد سے قرب طلب کرو اور اس کی صحبت میں قرب مولا حاصل کرو اولیائے امت نے تصریح فرمادی ہے کہ یہ قرب مولا کی طلب شیخ کامل سے صحبت ظاہری و معیت باطنی سے ہو سکتی ہے پس تصور شیخ جو کہ معیت و صحبت معنوی سے عبارت ہے اس حدیث کے اطلاق میں داخل ہے۔

۱۱۔ ترمذی میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصلتان من کانتا فیہ کتب اللہ شاکراً صابراً من نظر فی دینہ الی من ھو فوقہ فاقتدیٰ بہ و نظر فی دنیا الی من ھو دونہ یعنی دینداری میں جو شخص زیادہ ہو اس کی طرف جو نظر کرے اور اس کی اتباع کرے۔ وہ شخص صابر شاکر لکھا جاتا ہے علی قاری مرقاۃ

ہیں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای الی من ھو اکثر منہ علماً وعبادتاً و قناعۃ و ریاضۃ احیاء واموانا۔ یعنی زیادہ اپنے علم میں عبادت میں۔ قناعت میں، ریاضت میں جو شخص ہو اس کی طرف نظر کرے اور اس کی اتباع کرے۔ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے احیاء واموانا فرمانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نظر سے مراد۔ نظر ظاہری و باطنی ہے ورنہ مردوں کو نظر ظاہری سے دیکھا نہیں جاتا۔ اور نظر باطنی وہی تصور ہے اور تصور میں وہی فائدہ بھی مدنظر ہے کہ مرید اپنے شیخ کا تصور کرکے اس کی عبادت قناعت اور ریاضت میں اس کا اتباع کرے گا

۱۲۔ عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال قَامَ فِینَا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ماترک شیئاً یکون فی مقامہ ذالک الی قیام السّاعۃ الّا حدث بہ حفظ من حفظ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھٰؤلاء وانّہ لیکون من شیئ قد نسیہ فارأہ فاذکرہ کما یزکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہٗ (متفق علیہ)

اس حدیث میں حضرت حذیفہؓ مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی کا چہرہ اس کی غیبوبت میں یاد رکھتا ہے پھر جب دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے اسی طرح مجھے بھی حضور علیہ السلام کے بیان کردہ اشیاء میں سے جب کوئی شے وقوع میں آتی تو یاد آجاتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی غائب کی صورت کا یاد رکھنا صحابہ میں بھی مروج تھا اور یہی تصور ہے اس حدیث پاک سے مسئلہ مزید واضح ہوجاتا ہے

۱۳:۔ مسند امام احمد میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق میں بھی ہے۔ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد افلح من اخلص اللہ لایمان وجعل قلبہ سلیماً لساناً صادقاً ونفسہٗ مطمئنۃ وخلیقتہٗ مستقیماً وجعل اذنہٗ مستمعۃ وعینہٗ ناظرۃً فاما الاذن فقمعٌ اما العین فمقرۃٌ لما

یومئِ القلبُ وقد افلح من جعل قلبہٗ واعیًا

یعنی اس شخص نے خلاصی پائی جس کا دل خدا تعالےٰ نے ایمان کے واسطے آمیزش نفاق وغیرہ سے پاک کیا اور اس کے دل کو جمیع ذمائم وآفات و ماسوی اللہ سے سالم کیا اور اس کی زبان کو صادق بنایا اور اس کے نفس کو مطمئنہ کیا اور اس کی طبیعت کو راست بنایا اور اس کے کانوں کو سننے والا اور آنکھوں کو دیکھنے والا کیا کہ خدا کی صنعت کے آیات دیکھے۔ کان تو پیک ہیں یعنی جو دل ہیں سخن حق آتا ہے کانوں کے راستے آتا ہے آنکھ اس چیز کو ثابت رکھنے والی ہے جس کو دل نگاہ رکھتا ہے یا دل کو برتن بنا لیتی ہے پھر فرمایا قد افلح من جعل قلبہٗ واعیًا اس نے نجات پائی جس کا دل واعی ہوا یعنی نگاہ رکھنے والا۔ اس حدیث میں آداب تصور کا بیان ہے۔ (۱) صادق نیت سے مخلص بنے اور دل میں اخلاص پیدا کرے (۲) دل میں آمادگی بہم پہنچائے (۳) زبان سے سچ بولے۔ جھوٹ سے پرہیز کرے۔ نفس کو ذکر الٰہی سے مطمئن بنائے۔ صاحب استقامت بنے۔ کانوں کو پراگندہ آواز سے بند رکھے آنکھوں کو غیر کے دیکھنے سے بند کرے اور دیکھنے والی بنائے یعنی آنکھیں تو دیکھنے والی ہیں مراد یہ ہے کہ آنکھوں میں تصور لائے اور اس کو دل میں جمائے حدیث کا آخری جملہ صاف فیصلہ ہے کہ پہلے امور متذکرہ بالا کی رعایت کرے پھر تصور لائے اور اس تصور کو دل میں جمائے پھر جس کا دل اس تصور کا برتن بن گیا اور اس میں تصور جم گیا وہ نجات پا گیا۔

جاننا چاہیے کہ انسان اپنے حرکات ظاہریہ اور تصورات باطنیہ میں مختار ہے شارع کی طرف سے اس پر کوئی ممانعت نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ حرکات و تصورات معصیت میں ہوں تو گناہ ہیں اگر اطاعت میں ہوں تو ثواب۔ چنانچہ کوئی شخص یہ خیال کرے کہ میں زنا کروں تو ممنوع۔ اگر یہ خیال کرے کہ اپنی زوجہ سے جماع کروں تو درست۔ رقس علیٰ ھذا النظائرہ۔ پس بزرگان دین کی یاد چونکہ عبادت ہے اس لئے ان کا تصور بھی درست ہوا۔ فافہم۔

۱۵۔ حضرت سیدنا امام اعظمؒ اپنے قصیدہ میں جو انہوں نے روضہ شریف کی

Marfat.com

زیارت کے وقت نظم کیا اور حضور عالی کی بارگاہ میں عرض کیا فرماتے ہیں۔ ؎

فاذا سکت ففیک صمتی کلہ   واذا نطقت فما دحا علیاک

واذا سمعت ففیک قولاً طیباً   واذا نظرت فما اری الاک

اللہ رے شان امام اعظمؒ ۔ خاموشی میں خیال آپ کا۔ گویائی میں ذکر آپ کا شنوائی میں قول طیب آپ کا۔ بینائی میں تصور آپ کے جمال کا۔ یہ درجہ آپ کے سوا کسے حاصل ہے (از شرح قصیدہ)

بہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام ان کو دیتا تھا، قصور اپنا نکل آیا

حاصل یہ کہ جو شخص کسی کے پاس بیٹھے گا اگر اعتقاد اور محبت سے بیٹھے تو بالضرور اس کی صورت کا نقشہ اس کے ذہن میں جم جائے گا جب اس شخص کو یاد کرے گا اس کی صورت کا خیال آجائے گا اگر وہ شخص اللہ کے دوستوں سے ہو گا تو اس کی صورت کا خیال اس کی محبت اور اس کے شوق کی طرف داعی ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کے دوستوں سے محبت اور ان کا شوق شرعاً مطلوب اور محبوب ہے ۔تو لا محالہ ان کی صورت کا تخیل بھی محبوب ہو گا کیونکہ موصل الی المقصود ہے اور جو موصل الی المقصود ہے وہی مطلوب ہے۔

حضرات فقہا رحمہم اللہ نے صاف لکھ دیا ہے کہ نمازی حالت قیام میں سجدہ کی طرف نظر رکھے اور حدیث میں بھی آیا ہے یعنی رفع سبابہ کے وقت حضور علیہ السلام کے اشارہ کی طرف دیکھتے تھے اور نظر ادھر ادھر نہیں ہوتی تھی یہ کس لیے۔ لانہٗ جمع الھم ودافع للتفرق فکذالک الرابطہ مستعمل رفع الاغیار واستجاب الحضور ہ۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ ایسا کرنے سے حضور وخشوع حاصل ہوتا ہے تو اس طرح تصور شیخ سے بھی توہمات باطلہ اور خیالات فاسدہ دور ہو کر قلب کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اصطلاح صوفیائے کرام میں تصور کا نام ربط قلب یا صحبت معنوی یا معیت روحی ہے اور یہ تصور دو قسم پر ہے۔ (۱) اختیاری (۲) بے اختیاری۔ جب ایک دل کے ساتھ

Marfat.com

دوسرے دل کو الفت و محبت کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے تو محب کے شیشہ دل پر صورتِ محبوب کا عکس پڑتا ہے۔ یہی تصور ہے گویا تصور بے اختیاری خاص محبت حقیقی و کشش باطنی کا نتیجہ دائمہ ہے۔ باقی رہا اختیاری۔ وہ بطور سبق بتایا جاتا ہے۔ یہ تصور صرف فیوض و برکات الٰہیہ کا واسطہ اور ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی مشق معیت روحی اور صحبت معنوی بطور دوام حاصل ہوتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ فرماتے ہیں ؎

در راہِ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعامے فرستمت

(عشق کی راہ میں نزدیک اور دور کا جھگڑا نہیں۔ تم کو ظاہر دیکھتا ہوں اور دعا دیتا ہوں ایک دوسرے کا مبارک) اور خوش نصیب بزرگ فرماتے ہیں ؎

شیشۂ دل میں کھنچی تصویر یار
جب کبھی گردن جھکائی دیکھ لی

چونکہ بعض لوگ تصور شیخ سے اس کو شرک و بت پرستی سمجھ کر منع کرتے ہیں اور جو لوگ شرک نہیں بھی جانتے وہ بھی اس کو غیر ضروری کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت میں اس کی کوئی سند و اصل نہیں۔ ان کے خیالات باطلہ کے رد کے لیے اوپر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا مدلل اور باسند فتوٰی درج کر دیا گیا ہے معترضین کے جواب دینے کی تو ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ اعتراض کرنے والوں سے تو کوئی بھی اور کسی زمانہ میں بھی نہیں چھوٹا لیکن مجوزینؒ میں چونکہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ و صوفیائے کرام پائے جاتے ہیں اس لئے ان کی تائید میں مفید باتیں عرض کی جاتی ہیں نہ اس لئے کہ وہ کسی تائید کے محتاج ہیں بلکہ اس لئے کہ خاکسار اس مسئلہ حضر میں بھی انہی کا مقلد ہے اور انہی کی تقلید اور اتباع میں ہی اپنی نجات اور سعادت دارین جانتا ہے کیونکہ وہ اتباع کتاب و سنت سے ہی فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ بقا باللہ کے مقامات عالیہ پر پہنچے ہیں۔

اجماع

گر من از ایشاں نیستم در کارِ ایشاں کن مرا

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ قول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ

تصور شیخ کے جائز ہونے پر مشائخ چشتیہ و نقشبندیہ کا اجماع ہے۔ اور اجماع کے حق ہونے پر حدیث شریف لا تجتمع امتی علی الضلالۃ (میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی) ناطق صادق ہے)

۱۔ مشائخ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ راہ سلوک میں مرشد کے ساتھ محبت و تعظیم کی صفت پر دل لگانا اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا رکن اعظم ہے۔

۲۔ طریق نقشبندیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ جب مرشد پاس نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے۔ بطریق محبت و تعظیم کے تو اس کی خیالی صورت وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت یعنی جسمانی دیتی تھی۔

۳۔ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحبؒ جو کہ فاضل اجل و فقیر کامل گزرے ہیں اپنی کشکول میں فرماتے ہیں شیخ کی صورت دونوں آنکھوں کے درمیان حاضر کرنا اہم شرط ہے اور ظاہر ہے کہ وجود مشروط بغیر شرط کے ممکن اور مفید مدعا نہیں پس حاصل ہونا قرب الٰہی اور تقرب بارگاہ خدائی کا کہ مقصود اصلی ہے۔ بدون توجہ ساتھ صورت شیخ کے نزدیک اہل عرفان و صاحب ایقان کے متصور نہیں۔

۴۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رسالہ انتباہ میں فرماتے ہیں۔ کہ مرشد کو اپنے پاس بیٹھا ہوا تصور کر کے بعد میں ذکر اللہ کرے جیسا کہ کہتے ہیں۔ پہلے رفیق راہ (راہبر) چاہیے پھر راہ طے کرنی چاہیے ان ہی کے حق میں ہے اور خطرات یعنی وسوسوں کو دور کرنے میں پورا اثر رکھتا ہے بلکہ حضرت سید جلال الدین مخدومؒ یہ فرماتے ہیں کہ مرشد کی صورت جو ظاہر میں نظر آتی اور دیکھی جاتی ہے وہ جسم کے پردہ میں حق تعالٰے کا مشاہدہ کرنا ہے یعنی پردۂ جسمانی میں تجلی حق ہے مگر مرشد کی صورت جو خلوت و تنہائی میں دیکھی جاتی ہے اور نظر آتی ہے وہ بے پردہ جسم (جسمانی پردہ کے بغیر) مشاہدہ حق تعالٰے ہے۔ بے شک اللہ تعالٰے نے آدمؑ کو رحمٰن (اپنی) کی شکل پر پیدا فرمایا ہے اور (حدیث) جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا مرشد کے حق میں صحیح اور درست مانی گئی ہے۔

Marfat.com

گر تجلّی ذات خواہی صورت انساں بہ بیں
ذات حق را آشکارا اندر آں خنداں بہ بیں

اگر تجلی یعنی جلوہ ذات الٰہی دیکھنا چاہتا ہے تو خلیفۃ اللہ (انسان) کی صورت دیکھ اس کی صورت میں ذات حق کو ظاہرا ہنستا یعنی چمکتا ہوا دیکھ لے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مرشد کی صورت اپنے سامنے تصور کرکے پھر ذکر کرنا شروع کرے۔ کہ پہلے ساتھی پکڑو پھر راہ چلنا اختیار کرو۔ ان ہی کے حق میں آیا ہے اور نفسانی خطروں و شیطانی وسوسوں کے دور کرنے میں پورا اثر رکھتا ہے بلکہ حضرت قاضی خال یوسف ناصحؒ ایسا فرماتے ہیں کہ پیر کی صورت جو ظاہر میں دیکھی جاتی ہے جسد خاکی کے پردہ میں مشاہدہ حق تعالےٰ ہے لیکن صورت مرشد (تصور شیخ) جو تنہائی میں ظاہر ہوتی ہے وہ حق تعالےٰ کا مشاہدہ ہے۔ بغیر پردے جسد خاکی کے۔ کیونکہ یہ ہر دو احادیث کہ "تحقیق اللہ تعالےٰ نے آدم کو صورتِ رحمٰن پر بنایا اور جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے حق کو دیکھا" تصور شیخ پر صادق آتی ہیں۔

مکتوب سوم دفتر دوم مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ میں ہے خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ بسبب رابطہ تصور شیخ کی ورزش یہاں تک غالب آ گئی کہ نمازوں میں اس کو مسجود پاتا ہے اور بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہے تو نہیں ہو سکتا جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اے محبت کے نشان والے طالب ایسی دولت کی تمنا کرتے ہیں ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے اور شیخ مقتدا کی تھوڑی سی محبت سے اسکے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو رابطہ مسجود الیہ (جس کی طرف منہ کرکے سجدہ کیا جائے) نہ مسجود لہٗ (جسکی خاطر یا جسکو سجدہ کیا جائے) محرابوں مسجد کی دیواروں کی نفی کیوں نہیں کرتے؟ اس قسم کی دولت سعادتمندوں کو میسر آتی ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ بنائیں اور تمام اوقات اسی کی طرف متوجہ رہیں نہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی (لاپرواہ) جانتے ہیں اور توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں اور اپنے معاملے کو درہم برہم کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر ۸۷ دفتر اول میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ تکلف اور بناوٹ کے بغیر مرید کو پیر کے رابطہ کا حاصل ہونا پیر اور مرید کے درمیان اس مناسبت کے کامل ہونے کی علامت ہے جو افادہ و استفادہ کا سبب ہے اور وصول الی اللہ کے لئے رابطہ یعنی تصور شیخ سے زیادہ اقرب کوئی طریق نہیں، دیکھیں کس سعادتمند کو اس دولت سے بہرہ مند کرتے ہیں حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ ع

"سایہ رہبر بہ است از ذکر حق"

یعنی سایۂ رہبر (تصور شیخ) اللہ کا ذکر کرنے سے بہتر ہے۔ بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے مرید کے لئے اس کے ذکر کرنے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ مرید کو مذکور کے ساتھ ابھی کامل مناسبت نہیں تاکہ ذکر کے طریق سے پورا نفع حاصل کر سکے۔

۶۔ حضرت شہنشاہ نقشبند بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا ولی نہیں جس پر اللہ تعالےٰ کی نظر نہ ہو جب کسی کی ولی اللہ سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ اس نظر الٰہی سے فیضیاب ہوتا ہے پس جتنی دفعہ زیادہ اس کو دیکھے گا اتنی دفعہ زیادہ نظر الٰہی سے فیضیاب ہوگا۔ مولانا رومؒ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

دیدنِ دانا عبادت ایں بود — فتح الابواب سعادت ایں بود

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — او نشیند در حضور اولیاءٔ

یعنی اہل اللہ کا دیکھنا بھی ایک بڑی عبادت ہے جس سے دیکھنے والوں کے لئے سعادت اور نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہے وہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے۔ ان کے ساتھ بیٹھنا گویا خدا کے ساتھ بیٹھنا ہے۔

مکتوبات معصومیہ جلد اول مکتوب نمبر ۵ میں عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی مجددی سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں درجہ کمال حاصل کرنے کا دارومدار اور انحصار شیخ مقتدیٰ کامل مکمل کے ساتھ محبت کا رابطہ (تصور شیخ) حاصل کرنے پر مقرر اور قائم کیا گیا ہے طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے برکتیں

اور فیض حاصل کرتا ہے اور معنوی مناسبت (تصور شیخ) کے ذریعے دم بدم اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ فنا فی الشیخ فنائے حقیقی کا مقدمہ یعنی اس کی ابتدائی منزل ہے۔ ذکر تنہا بغیر رابطہ مذکور اور فنا فی الشیخ کے خدا تک پہنچانے والا نہیں۔ ذکر بلاشبہ خدا تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن غالباً تصور شیخ اور فنا فی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ البتہ رابطہ تنہا آداب صحبت کی رعایت کرنے اور شیخ کامل کی توجہ و مہربانی کے ساتھ بغیر ذکر کو لازم پکڑنے کے بھی خدا تک پہنچا دیتا ہے

جب تک کوئی شخص راہِ حق میں اپنے آپ کو فنا نہ کر دے (جس کے لئے فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول دو ابتدائی مقامات و منازل کا حصول ضروری ہے اور بغیر تصور شیخ کے کامل حصول کے بغیر یہ مقامات حاصل ہونے محال ہیں اسلئے جب تک تصور شیخ کی مشق کر کے فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول کے مقامات حاصل نہ کرے۔ خدا کی بارگاہ میں وہ نہیں پہنچ سکتا یعنی مقامات فنا فی اللہ و بقا باللہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

پہلے عشقِ پیر ہے اور بعدہٗ عشقِ رسول
بعدہٗ ہے عشقِ حق اِس قاعدہ کو تو نہ بھول

۸۔ جناب مولوی محمد قاسم نانوتوی چشتی صابری فرماتے ہیں کہ اگر شیخ کو اپنا رابطہ تصور کرے کیا ڈر ہے۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد الرسول اللہ کہنا بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

حضرات! مدرسہ عربیہ دیوبند کے بانی و صدر اول کے یہ دو فقرے آپ کے جذبات اور مسلک کا پتہ دے رہے ہیں آپ نے جس خوبصورتی سے نہ فقط تصور شیخ بلکہ جملہ مسائل تصوف مثل ضرورت شیخ۔ توسل استمداد وغیرہم کے ثبوت کی طرف کلمہ طیبہ میں اشارہ فرمایا ہے اِس کی لذت اور حظ کچھ اہل عرفان ہی اٹھا سکتے ہیں۔ ع

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

۔۔ اے معترض! خدا کی قسم جب تک تو اس شراب و محبتِ الٰہی کو نہ چکھے گا اس کی لذت کو پا نہیں سکتا۔ جب تک تو ۸ کی گرما گرم اور جلتی ہوئی سلائی سے اپنی ان

Marfat.com

ظاہری آنکھوں کو اندھا نہ کرے گا جو کہ بڑے ذوق وشوق اور محبت بھری نگاہوں سے غیر اللہ کو دیکھنے اور گھورنے کی عادی ہو چکی ہیں۔ تیری باطن (دل) کی آنکھیں نہیں کھلیں گی یعنی جلوہ گاہ حق تعالےٰ کا دروازہ تجھ پر وا ہو کر قلب المومنؐ عرش اللہ تعالےٰ (مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہے) کا نقشہ تیری آنکھوں میں نہیں سمائے گا اور باوجود روزانہ کئی بار بھی کلمہ شریف پڑھنے کی حلاوت ایمانی و نور ایقانی سے بے بہرہ رہے گا۔ ضرورت ہے کہ کسی صاحب عرش اللہ تعالےٰ و فنا فی الرسول کے جمال پاک سے اپنی خیرہ و تاریک آنکھوں کو روشن و تازہ کرتا رہے اور اس راہنما کا کام ہے کہ شاہد مقصود تک پہنچ سکے کیا اچھا فرمایا ہے مولانا جامیؒ نے۔

بر مسند فقر گر ببینی شاہے
از سر حقیقت بہ یقیں آگاہے
گر نقش کنی بلوح دل صورت او
زاں نقش بہ نقشبند یابی راہے

(اگر تو فقر کی گدی پر کوئی روحانی بادشاہ بیٹھا ہوا دیکھے جو یقیناً حقیقت کے بھیدوں سے واقف اور آگاہ ہے تو اگر اپنی دل کی تختی پر اس کی صورت نقش کرے گا تو اس نقش سے نقش بنانے والے کی طرف راہ پائے گا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دستور مبارک تھا کہ جب کبھی کوئی صحابی حدیث شریف روایت فرماتا اور کسی اسوۂ حسنہ نبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بیان فرماتا تو اکثر بہ کلمات زبان سے ادا فرماتا۔ واللہ لکانی انی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سبحان اللہ یہی تصور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو راہِ صدق وصفا سے سرمو ادھر ادھر نہیں ہونے دیتا تھا اسی کی برکت سے ان کا ہر قول و فعل بلکہ ہر ادائیں محبوب کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اسی یک رنگی بہ محبوب کے باعث وہ محب اول (خدائے تعالےٰ) کے محبوب بن کر تمام ظاہری و باطنی روحانی و مادی ترقیوں پر فائز المرام ہو گئے تھے جس نے فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق (حدیث قدسی) فرمایا تھا اور محبوب نے اول ما خلق

اللہ نور ی (الحدیث) فرما کر اپنی محبوبیت کی طرف اشارہ فرمایا تھا آج محبوب رب العالمین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پاک سے مسلمانوں کی آنکھیں محروم و بے نصیب ہیں اور آپؐ کا تصور جو کہ من رانی فقد رای الحق (حدیث) کے مصداق ہے اول تو محال اگر ممکن بھی ہو تو فتویٰ شرک موجود اور جن مقدس ہستیوں اور کمال متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور ذریعے سے یہ دولت نصیب ہوتی اور ہو سکتی ہے موجودہ طبائع ان کو مذہبی آدمی تنگدل اور اولڈ فیشن وغیرہ وغیرہ کے خطاب دے کر ان سے نفور اور دور ہو رہے ہیں ایسے وقت میں اور ایسی حالت میں مسلمان صراط مستقیم سے جتنے بھی دور جا پڑیں اور جو کچھ بھی ان سے خلاف اسلام و منافی ایمان ظاہر ہو کم ہے۔ کیونکہ اب مسلمان بجائے تصور شیخ و تصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متمتع ہونے کے نازنینانِ فرنگ و بتانِ پیرس کے تصور میں غرق اور محو ہو کر فنا فی یورپین فیشن و تہذیب ہو رہے ہیں وہ بظاہر لا الٰہ الا اللہ تو پڑھتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کا چلن ظاہر کر رہا ہے کہ وہ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ (القرآن) (کیا آپ نے دیکھا اے محبوب پاک) اس کو جس نے اپنا معبود اپنی خواہشات کو بنا لیا) کے پورے مصداق ہیں۔ اگر مسلمان اپنی مشکلات کا حل چاہتے ہیں۔ ہاں اگر وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں عزت کی زندگی گزاریں اور اغیار پر حاکم ہو کر رہیں تو وہ یورپین ہیروز کے تصورات کو چھوڑ کر اسی محبوب رب العالمین اور آپ کے متبعین کے تصورات اپنی آنکھوں میں جمائیں اور ان کے اسوہ حسنہ کو اپنا نصب العین بنائیں حضرت سرمدؒ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

سرمد غم عشق درد منداں دانند
نہ خود منشان و خود پسنداں دانند
از نقش تواں سوئے نقاش شدن
ایں نقش غریب نقشبنداں دانند

اے سرمد! درد والے ہی عشق و محبت کا درد و غم جانتے ہیں خود پسند اور خود بین اس کو کیا جانیں نقش سے نقاش کی طرف پہنچ سکتے ہیں ایسا عجیب و غریب نقش (تعویذ)

نقشبند تصور کرنے والے ہی جانتے ہیں

۹۔ حضرت مولانا مولوی عبدالحیی صاحب لکھنوی رسالہ رفع ستر ہیں و اللہ لکانی ارى نبى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور اسی قسم کی صحاح ہیں اور روایتوں سے تصور شیخ کے جواز کا استنباط کرتے ہیں

یاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پ ۱۱ ع ۴

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

۱۰۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ کینونت مع الصادقین کے دو معنی ہیں۔ ظاہر اور باطن کینونت یعنی طالب مسلسل اپنے شیخ کی صحبت اختیار کرے تاکہ صحبت دوام سے طالب کا باطن ان کے اخلاق وصفات کے انوار سے منور ہو اور کینونت باطنی کے یہ معنی ہیں کہ باطن کی راہ سے رابطہ کا طریق کسی شیخ کامل مکمل کے ساتھ استوار کرے رابطہ کو صحبت پر موقوف نہ رکھے ہمیشہ چشم باطن کے ساتھ نظر کرتا رہے بلکہ ایسا رابطہ حاصل کرے کہ صحبت دائمی ہو جائے چونکہ معیت ظاہری کہ خلوت، جلوت حضر وسفر میں شیخ کے ساتھ رہنا اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہ ہونا ایک امر محال ہے لہٰذا اس فرمانِ ربی کی تعمیل بآسانی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ دل سے ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہے چونکہ شیخ کامل مکمل بھی منجملہ صادقین سے ہے اس لئے شیخ کامل کی معیت روحی حضوری ثابت ہوئی اسی کو تصور شیخ کہتے ہیں ؎

لفظ کونوا دیکھ لے قرآن میں
حق نے فرمایا ہے ان کی شان میں

حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصور شیخ کی طرف اشارہ پاک بلکہ اس کے کرنے کی ترغیب نماز جیسی اہم عبادت میں بھی موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کے بغیر نماز بھی ناقص ہے۔

۱۱۔ حضرت امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ عالم و معروف تصنیف احیاء العلوم باب حضور القلب فی الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ نماز میں حضرت رسولِ پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک کا تصور باندھ کر کہو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اسی طرح شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ عوارف المعارف باب الصلوٰۃ اہل قرب میں اور امام ابن حجر مکی محدثؒ شرح عباب باب تشہد میں اور شیخ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح مشکوٰۃ باب التحیات میں اس بیان کی تائید فرمائی ہے اور اسی کی تائید حضرت امام محدث ملّا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اپنے بیان میں کی ہے جس کو ضرورت ہو ان حوالہ جات کی طرف رجوع کرے طالبانِ مولا و عاشقانِ الٰہی کی تو یہی زندگی ہے۔ اور یہی جان، انہیں جائز ناجائز کی بحث سے کیا تعلق؟ وہ جب اپنے محبوب کے تصور میں مستغرق ہوتے ہیں۔ تو ماسوائے محبوب کے سب کچھ بھول جاتے ہیں ان کی نظر میں لا موجود الا المحبوب کا نقشہ جم جاتا ہے کیا خوب فرمایا ہے ؎

آزاد ہیں کشاکش دیر و حرم سے ہم
جب سے ہیں ہم تصور جاناں کیے ہوئے

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ع

اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کیجیے جو صبح و شام یعنی علی الدوام اپنے رب کو پکارتے (یاد کرتے) رہتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لیے اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں۔

شانِ نزول:۔ یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب کہ رؤسا کفار نے یہ چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر مسلمانوں مثلاً صہیب، عمار، خباب، سلمان وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور یہ شرط عائد کی کہ یہ ارذل لوگ ہیں ہم ایسی حالت میں آپ کے پاس بیٹھ سکتے ہیں جبکہ یہ اٹھا دیئے جائیں کیونکہ ان کے کپڑوں سے بھیڑ بکریوں کی بو آتی ہے چونکہ ہم قوم کے سردار ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا برا معلوم ہوتا ہے۔ آپ انہیں نکال دیں تو ہم ایمان لے آویں گے چونکہ رسول خدا صلی

Marfat.com

اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے ایمان لانے پر حریص تھے اس لئے آپ نے ان کے مشورہ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے ان فقراء کے اٹھا دینے سے منع فرمایا ہے کفار نے کہا۔ اچھا ایک دن ہمارے لئے مقرر فرما لیجئے۔ ایک دن ان کے لئے۔ آپ نے فرمایا میں ایسا بھی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ خیر مجلس تو ایک ہی ہے لیکن ہماری طرف منہ اور ان کی طرف پشت کر کے بیٹھا کیجئے اس وقت آیت مذکورہ وا صبر نازل ہوئی (معالم تنزیل)

حضرت قتادہ رض کا قول ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی ہے یہ سات سو درویش تھے جو مسجد نبوی میں رہا کرتے تھے۔ ان کو تجارت سے کام تھا نہ کھیت تیار کرنے سے غرض۔ نہ چوپاؤں سے سروکار۔ ایک نماز پڑھی اور دوسری کی انتظار میں وہیں بیٹھے (یا د الٰہی میں مصروف) رہتے جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے ہیں کہ مجھے ان کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ (معالم تنزیل)

(۱۱) حدیث پاک میں ہے النظر الی وجہ علیؓ عبادۃ (حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کے چہرہ پاک پر نظر کرنا عبادت ہے۔) النظر الی وجہ العالم عبادۃ (عالم کے چہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے) خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے) تو اگر کوئی چشم دل سے خانہ کعبہ کی طرف یا اپنے شیخ کامل کے چہرہ پاک کی طرف دیکھتا رہے گا۔ تو وہ دائمی عبادت میں مشغول رہے گا۔ یہی تصور ہے اور مولانا روم فرماتے ہیں۔

بر در پیرے برو ہر صبح و شام
تا ترا حاصل شود مقصد تمام

یعنی بکثرت ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرو۔ تاکہ ان کی شکل پاک تمہارے شیشۂ دل پر منعکس ہو جائے جو تمام مقاصد کے حل کی کنجی ہے۔

شیشۂ دل میں بھی تصویر یار
جب کبھی گردن جھکائی دیکھ لی

Marfat.com

حدیث شریف میں آیا ہے۔ خیار عباد اللہ الذین اذا رؤا ذکر اللہ
یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے

۱۴:- اعلیٰ حضرت امیرملت قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ اور پیر کی نسبتی شکل سامنے نہیں آتی جب آتی ہے ذکر اللہ کو ساتھ لاتی ہے ان کے پاس بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے۔ جتنا زیادہ دیکھتا رہے گا خدا کی یاد میں مشغول رہے گا۔ گویا تصور شیخ ہی غفلت سے بچنے کا آلہ ہے۔ یا بالفاظ دیگر تصورِ پیر کامل ہی ذکر اللہ کی مشین یعنی دل کی کنجی ہے۔ سبحان اللہ! تصور شیخ اور ذکر اللہ کے درمیان کیا خوب مواصلت و رابطہ ہے کہ سمجھ اور فہم سے بالاتر ہے۔ بے شک اسی دل میں کئی ایسے مقام آتے ہیں جہاں عقل کام نہیں کرتی ؎

رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے پسر
نورِ وحدت صاف آتا ہے نظر

۱۵:- اتقوا اللہ کے بعد کونوا مع الصادقین لانا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقویٰ معیت صادقین ہی حاصل ہوتا ہے حقیقت میں متقی وہی صادقین ہیں کیونکہ تقویٰ کا جزو اعظم صدق ہے پس ان کی صحبت تقویٰ تک پہنچانے والی ہے جتنی صحبت جاوید اور معیت روحی زیادہ ہوگی اتنا ہی حصول تقویٰ میں کمال حاصل ہوگا۔ کمال تقویٰ کتنی بڑی دولت ہے اور اس سے کیا کچھ حاصل ہوتا ہے یہ ایک الگ مکمل موضوع ہے جس کا بیان اس وقت خارج از بحث ہے اسی حقیقت کو مولانا روم اپنے ایک دوسرے دلپذیر طریقہ میں ظاہر فرماتے ہیں ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِّ پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

یعنی اس صدیق اعظم و معظم (پیر) کی معیت روحی (تصور) سے ہی نفس کشی حاصل ہو سکتی ہے جو کہ بنائے تقویٰ ہے پس تجھے لازم ہے۔ کونوا مع الصادقین کے فرمان

کی تعمیل میں اس نفس کو مار ڈالے یعنی حصول تقویٰ کے واسطے پیر کامل کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں اس کا سایہ یعنی (تصور) تیرے ساتھ رہے تاکہ تو امن و امان کے ساتھ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائے۔

۶۔ حضرت امام حسنؓ بن حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہما جیسے کامل و مکمل انسان جن کی شان میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شباب اہل جنت فرما دیں ابن ابی ہالہؓ سے سوال کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صورت و شمائل یعنی حلیہ مبارک بیان فرمائیں۔ تاکہ میں اس سے تعلق پکڑوں غیبت میں کسی کے ساتھ اس قسم کا تعلق پکڑنا کہ اس کی صورت و شمائل کا پورا نقشہ ذہن میں منقش ہو جائے اسی کو تصور کہتے ہیں۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اس کی کیا ضرورت تھی اور ان کو اس سے کیا حاصل؟ کسی مومن کامل عاشق صادق فنا فی الرسول سے پوچھنا چاہیئے۔ ع (ترمذی شریف)

مسلمانی اگر پوچھو محبت مصطفےٰؐ کی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ جن کی آنکھیں اس جلوۂ حق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی متلاشی اور منصور نہیں رہتی ہیں ان کا دعویٰ مسلمانی بھی پادر ہوا ہی ہے۔

۱۷۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (الحدیث) سے واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص کا حشر اس کے محبوب کے ہمراہ ہوگا۔

چونکہ تصور بھی محبت حقیقی کا نتیجہ یا اس کی کثرت تکمیل کا ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ اس لئے تصور شیخ سے شیخ کی معیت حشر میں بھی نصیب ہوگی۔ اللھمّ ارزقنا آمین ثمّ آمین۔

گر نقش کنی بلوح دل صورت

زاں نقش بہ نقش بندیابی راہے

۱۸۔ حدیث شریف میں آیا ہے قیامت کے دن وہ شخص بھی عرش کے سایہ میں رکھا جائے گا جس کا دل مسجد کی طرف متعلق ہو جس طرح یہاں مسجد کی طرف متعلق ہونے

Marfat.com

سے مراد و مقصود بالذات ہے مسجد کی دیواریں، صحن یا مینار وغیرہ مقصود نہیں بلکہ عبادت حق و یادِ قادر مطلق مراد ہے اس طرح تصور شیخ سے مراد مراقبہ ذات حق و یاد الٰہی ہے مسجد کے یاد رکھنے سے فقط پانچ وقت نماز ہی کی یاد حاصل ہوگی اور شیخ کے تصور و خیال سے ہر وقت حق کی یاد آئے گی۔ گویا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہونے کی بشارت تصور شیخ کرنے والے کو بھی حاصل ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس کی زیادہ مشق سے تو یہاں ہی ان تجلیات الٰہیہ سے محظوظ ہونے لگتا ہے جس کو مومنین کاملین جنت میں پائیں گے۔ ؎

بند کی آنکھیں تو تپلی بن کے وہ پردہ نشیں

آنکھ کے پردہ میں در پردہ نظر آیا مجھے

۱۹۔ جلد نمبر ۱ مکتوب نمبر ۱۶۱ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"اور طریق افادہ و استفاضہ طرفین کی مناسبت پر مبنی ہے۔ ابتدا میں طالب کو بسبب کمال ناقص اور اپنے ناچیز ہونے کے حق تعالےٰ سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی لہٰذا دونوں طرف نسبتیں رکھنے والا رابطہ درکار ہوتا ہے اور وہ شیخ کامل کا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی مہربانی و عنایت سے اس قسم کے بزرگ کی صحبت میسر آئے تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے اور ایک دم بھی اس سے جدا نہ ہو۔"

حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک دم بھی اس سے جدا نہ ہو۔ کونوا مع الصادقین کے تعمیل حکم کی طرح آپ کے ارشاد پاک کی تعمیل بھی تصور کے بغیر ممکن نہیں حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں

جائے کن اندر درونہا خویش را

دور کن ادراک غیر اندیش را

قرآن مجید، حدیث شریف، اقوالِ بزرگان یک زبان ہو کر پکار رہے ہیں اور سنا رہے ہیں کہ صادقین کاملین صالحین کے ساتھ نسبت رابطہ و معیت روحی حاصل کرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ صحبت میں تاثیر ضرور ہوتی ہے۔ مقبولان بارگاہ خداوندی کی صحبت ظاہری و باطنی حاصل کرلو گے۔ تو ان ہی کے رنگ میں رنگے جاکر تم بھی محبوب

Marfat.com

مقبول ہو جاؤ گے کیا خوب فرمایا ہے۔

صحبت نیکاں گر یابد نصیب ۔۔۔ دولتِ جاوید یابی اے حبیب
صحبت مرداں اگر یک ساعت است ۔۔۔ بہتر از صد خلوت و صد طاعت است
بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق ۔۔۔ گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
ان کی صحبت مُردہ کو زندہ کرے ۔۔۔ زندہ ایسا ہو نہ پھر ہرگز مرے
ان کی صحبت دیو کو کردے ملک ۔۔۔ اثر صحبت میں ہے ان کی یاں تلک
صحبت شاں خاک را اکسیر کرد ۔۔۔ لطف شاں در ہر دلے تاثیر کرد
سبزے ساز ند چوب خشک را ۔۔۔ بوئے می بخشند رنگ و مشک را
ایک ساعت صحبت دل سوختہ ۔۔۔ تجھ کو کردے مثل گل افروختہ

دوستی ہے ان کی جنت کی کلید
یہ حدیث مصطفےٰ ہے اے سعید

۱۔ اے حبیب اگر نیکوں کی صحبت تجھے میسر ہوئی تو ہمیشہ کی دولت پائے گا۔

۲۔ مردانِ حق کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی ہو تو سو خلوت اور سو عبادت سے بہتر ہے۔

۳۔ خدا اور اس کے نیک و خاص بندوں کی مہربانیوں کے بغیر اگر فرشتہ صفت بھی ہو تو اس کا ورق یعنی اعمال نامہ سیاہ ہی رہے گا۔

۴۔ اُن کی یعنی صادقین کاملین، صحبت نے خاک کو اکسیر بنا دیا اور ان کی مہربانی اور لطف نے ہر دل میں تاثیر کی۔

۵۔ وہ سوکھی لکڑی کو بھی سرسبز کر دیتے ہیں اور رنگ و مشک کو خوشبودار بنا دیتے ہیں

۲۰۔ جب تصور اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو ذاتِ پیر مرید کی ذات میں قائم و ساکن ہو جاتی ہے حتیٰ کہ یہ معاملہ ہو جاتا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

Marfat.com

تو شیخ کی ذات کے کمالات و احوال سب مرید میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور شیخ چونکہ فنا فی الرسول، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مقامات طے کر چکا ہوتا ہے۔ لاریب مرید بھی ان مقامات عالیہ سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ المرء مع من احب (حدیث) بھی اسی کی طرف مشیر ہے حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

چوں تو ذات پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

یعنی جب تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا اور فنا فی الشیخ ہو گیا تو گویا فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ بھی ہو گیا اس لئے کہ پیر فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہو چکا ہوا ہے۔

(۲) تصور شیخ کتنی بڑی دولت ہے اور اس سے کیا کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے جہاں طریقت کا دارومدار ہی اس پر سمجھا گیا ہے وہاں بڑے بڑے دنیاوی اہم امور و مشکلات کا حل بھی اس کے ذریعے سے بآسانی ہوتا رہا ہے مشائخ عظام و صوفیائے کرام کے ملفوظات اور تذکروں میں کثرت سے ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ان کی ایک دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

الف: مشکلکشائے ہر بند مرہم دلہائے درد مند۔

حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ جو کہ نواح بخارا میں خواجۂ بلاگرداں کے لقب سے مشہور ہیں کے حالات میں لکھا ہے کہ جہاز سمندر میں غرق ہونے لگا اس جہاز میں ایک شخص صاحب نسبت آپ کے غلاموں میں سے تھا اس نے آنکھیں بند کر کے حضرت نقشبندؒ کا نقشہ آنکھوں میں جما کر پوری توجہ سے فرمایا۔ یا شاہ نقشبندؒ المدد، اور دو سو دینار پیش کرنے کی نیت کی۔ اللہ کے فضل و کرم سے جہاز گرداب سے نکل آیا۔ لوگوں نے دور سے خواجہ بلاگرداں کو کنارے پر دیکھ کر کہا السلام علیکم۔ کچھ دنوں کے بعد وہ نذرانہ لے کر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک سو دینار پیش کئے۔ حضرت خواجہؒ نے کندھے مبارک سے کرتہ اتار کر دکھایا اور فرمایا

Marfat.com

حضرت کے کندھے مبارک پر تازہ نشان جہاز کو کندھا دینے کا موجود تھا۔ شرمندہ ہوا ۔ نذرانہ پورا کر دیا اور کہا کہ ہم لوگوں نے آپ کو کنارے پر دیکھ کر سلام کیا تھا حضور نے فرمایا ہم نے جواب تو دیا تھا لیکن تم سن نہیں سکے۔

اب ، ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے کہ اعلیحضرت امیر ملت شہنشاہ جہاں پناہ قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری قدس سرہٗ حج مبارک سے تشریف لائے چونکہ چورہ شریف میں باباجی فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کا موقعہ تھا بجائے علی پور شریف کے سیدھے چورہ شریف پہنچے۔ خاکسار کو حلقہ غلامی کا شرف حاصل کیے چند ماہ ہی گزرے تھے ان دنوں چھاؤنی چکدرہ علاقہ صورت میں متعین تھا حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر چورہ شریف حاضر ہوا میرے معزز و محترم پیر بھائی صوفی پہلوان خاں صاحب مرحوم نے دیگر یاران پلٹن (طریقت) مثل حوالدار علی حیدر خاں مرحوم و ماسٹر علی اکبر خاں حال صوبیدار، علی اکبر خاں صاحب۔ بزرگ بھائی باز خاں صاحب مرحوم وغیرہم کے سامنے بیان کیا کہ جب ہم لوگ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یاران پلٹن سے ایک یار یعنی نسار کتاب (ڈاکٹر اللہ دتہ صاحبؒ) کی نسبت فرمایا کہ وہ ہر وقت روتا رہتا ہے۔ ہم نے اس کے رونے کی چیخیں مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں سنی ہیں۔

یہ ہے مردانِ خدا کی وائرلیس جو تصور کامل کا ادنیٰ کرشمہ ہے اس موقعہ عرس شریف پر خاکسار کی موجودگی میں بہت سے یارانِ طریقت کے درمیان حضور نے اسی نسبت اور محبت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ سوائے فلاں کس کے کسی نے بھی اثنائے سفر حج میں یاد نہیں کیا اور نہ کوئی خط لکھا۔ منہ پر تو ہر کوئی محبت کا دم بھرتا ہے لیکن سچی محبت وہی ہے جو سامنے کی نسبت غیبت میں زیادہ نمایاں و ظاہر ہو۔ فرمایا اس دفعہ مدینہ شریف سے جو کہ میرا اصلی وطن ہے صرف آپ لوگوں کی محبت یہاں کھینچ لائی ہے۔ جتنی محبت میرے دل میں ہے اس کا عشر عشیر حصہ بھی آپ لوگوں کے دل میں ہو تو آپ لوگوں کو کچھ پرواہ نہ رہے ہاں یہی وہ نسبت و رابطہ

Marfat.com

محبت ہے جس کے ذریعے یہ بزرگوار حضرات اپنے غلاموں کو غائبانہ تربیت فرماتے ہیں اور ایسے کام کر دکھاتے ہیں جو بظاہر عقلاً محال نظر آتے ہیں۔

(ج) عالیجناب امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یَا سَارِیَۃُ اِلَی الْجَبَلْ فرمانا اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اس پر عمل کر کے دشمن کے مکر سے بچنا اور فتح پانا ایک مشہور واقعہ ہے۔ کیا یہ ندائے غیب تھی؟ نہیں بلکہ جناب نے سامنے ان کو خطرے میں دیکھ کر مناسب حکم فرمایا جس پر عمل کر کے وہ کامیاب ہوئے۔ حق تو یہ ہے کہ طے مکان و طے زمان کے واقعات جو آپ نے اولیائے اللہ کے حالات میں پڑھے سنے ہوں گے یہ سب اسی تصور شیخ کے کرشمے ہیں۔ افسوس ہے نئی روشنی کے مسلمانوں پر کہ انہوں نے سائنس اور فلسفہ کی اتباع اور یورپین مادہ پرستوں کی تقلید میں کرامات اولیا اللہ اور معجزات انبیاء علیہم السلام سے اپنی ناقص اور نارسا عقل کے خلاف سمجھ کر انکار کر دیا ہے اور اس انکار کی بدولت اسلام کے روحانی انوار و فیوضات و برکات سے محجوب و محروم ہو گئے ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ ظاہر اسلام سے بھی آہستہ آہستہ بے زاری کا اظہار کرنے جا رہے ہیں اور اپنی عادات، قیاسات و معمولات کو بھی جو انہوں نے یورپین تہذیب کے ماحول سے متاثر ہو کر سیکھے ہیں اسلام سمجھ رہے ہیں۔ اور حامیان و حاملان شریعت اسلامی علمائے عظام و صوفیائے کرام کثرہم اللہ تعالےٰ کو جن کے دم قدم کی برکت سے اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم ہم تک پہنچی اور پہنچ رہی ہے دشمن اسلام جان کر عامۃ الناس کو ان سے بدظن کر رہے ہیں۔ ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جب ان مبلغانِ اسلام سے ہی یقین اٹھ جائے گا اور روایات کی سچائی مشتبہ ہو جائے گی تو صداقت اسلام کس منہ سے پیش کی جا سکے گی۔ اسی طرح اسلام کی بیخ کنی کا کام جو آج تک یورپ کی عیسائی طاقتیں باوجود سخت متفقہ کوششوں کے نہیں کر سکیں یہ یورپین تہذیب کے شیدائی نام کے مسلمان اپنے ہاتھوں سے سرانجام دے

Marfat.com

رہے ہیں۔ ؎

ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند

افسوس انسانی تصرفات اور مصنوعات، مثلاً ہزاروں میل پر سے بے تار کے خبریں لینا، ہندوستان میں بیٹھ کر یورپ کے تھیٹر سینما وغیرہ دیکھنا اور ان کے گانے بجانے سننا۔ مخبر اور سامع کا نہ فقط ایک دوسرے کی بات چیت سننا بلکہ ایک دوسرے کی شکل وصورت بھی دیکھنا اور سائنس کے نئے آنے والے شعبدات پر خواہ ان کی حقیقت عقل وسمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ آمنّا وصدّقنا کہہ دینا اور آگے بھی اور اسی قسم کے دیگر خوارق عادات ومعجزات اگر قرآن کریم وحدیث شریف میں بیان ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ دستِ تصرف غالیہ سے اپنے محبوبوں اور مقبولوں کی صداقت وتائید میں ظاہر فرمائے۔ تو ان سے انکار۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو باوجود علیٰ کل شیئ قدیر وغالب علیٰ کل امر ہونے کے ایک انسان سے بھی کمزور ضعیف اور عاجز تر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا دیدہ عبرت وا کرے اور ہدایت بخشے۔ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے اور الّذین انعمت علیھم کے ساتھ صحیح نسبت اور سچا رابطہ محبت اور ہمیشہ کی معیت نصیب فرمائے آمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؏

تصورِ شیخ

تصور کے معنی ہیں دھیان خیال، ذہن میں کسی چیز کی صورت لانا، بنانا یا جمانا اور یہ جیسا کہ مضمون ہذا میں بیان ہو چکا ہے دو قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) بے اختیاری (۲) اختیاری۔ بے اختیاری پر تو اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ کوئی فرد بشر اس سے بچا ہوا نہیں ہے۔ ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا کہ جس کا دنیا اور اہل دنیا سے کسی قسم کا بھی کوئی تعلق نہ ہو اور یہ تعلق ہی اپنے اپنے موقعہ پر متعلقہ شے کی شکل وصورت یعنی تصور آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ جتنا یہ تعلق زیادہ ہوگا اتنا ہی متعلقہ شے کا تصور زیادہ

Marfat.com

صحیح اور کار آمد ہوگا۔ یاد کا سبب یا محرک کچھ ہی ہو۔ اسی بڑھے ہوئے تعلق کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ رابطہ شیخ (تصور شیخ) کہتے اور وصول الی اللہ کے لئے اسے اقرب طریق (خدا تک پہنچنے کا نزدیک ترین راہ) سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ذکر اللہ سے بھی زیادہ اس کو موثر جانتے ہیں چنانچہ شروع مضمون میں جلد اول سے مکتوب نمبر ۱۸۷ اس کی دلیل میں آچکا ہے حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ فرماتے ہیں۔ اے مخدوم شیخ کی صورت مبارک جو مرید کے دل میں از روئے محبت ہر وقت موجود رہتی ہے اس کو رابطہ کہتے ہیں۔ مرید کے لئے ہر ذکر سے زیادہ مفید ہے اور ایک نعمت عظمیٰ جس کے ذریعہ مرید اپنے شیخ سے فیض روحانی نہایت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔

از تحفہ محمد بشیر میاں بیل بھیتی ص ۱۳۵ "ذکر رابطہ مرشد" میں لکھتے ہیں۔

اول شکل تقرب الی اللہ کی ذکر دوام ہے۔ دوسری شکل مراقبہ ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے ا تیسری شکل تقرب الی اللہ کی رابطہ مرشد ہادی ہے طریقہ اس کا یہ ہے کہ مرشد ہادی کی خدمت میں ہمہ دم یا ہر روز باادب حاضر رہا کرے تو اس کی صحبت بھی بہت جلد اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گی۔ انشاء اللہ العزیز اور اگر کسی وجہ سے مرشد سے دوری ہو جائے تو غائب ہو کر اس کو یاد کرے اور اس کے روبرو اپنے تئیں حاضر جانے۔ اور تصور کرے کہ فیض الٰہی مرشد کے قلب سے میرے قلب میں آرہا ہے اور چہرہ مرشد کو یاد کر کے دیکھے کہ مرشد ہادی میری طرف متوجہ اور فیض رساں ہے انشاء اللہ تعالیٰ حضوری مرشد وجہ حضوری حق تعالیٰ ہو جائے گی صحبت مرشد آلۂ فیض الٰہی وسیلہ تقرب الی اللہ بے شک ہے جیسے کعبہ رابطہ عبد اور معبود کا حالتِ عبادت میں۔ ویسے ہی مرشد رابطہ ہے مرید کا طرف اللہ کے حالتِ سیر و سلوک میں۔

جناب محمد بشیر میاں صاحبؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ تصور اختیاری کو بھی شرک نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ صرف آلہ اور وسیلہ ہے عابد و معبود کے درمیان تقرب الی اللہ کے لئے۔ نہ کوئی مستقل الٰہ کہ اس کو شرک کہا جا سکے بلکہ وہ جملہ معبودان باطل اور ماسوی اللہ کی جڑ بن کاٹنے والا ہے چونکہ ذکر اللہ کثیر سے بتل حاصل ہوتا ہے (مزمل شریف)

اور تصور شیخ بقول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ ذکر سے بھی اس معاملہ میں زیادہ مؤثر ہے اسی لئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِّ پیر
دامنِ آں نفس کش محکم بگیر

یعنی ظلِّ پیر (تصور شیخ) کے سوا کوئی چیز بھی نفس کو پورے طور پر مطیع اور فرمانبردار نہیں بناتی۔ تصور شیخ ہی ہے جس کے سامنے نفس سرکش دب جاتا ہے اور اپنی بری خواہشات سے باز آکر مطمئنہ بن جاتا اور فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کا مبارک خطاب اور شرف حاصل کر لیتا ہے مولاناؒ کا فرمانا ہے کہ چونکہ تصور شیخ ہی سے نفس کی خواہشات کشتہ ہو جاتی ہیں اس لئے ایسے نفس کش پیر کے دامن کو مضبوطی سے ایسا پکڑ لے کہ اس کی غیر حاضری میں شیخ تصور کی حالت میں تیرے ساتھ رہے حتیٰ کہ سرکشی اور لغزشوں کا احتمال تک باقی نہ رہے لاتعد عیناک عنھم پ ۱۵ ع ۱۶ میں اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

الغرض تصور شیخ اختیاری ہو یا بے اختیاری۔ شرک کا اس میں شائبہ تک نہیں۔ جن چیزوں کی طرف دیکھنا عبادت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ بیت اللہ یعنی کعبہ شریف کی طرف دیکھنا، مصحف قرآن شریف کی طرف نظر کرنا، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور ماں باپ کے چہروں کی طرف دیکھنا یا نگاہ تصور سے دیکھنا شرک نہیں ہو جاتا بلکہ عبادت ہی سمجھا جائے گا بلکہ جتنا خیال یا دھیان (تصوریں) ادھر لگائے گا۔ اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ ہاں اگر ان ہی چیزوں کو خدا سمجھ کر ایسا کرے گا تو وہ پھر ضرور شرک ہو جائے گا۔ اِذْ لَیْسَ کَلَیْسَ جب یہ نہیں تو وہ (شرک) بھی نہیں اللہ تعالیٰ کے محبوبوں اور اولیاؤں (اولیاء اللہ) کو بتوں سے تشبیہہ دینا یا بت خیال کرنا نہایت شرمناک ہے اور تجاوز عن حدود الشرعیہ ہے یا الٰہی ان کو ہدایت دے۔ آمین

تصور کو کہتے ہیں شرک اور بدعت   رہا ہے یہی شیوۂ اہل بدعت
تصور کا معنٰی ہے احضار صورت   خدا کے تصور کی صورت نہ مورت

Marfat.com

ہوا ماسوا اللہ کا جائز تصور — نہ شرک اور بدعت نہ جائے تحیر
تصور نے رکھی ہے بنیاد عالم — تصور کا صدقہ ہے ایجاد عالم
فاحببت ان اعرف سے عیاں ہے — مشارٌ الیہ کن کا اس میں نہاں ہے
محبت سے ہوتا ہے پیدا تصور — محبت پہ ہوتا ہے شیدا تصور
نہ تصور آنکھوں میں آتے تو اندھی — نہ ہو ذہن میں کچھ تو نے ہاں گنگی
تصور ہے علم اور تعلیم کی جاں — بغیر تصور ہے انسان ناداں
تصور سے تسکین پاتے ہیں عاشق — تصور پہ قربان جاتے ہیں عاشق
تصور تپ ہجر کی اک دوا ہے — تصور سے ہو زندوں کو شفا ہے
تصور ہی تو ہے مقدمہ طلب کا — اثر اس میں دیکھا ہے طالب غضب کا
یہی شوق دیدار کی ابتدا ہے — وصال صنم کی یہی انتہا ہے
تصور میں تو کچھ برائی نہیں ہے — مگر جن کے نفسوں میں وہ جاگزیں ہے

تصوّر دکھاتا ہے منزل کا رستہ
جسے پا نہیں سکتے ہیں پا شکستہ

وجہ استدلال

اس آخری قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاکران حق کی ایک بڑی جماعت (اصحاب صفہ) جو مسجد نبوی میں رہا کرتی تھی وہ حضرات دنیوی لحاظ سے پسماندہ نادار اور مفلس تھے اور دینی لحاظ سے مقربان حق۔ کہ ہر وقت ذکر اللہ دیاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے ان کی تسلی اور دلجوئی اور مسلمانوں کی کافروں و مشرکوں کے مقابلہ میں عزت و بزرگی عند اللہ کے اظہار کے لئے سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم الٰہی ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو ان کے ساتھ رکھا کریں یعنی ان کے ساتھ بیٹھا کریں۔ اور وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہی رہیں۔ واصبر، لا تعد دونوں صیغے امر اور نہی کے ہیں جو عموماً وجوب در

استمرار کے لئے آتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حضور کی ہم نشینی اور نگہبانی (ان پر نظر رکھنا) ہمیشہ اور ہر وقت رہے چونکہ زندگی کے شب و روز میں کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ جن میں ان ذاکرین سے الگ اور جدا بھی ہونا پڑتا ہے اور اس طرح ارشاد (امر) الٰہی کی تعمیل نہیں ہو سکتی اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ایسے مفارقت و جدائی کے اوقات میں حضورؐ کی دلی توجہ اور خیال (دھیان) ان کی طرف رکھا جاتا تاکہ وہ روحانی طور پر حضورؐ کی آنکھوں کے سامنے (لطف و کرم کی نگاہوں) رہیں۔ یہی تصور کی اصل حقیقت ہے۔

احادیث میں تصور کے واقعات

بکثرت احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور کرنے کے تذکرے موجود ہیں مثال کے طور پر بخاری شریف سے کچھ حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبیلہ میں جن کو بنو عمر بن عوف کہا جاتا ہے۔ مدینہ میں تشریف لائے اور چودہ رات وہاں قیام فرمایا پھر قبیلہ بنی نجار کے پاس کسی کو بھیجا۔ وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے یعنی نظر آ رہا ہے کہ آپ سواری پر بیٹھے۔ ابوبکر آپ کے پیچھے سوار تھے۔ بنی نجار کا گروہ آپ کے آس پاس تھا۔ گویا کہ حضرت انسؓ روایت حدیث کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس موقعہ پر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے یہی تصور ہے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ احرام کی حالت میں جو حضورؐ کی مانگ میں خوشبو کی چمک (نشان) ہوتی تھی وہ میری نظر میں اب تک ہے یہ تصور رسولؐ یعنی تصور شیخ کی زندہ مثال ہے۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک روز میں سو رہا تھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اتنا پیا کہ مجھے اس کی تری اپنے

ناخنوں سے نکلتی ہوئی اب تک معلوم ہو رہی ہے گویا کہ حضور خضاب کا واقعہ بیان کرتے وقت اپنی آنکھوں سے اس حالت کو دیکھ رہے ہیں۔

۴۔ حضرت انس رض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھنے کا ارادہ فرمایا آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ بلا مہر کے خط کو نہیں پڑھتے ہیں اس لئے آپؐ نے چاندی کی انگشتری بنوائی۔ مجھے اس کی سپیدی آپؐ کے دست مبارک میں اب تک معلوم ہو رہی ہے۔ اس میں حضرت انس رض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور اس خاص حالت کا کر رہے ہیں۔

۵۔ حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا میرے پیش نظر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام وادی میں داخل ہو رہے تھے اور لبیک پڑھ رہے تھے اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کے وادی میں داخل ہونے اور لبیک کہنے کا تصور فرما رہے ہیں۔

۶۔ حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا چاہو تو اپنے آقا اور نبی کو دیکھ لو۔ رہے موسیٰ علیہ السلام تو وہ ایک گھٹے ہوئے گندمی رنگ کے آدمی تھے۔ سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی نکیل کھجور کے پٹھوں کی بنی ہوئی رسی کی تھی گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔

۷۔ حضرت ابوہریرہ رض ایک طویل حدیث میں جس میں صرف تین شخصوں کے گود میں کلام کرنے کا ذکر حضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت بنی اسرائیل کی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ اس کے پاس سے ایک سوار خوبصورت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے گزرا۔ اس عورت نے دعا کی کہ اے خدا میرے بیٹے کو بھی ایسا ہی خوبصورت اور مالدار کر دے۔ لڑکے نے کہا اے خدا مجھے اس طرح نہ کر پھر وہ عورت کے پستان میں چسکی لگانے کی طرف مشغول ہو گیا۔ ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی انگشت مبارک چوس رہے ہیں۔ الخ

اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کا تصور کر رہے ہیں۔

نظم

مجددؒ جو ہیں الف ثانی کے حضرت
ہے مکتوب میں ان کے ایسی عبارت

یہ نعمت عظمیٰ کسے اب عطا ہو
کہ حاصل تصور سے قرب خدا ہو

تصور کی دولت میسر ہے جس کو
ملی نعمتیں دین و دنیا کی اس کو

تصور میسر کہاں بے بصر کو
یہ دولت تو ملتی ہے اہل نظر کو

تصور کو کہتے ہیں وہ بت پرستی
سدا کرتے ہیں جو کہ شہوت پرستی

تصور نہ بت ہے نہ ہے بت کی مورت
پرستش کی اس کی نہیں کوئی صورت

پرستش ہے اللہ کی کرنی عبادت
نہ محض اتباع اور نہ مطلق اطاعت

عبادت میں اظہار ہے عبدیت کا
یقین رکھے اللہ کی احدیت کا

سمجھنا خدا کو ہی معبود اپنا
جو ہو لائق اس کے وہی فعل کرنا

ہے دیدار حق کس نے دنیا میں پایا
لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ہے آیا

Marfat.com

تصور میں نادیدہ شے کیسے آئے
خدا کا تصور کہاں پھر سمائے

تصور سے ہوتی ہے حاصل معیت
نہ شرک اس میں لازم نہ ہے کوئی بدعت

معیت روحانی بزرگانِ دین کی
ہے تعمیل کُونُوا مَعَ الصّادقین کی

تصوّر سے ہی لطف ہے زندگی کا
یہی جزوِ اعظم تو ہے بندگی کا

تصور نہ ہوتا تو دنیا نہ ہوتی
عبادت بھی خالص خدا کی نہ ہوتی

تصور کا چرچا ہے عالم میں ہر سو
کہیں ہائے وائے کہیں پر ہے ہاہو

تصوّر جدائی کے مارے دل کو ڈھارس
تصوّر محبوں کو، لوہے کو پارس

حضرت مولانا مولوی خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی امرتسری اپنے رسالہ فیضان کبیر در تصور پیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسئلہ تصور شیخ میں بعض احباب کو کچھ اختلاف ہے بعض حضرات تو اس کو فرض قطعی اور اس کے منکر کو کافر خیال کرتے ہیں اور بعض اس کو شرک اور بت پرستی قرار دیتے ہیں بعض کے نزدیک اس کی اصلیت نہیں اس لئے وہ اس کو امر زاید یا بے فائدہ خیال کرتے ہیں مگر میرے خیال میں دونوں طرف سے اس کے مفہوم میں کچھ کچھ غلطی ہو رہی ہے لہٰذا یہ مسئلہ محل نزاع و اختلاف ہو گیا ہے ورنہ فی نفسہ نہ فرض قطعی ہے نہ شرک ہے اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں۔

Marfat.com

میری رائے میں تو یہ آتا ہے کہ تصور شیخ بھی خاص محبت حقیقی و کشش باطنی کا نتیجہ و اثر ہے۔ کیونکہ ایک دل کو جب دوسرے دل کے ساتھ نسبت اتحاد و علاقہ ہو جاتا ہے تو آئینہ قلب پر صورت محبوب کا عکس پڑتا ہے یہ عکس اس حد تک ترقی کرتا ہے کہ رات دن چلتے پھرتے سوتے جاگتے برابر یا اکثر روبرو حاضر و موجود نظر آتا ہے چنانچہ صحابہ کرام پر یہی عکس محبت غالب آگیا تھا جس سے ان کی حالت یہ تھی کہ ہر وقت جنگ و جدائی وغیرہ میں بھی ان کی زبانوں پر یا محمدؐ یا محمدؐ جاری تھا دیکھو فتوح الشام۔ جنگ یرموک و نبائل السرج اور تاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ بارہا فرماتے کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ غلبہ محبت نہ صرف حالت بیداری ہی میں تھا بلکہ عالم خواب میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ ایک صحابی نے خواب میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ صبح کو حضور علیہ السلام سے خواب بیان کی۔ تو جناب صلی اللہ علیہ وسلم اس کے روبرو لیٹ گئے اور فرمایا۔ تو اپنے خواب کو پورا کر۔ فسجد علی جبینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس صحابی نے حضور کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ عبادت۔ ذکر حق اور سجدہ کرتے وقت کسی چیز کا روبرو رکھنا نہ تو شرک و کفر ہے اور نہ ہی بدعت و گناہ تاوقتیکہ دل میں گناہ کا خیال اور نیت بری نہ ہو دیکھو! مسجد کی دیواریں بوقت سجدہ روبرو ہی رہتی ہیں۔ امام ہمیشہ سامنے ہی رہتا ہے اور سترہ ماتھے کے مقابل ہی ہوتا ہے۔ پتھر کعبہ کا نمازیوں حاجیوں کے روبرو ہی کھڑا ہے میت بھی بمقام سجدہ ہی رکھی جاتی ہے۔ پھر اگر صورت شیخ روبرو رکھ کر ذکر حق کیا گیا تو کون سی قباحت ہے۔ بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام کے روبرو نماز میں جنت و دوزخ حاضر ہو گئی۔ حضور علیہ السلام نے جنت کو دیکھا اور اس میں سے خوشۂ انگور توڑنے کے ارادہ سے ہاتھ بڑھایا۔ مگر آپ رک گئے۔ دیکھو اتنا واقعہ حضور کو نماز ہی میں پیش آیا۔ آپ کو جنت و مافیہا دکھائی دینا اور آپ کے دل میں خوشۂ انگور توڑنے کا ارادہ کرنا پھر ہاتھ بڑھانا اور رک جانا۔ ان تمام باتوں سے تو نماز میں شرک و کفر لازم نہ آیا اور تصور

فسخ سے جو خود بخود حاضر ہو جائے۔ کس طرح شرک لازم آیا؟ اور لطف یہ ہے کہ حدیث میں بھی لفظ "صورت" آیا ہے جو کہ تصور کے معنی پر دال ہے۔ وہ حدیث یہ ہے

وفی الحدیث صلوٰۃ الکسوف صورت الی الجنۃ والنار وفی لفظ بینی وبین جدار القبلۃ وفیہ انہ بسط یدہ لتناول عنقودًا من الجنۃ وانہ تلطع من النار ونفخ من حرہا (حجۃ اللہ البالغہ بحوالہ الکلام جلد دوم) اب شرک کہاں سے آگیا۔ اور شرک کی تعریف کتب عقائد میں یوں مرقوم ہے۔

الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی واجب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام کذا فی شرح العقاید للنسفی۔ یعنی شریک ثابت کرنا معبود ہونے میں اور واجب الوجود ہونے میں جیسا کہ مجوس کا خیال و عقیدہ ہے۔ مستحق عبادت جاننا غیر خدا کو جیسا کہ بت پرست کہتے ہیں۔ حالانکہ تصور میں ایسے کوئی بات متصور و مرکوز خاطر نہیں۔ پھر یہ تصور دو قسم کا ہے۔ اختیاری، بے اختیاری بے اختیاری کا مسئلہ تو عبارت مرقومہ سے صاف ہو گیا ہے اور باقی رہا اختیاری۔ سو وہ تو بطور سبق بتایا جاتا ہے مقصود اس سے اس وقت صرف یک جہتی و یکسوئی فی الخیال ہوتی ہے نہ اور کچھ۔ طالب کو کہا جاتا ہے کہ یہ تصور مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ اصل مقصد تو حصول فنافی اللہ وبقا باللہ ہے۔ یہ تصور صرف تحصیل فیوض و برکات الٰہیہ کا واسطہ اور ذریعہ محض ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے قول الجمیل میں خوب واضح کر دیا ہے اور حرمت و ممانعت کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔

اگر کوئی صاحب فرما دیں کہ جب تصور شیخ مقصود بالذات نہیں تو اس کو قائم رکھنے کی ہدایت کر کے کیا ضرورت، کیا فائدہ؟ اس سوال کا جواب کئی مقدمات پر موقوف ہے۔

مقدمہ اولیٰ

ضرورت اس کی یہ ہے کہ انسان کی خاصیت فطری و عادت جبلی ہے کہ جس کو دیکھ

Marfat.com

لیتا ہے بانو اس سے اس کی روح و ضمیر خوش ہوتا ہے یا ناخوش۔ اگر خوش ہو گیا تو اس کی رغبت و خواہش و اشتیاق پر دل بھڑکتا ہے خواہ میوہ مٹھائی ہو خواہ عورت حسینہ جمیلہ خواہ مکان یا کتاب وغیرہ اور انتہائی کوشش کرتا ہے کہ وہ چیز اس کو مل جائے جب تک ہاتھ نہ لگے۔ ایک تو اور بھی حرص و امنگ بڑھتی جاتی ہے وہ دم اس کے حصول کے ذرائع زیادہ تر تلاش کرتا رہتا ہے اور تھکتا نہیں۔ یہاں تک کہ وہ چیز بشرط قیمت ایک نہ ایک دن اس کو حاصل ہو جاتی ہے اگر ناخوش ہوتا ہے تو اس کا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ اس کی تلاش کرے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی نیک پارسا کی طرف دیکھتا ہے تو اگر وہ سچا ایماندار ہے اس کی حرکات و معاملات، طرز اعمال اور تہذیب اخلاق پر دل سے پابند ہوتا ہے اور دل سے کوشش کرتا ہے کہ اس پاک بزرگ کی طرح بن جائے بفضل خدا آخر ایک دن وہ طالب صورتاً و سیرتاً اسی بزرگ کی طرح نمونہ بن جاتا ہے۔ پس جس چیز کا آنکھ سے دیکھنا یا سامنے ہونا مفید و باعث اجر و ثواب ہو تو اس کا دل سے دیکھنا بھی وہی مفاد پیدا کرے گا۔ مثلاً ایک شخص بچشم ظاہر خانہ کعبہ کو ہر وقت دیکھتا اور ذکر و عبادت میں مصروف ہے تو گاوہ شخص دو قسم کے اجر و ثواب کا مستحق و حقدار ہے ایک تو اپنے ذکر و عبادت کا دوسرے زیارت بیت اللہ کا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ النظر الی الکعبۃ عبادۃ (طبرانی) یعنی صرف بیت اللہ کی زیارت بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ پھر وہی شخص بچشم دل اسی کعبہ کو خیال سے دیکھ رہا ہے اور ذکر و عبادت میں مشغول ہے تو وہ کیوں ثواب کا حق دار نہ ہو گا بلکہ زیادہ کیونکہ دل کا دیکھنا آنکھ سے بہتر ہے۔

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت انور پر ٹکٹکی لگا کر تیز نظر سے دیکھتا رہا حضور پرنور علیہ السلام نے اس کی حیرت انگیز حالت کو دیکھ کر فرمایا کیا حال ہے تیرا؟ اس نے عرض کی میرے ماں باپ قربان ہوں آپ پر۔ آپ کے روئے انور کی طرف دیکھ کر لذت و راحت و منفعت اٹھا رہا ہوں۔

کان رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر الیہ لا یطرق

Marfat.com

فقال بابی انت و امی انمتع من النظر الیک (الحدیث شفا شریف۔
جلد دوم فصل فی ثواب محبۃ صلی اللہ علیہ وسلم

الحدیث چونکہ وہ صحابہ کرام سچے عاشق جانثار تھے۔ جعلی و نقلی اہلحدیث نہ تھے اس لئے بموجب حدیث ہذا من رآنی فقد رای الحق۔ حضور کا دیکھنا حق کا دیکھنا سمجھتے تھے۔

یا حسب ارشاد نبوی لن تمسّ النار من رآنی او رای من رآنی (رواہ الترمذی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس کو دیکھنا دوزخ سے نجات سمجھ کر دیکھتے تھے۔ یا اس خیال سے دیکھتے تھے کہ قبر پہلی منزل ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے ہر ایک مردے سے بھی یہی سوال کریں گے۔ ما تقول فی حق ھذا الرجل الذی بعث فیکم (متفق علیہ) یعنی یہ شخص جو تم میں نبی تھا۔ اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ تو آپ کی صورت مطہرہ کو محفوظ فی الذہن اور متصور فی النظر کرتے تاکہ قبر میں فوراً پہچان کر کہہ دیں۔ ھذا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض قلیل گروہ کہتے ہیں کہ حضور کی تصویر قبر میں ہوگی۔ حالانکہ یہ الفاظ حدیث کے خلاف ہیں۔ پھر بھی تصور کرنا جائز ہوا تاکہ قبر میں وہ تصویر جلد پہچانی جائے اب جس طرح عالم ظاہر میں بچشم حال آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھنا باعث حصول خیرات و برکات ہے۔ ویسا ہی آپ کے روئے پاک کو آنکھ بند کرکے دیکھنا بھی جملہ حسنات و برکات کا موجب ہے۔ بلکہ اسی غرض سے التحیات میں السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھنا لازم کر دیا گیا ہے تاکہ حضور کا تصور نماز میں ذہنی طور پر حاصل کرنے کی عادت رہے چنانچہ حضرت امام طریقت و شریعت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف باب صلوٰۃ اہل قرب میں لکھتے ہیں۔

ولیسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومثلہ بین عین قلبہ یعنی التحیات میں بوقت سلام حضور علیہ السلام کا تصور دل کی آنکھوں پر قائم کرے اور یہی مضمون حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم باب حضور القلب فی الصلوٰۃ

Marfat.com

ہیں تحریر کرتے ہیں۔ واحضر فی قلبک النبیّ و شخصہٗ وقل السلام علیک ایّھا النبیّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یعنی نماز میں حضور کی صورت مبارک کو حاضر کر کے کہہ السلام علیک ایہا النبیّ۔ اسی طرح امام ابن حجر کی محدث شافعی شرح عباب باب تشہد میں لکھتے ہیں وخوطب صلی اللہ علیہ وسلم کانّہٗ اشارۃ الی انّہٗ تعالیٰ یکشف لہٗ عن مصلّین من امّتہٖ حتی یکون کالحاضر معھم بشھد لھم بافضل اعمالھم تذکرۃ وحضورۃ سببا لمزید الخشوع والحضور الخ یعنی حضور علیہ السلام کو التحیات میں اس لئے مخاطب کیا گیا ہے کہ خداوند کریم حضور علیہ السلام کی امت کے نمازیوں کو آگاہ کر کے فرماتے ہیں حاضر ہو کر شہادت اعمال دیویں اور دل میں حضور لانے سے خشوع خشوع کی زیادتی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ باب التحیات میں فرماتے ہیں۔ کہ التحیات کو محض حکایت معراج خیال کرنا غلط ہے کیونکہ شیخ محقق کی عبارت (ہمیشہ نصب العین مومنان وقرۃ العین عابداں در جمیع اوقات واحوال) سے ثابت ہوا کہ حقیقی معنے لفظوں کے مراد ہیں چنانچہ امام محدث ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی کی تائید یوں فرماتے ہیں۔ جواز الخطاب من خصوصیات صلی اللہ علیہ وسلم اذلو قیل لغیرہ حاضرًا او غائبًا السلام علیک لبطلت صلواتہٗ اور صاحب مواہب الدنیہ میں لکھتے ہیں فان کیف شرع ھذا اللفظ وھو خطاب بشر مع کونہٗ منھا عنہ فی الصلوٰۃ فالجواب انّ ذالک من خصالہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ یعنی اگر کسی کو نماز میں خطاب کیا جائے۔ تو نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر التحیات میں السلام علیک ایّھا النبیّ کہنے سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ یہ بات حضور کے خصوصیات سے ہے اور یہی جواب دیا صاحب مواہب نے پس اگر معنی حقیقی مراد نہ ہوتے بلکہ محض حکایت معراج تھی تو یہ خصوصیت کیسی؟ یہ خصوصیت تو ہر ایک شخص کو ہر جگہ نماز میں حاصل ہے۔ مثلاً یا ایّھا الناس

Marfat.com

بلایہا الذین ۔ یاایہا الکافرون ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔ تو کیا ان مقامات پر کسی صاحب کو نماز ٹوٹنے کا خدشہ اور اندیشہ ہو سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ حکایتاً پڑھی جاتی ہے مگر ملاعلی قاری جیسے محدث جلیل القدر کو قعدہ نماز میں السلام علیک ایہا النبی کہنے سے نماز ٹوٹنے کا کیوں خطرہ پیدا ہوا ۔ پھر جواب بھی عمدہ دیا کہ یہ خصوصیت حضور علیہ السلام کی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس جگہ حکایتاً نہیں پڑھا جاتا بلکہ یقیناً دلالۃً و معناً پڑھا جاتا ہے اور نہ محض حکایت ۔ حضرات فقہا بھی اس کو حقیقتاً و معناً پڑھتے ہیں ۔ نہ حکایتاً ۔

چنانچہ صاحب بحر الرائق و درمختار وغیرہ صاف لکھتے ہیں کہ الفاظ تشہد سے معانی مراد ہیں ۔ نہ حکایت کما فی المجتبیٰ ۔ اور یہی بیان کیا صاحب عنایہ نے امام نووی سے اور اسی کو عمدہ معنی کہا ہے اور کہا کہ جو کوئی اس کو حکایت سمجھ کر پڑھتا ہے ۔ وہ قول ضعیف اور غلط ہے ۔

غرضیکہ حضور علیہ السلام نے خود تصور کی تعلیم و تاکید فرمائی ۔ پھر تصور شیخ کو شرک و کفر کہنا مسلمان کا کام نہیں ۔

ایک شخص ان پڑھ دامی (محض باوضو بقصد آداب قرآن کریم کو روبرو رکھ کر درود یا کلمہ وغیرہ پڑھتا ہے وہ شخص اگرچہ نہ تو قرآن کریم پڑھ سکتا ہے نہ سنتا ہے مگر پھر بھی ایک قسم کا ثواب مل رہا ہے جیساکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا النظر الی المصحف عبادۃ رواہ الطبرانی ۔ یعنی قرآن مجید کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے پھر اگر وہی شخص ہر وقت قرآن کی طرف دلی خیال سے دیکھے تو کیوں ثواب کا مستحق نہ ہو گا ایک شخص مومن بصدق دل بہ نیت محبت و اخلاص پاکیزہ لباس باوضو ہو کر حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کے چہرے کی طرف دیکھے اور کچھ ذکر و تسبیح وغیرہ بھی پڑھے تو وہ صاحب حسب فرمان نبوی النظر الی وجہ علیؓ عبادتہ رواہ الطبرانی ایک قسم کی عبادت کر رہا ہے پھر اگر وہی شخص حضرت علیؓ کی صورت کو بنظر باطن بطریق مذکورہ دیکھے تو ضرور وہ شخص ثواب کا حقدار ہے کیونکہ اگر ظاہر آنکھ سے چہرہ مبارک

Marfat.com

دیکھنا عبادت ہے تو دل سے دیکھنا اور بھی زیادہ ثواب رکھتا ہے کسی بزرگ ولی اللہ کے دیدار سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خدا یاد آتا ہے اور ذکر حق کا شوق ترقی کرتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ خیار عباد اللہ الذین اذا رؤا ذکر اللہ۔ شرح مشکوٰۃ جامع صغیر و طبرانی۔ یعنی خدا کے بندے بہتر ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے پس جب ظاہر صورت کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے تو دل کی آنکھ سے زیادہ تر خدا یاد آئے گا جب کسی کا کسی کے ساتھ دلی تعلق و خیال ہوتا ہے تو خدا کے ہاں بھی وہ تعلق اور خیال معتبر ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ورجل یتعلق قلبہ الی المسجد (متفق علیہ) یعنی قیامت کے دن وہ شخص بھی عرش کے سایہ میں رکھا جائے گا جس کا دل مسجد کی طرف لگا ہو تو جس طرح مسجد کی طرف متعلق ہونے سے مراد مقصود بالذات ہے۔ دیواریں یا صحن یا مینار وغیرہ نہیں۔ بلکہ عبادت حق و یاد قادر مطلق مراد ہے۔ اسی طرح تصور شیخ سے مراد مراقبہ ذات حق و یاد الٰہی ہے ورنہ تعلق دل الی المسجد سے کیا مراد ہے مسجد کے خیال رکھنے سے فقط پانچ ہی وقت نماز کی یاد حاصل ہوگی اور خیال و تصور شیخ سے ہر وقت یاد حق نصیب ہوگی۔

کسی بزرگ کے ساتھ تعلق ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی صورت کو اپنا وصاف یاد کر کے تعلق پکڑا جائے پورا تعلق بغیر صورت و نقش کامل نہیں ہوتا چنانچہ حدیث شریف میں

عن الحسن ابن علی قال سئلت خالی ہند ابن ابی ہالہ انا اشتھی ان تصف لی منھا شیئا اتعلق بہ (شمائل ترمذی و شفاء طبرانی) امام حسن نے ابن ابی ہالہ رضی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت و شمائل کی آپ توصیف فرما دیں کہ اس میں تعلق پکڑوں۔ اسی فقرہ سے ثابت ہو گیا کہ امام ممدوح کی منشا یہ ہے کہ آپ کے نقش و نگار کی پوری پوری تعریف بیان ہو اور وہ نقشہ میرے ذہن میں منقش ہو جائے ورنہ اگر معمولی محبت مراد ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے انا اشتھی ان تصف لی۔ کیونکہ معمولی محبت تو آپ کے دل میں تھی ہی۔ پس کسی بزرگ کے ساتھ تعلق رکھنا اور ساتھ اس کے صورت بھی یا وصافہ یاد کر لینا اسی حدیث پاک

سے مستحسن ہو گیا۔

دیدن دانا عبادت ایں بود
فتح ابواب سعادت ایں بود

ایک شخص کا دلی تعلق کسی زانیہ عورت سے ہے اور شخص مذکور کا ہر وقت خیال بھی اس کی طرف وابستہ رہتا ہے بلکہ اس قدر مستغرق رہتا ہے کہ اس کی صورت مستحضرہ سے افعال بد خیال خود کر رہا ہے تو ایسا شخص باطنی طور پر گنہگار ہے کیونکہ ایک شخص بدن کے ہر ایک عضو سے گناہ و زنا کرتا ہے اور ایک شخص دل سے اور خیال سے زنا کرتا ہے تو پہلے سے دوسرا اور بھی عاصی و مجرم ہے پس جب باطنی خیال بد سے ایک گناہ کا مرتکب ہے تو دوسرا فعل نیک سے ثواب کا حقدار ہو گا۔

جب تحقیقات سینکڑوں محققین یورپ و حکمائے یونان و علمائے مسمریزم و براہمہ ہند وغیرہ یہ بات پایۂ ثبوت کو بلکہ مشاہدہ اور تجربہ میں ثبوت پا چکی ہے کہ جس طرح دو چیزوں کے رگڑنے سے ایک نئی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً لوہا جست و پارہ گندھک تانبہ جست وغیرہ چیزیں ترکیب پا کر قوت برقی پیدا کرتی ہیں چنانچہ اصول کیمسٹری مفصل بیان کرتی ہے یا مثلاً ایک بیمار مانند جذامی، طاعون، آتشک و چیچک والا جس طرح صحیح البدن ان کے پاس بیٹھنے سے بیمار ہو جاتا ہے اور ایک کی بیماری دوسرے تک تعدی کرتی ہے جیسا کہ اصول ڈاکٹری میں یہ امر طے شدہ ہے اسی طرح اسی حیثیت سے جب طالب کی روح اپنے مطلوب کی روح تک پہنچ کر ٹکراتی ہے تو مطلوب کی روحانی برقی قوت طالب کے اندر اثر کر جاتی ہے اور جو اوصاف حمیدہ و روحانی روح مطلوب میں موجود ہوتے ہیں وہ آہستہ آہستہ طالب کی روح میں آ جاتے ہیں جیسے طالب کی حیثیت و استعداد باطنی و ہمت جازم ہوتی ہے ویسے مطلوب سے فیض یاب و فیض المرام ہوتا ہے۔

اصطلاح صوفیہ کرام میں اس کا نام ربط قلب یا صحبت معنوی یا معیت روحانی ہے قرآن کریم نے اس تمام مضمون کو نہایت مختصر اور جامع فقروں میں ادا کیا ہے

ایک جگہ فرمایا ہے کُونُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ اور دوسری جگہ فرمایا ہے تَوَفَّنَا مع الابرار۔ یعنی انسان پر واجب ہے۔ صادقین و ابرار کی معیت زندگی میں اختیار کرے یہاں تک کہ مرتے وقت بھی وہ معیت حاصل رہے یہی مقصود ہے۔ تصور شیخ سے کیونکہ طالب ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ اس پاک روح کی معیت مجھے یہاں بھی حاصل ہو تاکہ دنیاوی ہموم و غموم اور شیطانی وساوس و خطرات سے محفوظ رہوں اور آخرت میں معیت نصیب ہو کہ حسب وعدۂ حق المرء مع من احب (الحدیث) درجات علیا و مراتب قصویٰ پر فائز رہوں البتہ جو لوگ تصور ہی کو اصل مقصد یا مفرر حقیقی یا مؤثر ذاتی و مستقل مانتے ہوں وہ سخت غلطی پر ہیں اور جو لوگ خدا کا تصور کرتے ہیں وہ بھی شرک ہے کیونکہ خدا کی ذات صورت و نقش سے پاک ہے اور لفظ معیت گو اور معانی پر آیا ہے مگر معنے مذکور بھی بعمدگی چسپاں ہیں کیونکہ اصل معیت محبت تامہ سے حاصل ہوتی ہے اور محبت تامہ کا خاصہ و لازمہ یہی ہے کہ محبوب ہر جگہ نظر آئے مگر یہ بات زاہد خشک بے درد با سنگ دل کو کس طرح سمجھائیں کیونکہ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا۔ (القرآن) وارد ہو چکا ہے ہاں جس کے دل و دماغ میں حرارت عشق ہو اس کی سمجھ میں آسکتا ہے ؎

حریف ایں دولت ہمہ کس را ندہند
سوز پر پروانہ مگس را ندہند

رسالہ انتباہ فی بیان طریق الوصول الی اللہ میں حضرت تاج الدین خلیفہ خاص حضرت محمد باقی باللہؒ نقشبندی سے مروی ہے۔

سلسلہ چشتیہ صابریہ کے باب میں کہ بوساطت حضرت مجدد الف ثانیؒ پہنچتا ہے لکھا ہے کہ

شیخ (مرشد) کی صورت اپنے سامنے تصور کرکے اس کے بعد ذکر کرے نفسانی اور شیطانی خطرات اور وسوسوں کے دور کرنے میں پورا مؤثر ہے۔ بلکہ موحدین کے سلطان عاشقوں کے برہان شیخ جلال الدین مولانا

Marfat.com

قاضی خاں یوسف ناصحؒ اس طرح فرماتے ہیں کہ مرشد کی صورت جو ظاہر میں دیکھی جاتی ہے۔ آب و گل وانسانی صورت کے پردہ میں حق تعالیٰ کے انوار کا مشاہدہ ہے لیکن صورت مرشد جو گوشہ دل میں آب و گل کے پردہ کے بغیر تصور کی جاتی ہے وہی حدیث شریف میں بیان کردہ جلوہ ہے کہ فرمایا۔ من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا پس اس نے حق کو دیکھا اور اسی مقام پر فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں کہا۔ وہ تجلی جو صورت انسانی میں ہوتی ہے تمام تجلیوں سے جامع اور افضل ہے

کتاب مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز میں مرقوم ہے۔

کہ تجلی حق جو دل کی آنکھ پر ظاہر ہوتی ہے اس کی چار اقسام ہیں۔

آثاری۔ افعالی۔ صفاتی اور ذاتی۔ اور ان تمام تجلیات کے حصول کا ذریعہ شیخ کی صورت کا دیکھنا و تصور شیخ ہے اور تفسیر کبیر میں بروایت ابن عباس اور تفسیر خازن میں بروایت حسن و سعید بن جبیر۔ مجاہد و عکرمہ و ضحاک وغیرہم آیت کریمہ لولا ان رای برھان ربہ کے نتیجے میں مرقوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خاص اس وقت جب کہ زلیخا نے مکر و فریب سے دام تزویر میں گرفتار کر لیا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت مبارک نظر آئی اور وہ صورت کہتی ہے کہ اے یوسف خبردار تیرا نام دفتر انبیاء علیہ السلام میں درج ہے کہیں حرکت ناشائستہ نہ کرنا چنانچہ اسی صورت پاک کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے بھاگ نکلے۔ اور بدی سے بچ گئے آیت میں برہان اسی کو کہا گیا ہے۔ خاکسار راقم الحروف کہتا ہے کہ دیگر تفاسیر معتبرہ میں بھی ایسا ہے۔ مثلاً کشاف میں۔ اور پنجابی تفسیر جو مولوی محمد نے لکھی ہے اس نے بھی اس روایت کو لکھا ہے بہ باب تصور کے فوائد اور منافع۔ اسی طرح اکثر اولیاء اللہ کے واقعات مریدوں کے ساتھ وقوع میں آچکے ہیں۔

جامع کمالات، منبع علوم جلی و خفی مولانا حکیم حاجی سید فرزند علی دہلوی (مدینہ منورہ) خلیفہ اعظم حاجی نامدار صاحب نقشبندی خلیفہ اعظم حضرت بابا جی نور محمد صاحب تیراہیؒ اپنے رسالہ جلد اطیب میں بیان کرتے ہیں کہ شیخ کی مجلس میں ایک دن شغل برزخ (تصور شیخ) کے متعلق بات شروع

ہوئی اور زبان پر آیا کہ بعض علما اس شغل کو منع کرتے ہیں بلکہ اس کو شرک جانتے اور کہتے ہیں کہ اس شغل سے عبادت میں اور صفات میں شرک لازم آتا ہے کہ شیخ کو مثل خدا حاضر و ناظر تصور کرتے ہیں یہ شرک فی الصفات ہے اور اس کے آگے دست بستہ بیٹھتے ہیں اور یہ شرک فی العبادت ہے اور دونوں ممنوع ہیں پس لازم آیا کہ یہ چیز بھی ممنوع ہو گی فرمایا کہ شغل برزخ میں اگر کوئی یہ اعتقاد جو کہ معترض بیان کرتا ہے رکھتا ہے بے شک فرقہ ناجیہ اہل سنت (کثرہم اللہ تعالیٰ) کے عقاید کے خلاف ہوگا مگر حضرات مشائخ یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے اور طالبان حق میں سے کسی کو ایسا تعلیم نہیں کرتے۔ تعجب ہے کہ بزرگان دین، صدق و یقین رکھنے والے راہِ حق کے پیشوا اور درگاہ حق کے مقربوں کے حق میں ایسی بد عقیدگی رکھتے ہیں۔ اگر حضرات صوفیائے کرام یہ عقیدہ رکھتے ہوئے خلق کو تعلیم کر کے گمراہی کے کنوئیں میں گرائیں تو پھر ہدایت کون کرے گا۔

یہ اعتراض یا تو دشمنی و حسد و بغض کے سبب سے ہے یا غلط فہمی کی وجہ سے شغل برزخ کی حقیقت یہ ہے کہ شیخ مقتدا کی صورت مثالی کو دل کے مقابل خیال کر کے اس کو فیضان الٰہی کا واسطہ جان کر ذکر الٰہی میں مشغول ہوں انصاف سے کہنا چاہیے کہ اس صورت حال میں شرک فی العبادت اور شرک فی الصفات کہاں ہے کسی شخص یا چیز کی صورت مثالی کا تصور کون سی آیت حدیث یا کتاب عقاید میں شرک لکھا ہے اگر کوئی شخص صورت مثالی زید کو اور اس کے قصۂ خاص کو جو اس سے واقع ہوا ہو۔ اس وقت تصور کرے اور کہے کہ میں گویا اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ یہ کر رہا ہے۔ وہ کر رہا ہے اس میں شرک کیسے لازم آتا ہے اور اس قسم کے مضامین بے شمار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات میں منقول ہیں اس کی تفصیل احادیث میں تلاش کرنی چاہیے اور انصاف سے کام لینا چاہیے۔ اور دو زانو یا مراقب ہو کر بیٹھنا حق تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لئے ہے۔ کوئی شخص ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ برزخ

Marfat.com

کی عبادت کرتا ہے یہ ان لوگوں پر بہتان ہے حق تعالے نے شغل برزخ میں طالبوں کی تکمیل اور ان کے حصول فیض کی بہت بڑی تاثیر رکھی ہے کہ اس طرح اور اس قدر تاثیر کی تیزی دوسرے اشغال میں نہیں ہے اور درمیانی عقل کو اس کی علت اور سبب دریافت کرنیکی (جیساکہ چاہیئے) دسترس نہیں ہے بلکہ تاثیروں کی علت اور تمام اشیائ کے خواص (خاصیتوں) کے معلوم کرنے میں اسی طرح ہے اگر انصاف سے کام لیا جائے اور غور فرمایا جائے تو آیات اور احادیث سے اس شغل برزخ (تصور شیخ) اور واسطہ یعنی وسیلہ کا استنباط ہو سکتا ہے (یہ مسئلہ نکل سکتا ہے موجود ہے) اور حضرات صوفیائے کرام کے اقوال اور تعلیم (منکرین بھی ان کی بزرگی شان کی بلندی ان کے علم وعرفان اور ان کے مقتدا ہونے کے قائل ہیں) خود انتے ہیں کہ ان کی گنتی دشوار ہے واللہ علم بالصواب

تصور شیخ کی طرف بلانے اور اس کی ضرورت کی وجہ جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رح اپنے مکتوبات میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

پہلے جاننا چاہیئے۔ کہ اس شغل کی طرف بلانے ۔ اور اس کی ضرورت کی وجہ کیا ہے اس کی ضرورت کی وجہ کو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے تمام جہان آپ کی بزرگی (فضیلت کا مقتدا اور قائل ہے۔

اول:۔

مکتوب نمبر ۱۸۶ جلد اول میں فرماتے ہیں کہ فیض لینے دینے کا طریقہ طرفین کی مناسبت پر ہے۔ اول تو طالب کی بسبب کمال کم ظرفی اور کمینگی کے اللہ جل شانہ کے ساتھ نسبت نہیں ہوتی اسلئے دونوں طرف تعلق رکھنے والا برزخ درکار ہے اور وہ شیخ کامل ہے پس جب حضرت حق کی تائید سے ایسے شخص کی صحبت میسر ہو تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کردے اور کوئی دم بھی اس سے جدا نہ ہو۔

دوم:۔ حضرت امام العارفین قدوۃ الابرار ناصر الدین عبید اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کُونُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے معنوں میں فرماتے ہیں کہ کینونت مع الصادقین کے دو معنی ہیں ایک کینونت صورت کے لحاظ سے اور وہ یہ ہے کہ صدق کے

ساتھ مجلس وصحبت کو ہمیشہ لازم جانے تاکہ ان کی دوامی صحبت سے اس کا باطن ان کے اخلاق وصفات کے نور سے منور ہوجائے دوسری کینونت معنوی لحاظ سے یہ ہے کہ باطنی طور پر ایسے گروہ کے ساتھ طریق تعلق (تصور) کرے کہ جو وسیلہ ہونے کے قابل اور اس کا حق رکھتے ہیں اور صحبت کو وقتی طور پر حاضر نہ کرے۔ جیساکہ دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے۔ بلکہ ایسا کرے کہ صحبت دائمی نصیب ہو اور ظاہریت سے باطن کی طرف عبور کرے تاکہ ہمیشہ نظر میں قائم رہے جب یہ حالت ہمیشگی اختیار کرے تو ایک دوسرے کے ساتھ ایک مناسبت اور اتحاد حاصل ہوگا اس مناسبت سے جو کچھ مقصود اصلی ہے اس کی حقیقت حاصل ہوگی بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس ضروری امر سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے یہ ہے۔ چاہیئے کہ دل ان صادقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تعلق پکڑے۔ صادقوں کا گروہ وہ ہے کہ جو کچھ غیر حق ہے ان کی بصیرت کے سامنے سے ہٹ چکا ہے۔ ہ

سامنے استاد کے جو محوی ہو

جان شاگردوں کی اس سے محوی ہو

پھر اگر استاد ہی خود محوی (محو رہنے والا) ہو اس کے شاگردوں کی جان بھی محوی ہو

سوم :۔

عمدۃ المحدثین سند الفقہا والمفسرین حضرت شیخ عبد الغنی دہلوی مجددی نے فرمایا کہ جب تک سالک ماسوی اللہ کو ترک نہ کرے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ کہ اس کا ترک کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فرض کیا کہ ظاہر میں ترک بھی کرے تو دل سے ترک کرنا مشکل ہے۔ حضرات مشائخ اللہ تعالےٰ ان کے بھیدوں کو پاک کرے کہ وہ روحانی طبیب ہیں انہوں نے اس کا علاج اس طرح فرمایا ہے کہ پہلے دل کا تعلق (تصور) شیخ مقتدا کے ساتھ درست کرے حتیٰ کہ آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچے کہ ہر دم خیال اور برزخ سامنے رہے جب نوبت یہاں تک پہنچے تو اس کے دل کے میدان سے دوسرے خیالات

Marfat.com

اور خطرات گم ہونے لگتے ہیں اور مقام فنافی الشیخ حاصل ہوتا ہے اس حالت میں نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ سالک کو اپنی صورت اور دوسروں کی صورت شیخ کی صورت کی مثل نظر آتی ہے۔ اس وقت شیخ کے ساتھ مناسبت (نسبت) حاصل ہوتی ہے تمام خیالات اور خطرے بوریا بستر باندھ کر اس کے سینے یعنی دل سے نکل جاتے ہیں اور قدم فنافی اللہ کے مقام پر پڑتا ہے۔

چہارم:۔

یہ بھی آپ نے فرمایا کہ ایک دن مولوی احمد علی صاحب محدث مولوی عبید اللہ نو مسلم کو اپنے ہمراہ دہلی میں میرے پاس لائے۔ اور کہا کہ مولوی عبید اللہ تصور شیخ کی بابت مشائخ پر اعتراض کرتا ہے کہ اس شغل میں جوگیوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے کہ وہ گرد کا دھیان یعنی تصور کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی اشنانِ گنگا کے ایام میں کسی تقریب پر اس میلہ میں آئے وہاں رات کو سو جائے اور اس کو خواب میں احتلام ہو جائے پس اگر غسل جنابت کرتا ہے تو کفار کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور اگر غسل نہ کرے تو نماز فوت ہو جاتی ہے۔ فرمایئے کہ وہ کیا کرے۔ کہنے لگے کہ غسل کرے یہ مشابہت اس کو ضرر نہ دے گی اور نہ کرنے کی صورت میں نماز (فریضہ) کے ترک کرتے میں مبتلا ہوگا اور گنہگار ہو جائے گا۔ میں نے کہا حضرات مشائخ رحمہم اللہ تصور شیخ یعنی شغل برزخ اس لیے کرتے ہیں تاکہ دوسرے خیالات سے بچے رہیں۔ تم بتاؤ کہ یہ خیال کہ تصور شیخ کو فیض الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر اس کو کرتے ہیں۔ خوب ہے یا زنا فسق جنگ مکتے اور سؤر کے خیالات خوب ہیں کہنے لگے سمجھ لیا۔ یہی شغل برزخ خوب ہے تاکہ تمام خبیث اور پلید خیالات سے باز رہے ان تمام کا جواب بطریق سوال و جواب لکھا جاتا ہے جن کی سند قرآن کریم اور احادیث شریف سے پیش کی گئی ہے۔

سوال:۔

شغل برزخ یعنی تصور شیخ میں شرک فی الصفات اور شرک فی العبادات لازم آتا

Marfat.com

ہے اس لئے شیخ کو حاضر و ناظر سمجھ کر مراقبہ میں بیٹھتے ہیں یہ شرک صفات میں ہے اور اس کی شیخ صورت کو تصور کر کے ذکر کرتے ہیں یہ شرک عبادت میں ہے ۔

جواب :۔

معترض کا یہ گمان محض غلط ہے اس لئے کہ مشائخ عظام میں سے کسی نے بھی اس کی صراحت اور اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا کہ شیخ کو مثل خدا حاضر و ناظر عالم الغیب اعتقاد کر کے بیٹھے اگر کوئی اس قسم کا اعتقاد رکھتا ہے بے شک ہمارے نزدیک بھی شرک ہوگا ۔ ہرگز ہرگز نہیں کہ حضرات مشائخ اور ان کے تابعدار بہ حیثیت اعتقاد رکھتے ہوں بلکہ وہ اپنے شیخ مقتدا (پیر و مرشد) کا تصور کرتے ہیں اور اس کے بوزخ (شکل) کو خیال میں حاضر جانتے ہیں اور اس میں کوئی خطرے کی بات نہیں اور لازم نہیں آتا کہ اس کے وجود (شکل) کا ظہور (خیال) ہر شان و ہر حال میں واقع ہو ورنہ ہر خیال کی گئی چیز میں یہ خطرہ لازم آئے گا اور وہ مشرک ہو جائے گا پس زمانہ میں کوئی بھی مسلمان نہ رہے گا کیونکہ اگر کوئی زید کو اور اس کے قصہ کو جو اس کے ساتھ گزرا ہے قصد کرے خیال میں لائے کہ سارے کا سارا قصہ سامنے ہے گویا کہ وہ زید کے ساتھ بات چیت کر رہا ہے اس سے مسئلہ پوچھتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے اور اس حالت کو جو کبھی گزر چکی ہے ہو بہو اپنے خیال میں لاتا ہے اس میں کیا شرک ہے کراہت بھی نہیں ہے شرک تک نوبت کیسے پہنچی اور اس قسم کے حالات اکثر صحابہ سے بھی منقول ہیں ۔

پنجم :۔

چنانچہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ در شرح بخاری می آرد ۔ قال الطیبی ان المصلین اذا استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لھم بالدخول فی حرم الحی الذی لا یموت فقرت اعینھم بالمناجات فنبھوا علی ذالک بواسطۃ نبی الرحمۃ و برکاتہ متابعتہ فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و

برکاتہٗ۔

ترجمہ:۔

چنانچہ محدث قسطلانی شرح بخاری میں لائے ہیں۔ طیبی نے کہا جب نمازی التحیات کے پڑھنے سے باب الملکوت کھولنا چاہتے ہیں تو انہیں اس زندہ (خدا) کے حرم میں جو کبھی نہیں مرتا داخل ہونے کی اجازت مل جاتی ہے تو وہ مناجات سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں پس اس پران کو خبردار کیا جاتا ہے نبی رحمت و برکت کے واسطہ سے پس وہ متوجہ ہوتے ہیں اور پاتے ہیں کہ حبیب حرم حبیب حاضر ہے اس کی طرف السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے دعرض کرتے ہوئے متوجہ ہوتے ہیں۔

سوال:۔

حدیث میں جاندار کی صورت بنانا منع فرمایا ہے اور برزخ خیالی تصور ہے لہٰذا یہ بھی ممنوع ہے۔؟

جواب:۔

ظاہر طور پر (خارج میں) تصویر بنانا منع ہے کسی صورت کا تصور یا خیال میں لانا منع نہیں ہے اگر وہ بھی منع ہوتا تو فقہا نماز میں تشہد کے معانی کے خیال کرتے کا حکم نہ فرماتے اور صحابہ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) بھی کانی انظر الی رسول اللہ (گویا کہ آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں) نہ فرماتے اور شیشہ دیکھنا ہرگز جائز نہ ہوتا منکرین سے بعید نہیں ہے کہ کہہ دیں شیشہ دیکھنا حرام ہے مگر ان روایات حدیث کا کیا جواب دیں گے۔ اس واسطے کہ ابن حبان، دارمی، بزار اور طبرانی کی روایت میں شیشہ میں منہ دیکھتے وقت دعائیں منقول ہیں جیسا کہ یہ دعا اللھم حسنت خلقی فحسن خُلقی

(ترجمہ) اے اللہ تونے میری اچھی صورت بنائی ہے سیرت یعنی خُلق بھی اچھی بنا دے اور پانی وغیرہ میں اشیا دیکھنا بھی جائز نہ ہوتا اور ان سب کو ناچاری کی وجہ سے انکار کرنے والے بھی ناجائز خیال نہیں کریں گے اور میں نہیں جانتا کہ کون سی چیز

Marfat.com

اس کا سبب بنی کہ وہ فعل جس کو تمام اولیاء اللہ جائز رکھتے ہیں یہ لوگ اس کے انکار پہ اصرار (ضد) کرتے ہیں مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی صبح کو یہ دعا پڑھے دمانگے، اس دن جتنے گناہ اس سے ہوں گے سب بخشے جائیں، اور اگر شام کو کہے رات کو جتنے گناہ اس سے ہوں گے بخشے جائیں گے دعا یہ ہے

اللھم اصبحنا نشھدک ونشھد حملۃ عرشک وملٰئکتک وجمیع خلقک انک انت اللہ لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک و ان محمدًا عبدک ورسولک

"اے اللہ ہم تیری شہادت دیتے ہیں (موجود جانتے ہیں) اور تیرے عرش پر رہنے والوں اور تیرے تمام فرشتوں اور تیری تمام خلقت کی (موجودگی) شہادت دیتے ہیں اور یہ شہادت بھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے خاص الخاص بندے اور رسول ہیں"، خیال کرنا چاہیئے کہ اس دعا میں تمام ساکنان عرش تمام فرشتوں اور تمام خلقت کی گواہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ شہادت شہود (حاضری۔ موجود ہونے) کو لازم ہے اور یہ شہود حقیقی (اصلی) نہیں بلکہ محض خیال و تصور میں ہے پس اگر کسی غرض اور مصلحت کے سبب سے غیر کا تصور کیا جائے عبادت کے منافی اور شرک کا سبب نہ ہو گا بلکہ بعض جگہ بخشش کا سبب ہو گا جیسا کہ اس مثال میں ہے۔

سوال :۔

ہر ایک کام کی کوئی نہ کوئی غایت اور فائدہ ہوتا ہے اس شغل میں کیا فائدہ ہے کہ اس کو لازم سمجھا جائے۔؟

جواب :۔

حضرت امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۱۸۷ میں فرماتے ہیں جاننا چاہیئے کہ پیر اور مرید کے درمیان رابطہ کا حاصل ہونا بے شک دشیہ نسبت تامہ (کامل) کی علامت ہے اور پیر (مرشد) کے درمیان فیض لینے دینے کا ذریعہ ہے اور

Marfat.com

وصول یعنی واصل ہونے کے طریقوں میں سے کوئی طریق رابطہ کے طریق سے زیادہ قریب نہیں ہے کون ساخوش نصیب ہے کہ اس کو اس سعادت سے سعادتمند بناتے ہیں،، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ قول الجمیل میں فرماتے ہیں اور تیسرا طریقہ وصول اللہ کا رابطہ شیخ (تصور شیخ) ہے اور شرط اس کی یہ ہے کہ شیخ قوی توجہ والا اور دوامی یادداشت والا ہو۔ پس اگر اس کو پالے تو اپنے نفس کو ہر شیے سے خالی کر کے اس کی محبت بھرے اور انتظار کرے کہ کس طرح اس سے فیض آتا ہے۔ الخ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں اور جب پیر اس سے غائب ہو اس کی صورت اپنی دونوں آنکھوں کے بیچ میں محبت اور تعظیم کے لحاظ سے خیال (تصور) کرے تو اس کی صورت (تصور) وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ خیالی صورت (تصور) اور شیخ مقتدا کا تصور صحبت (معیت) اور دیدار کا قائم مقام ہے اور حدیث صحیح (وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا) اسی رو سے ان کی صحبت سعادت تک پہنچانے کا سبب ہے اور عالم کے منہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور یہ نظر عام ہے خواہ ظاہری آنکھ سے ہو یا بصیرت (باطنی نگاہ) (خیال) سے شریعت میں دونوں معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ تحقیق میں دیکھتا ہوں سات گائیں (القرآن) اور گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

ششم

عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت کی قسم سے ہے جیسا کہ جامع صغیر کی حدیث میں حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ چیزیں از قسم عبادت ہیں۔ (۱) کم کھانا (۲) مسجدوں میں بیٹھنا (۳) کعبہ پر نظر کرنا (۴) قرآن کریم میں نظر کرنا (دیکھنا) (۵) عالم کے چہرے کی طرف نظر کرنا۔ جب کہ عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا ایک عام عبادت ہوتی ہے تو شیخ مقتدا یعنی پیر کامل کے چہرہ کو دیکھنا (زیارت کرنا) کیوں عبادت نہ ہوگی کہ پیر کامل

Marfat.com

اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اس کی محبت یاد الٰہی کا موجب اور غفلت دور کرنے کا سبب ہے۔ غفلت کا دور کرنا اور ذکر اللہ کا حاصل کرنا یعنی ذکر اللہ میں ہمیشہ رہنا اس بلند پایہ گروہ کا سورج سے بھی زیادہ روشن اور ظاہر ہے اور نبی علیہ السلام کی حدیثیں بھی ان کی تائید میں ناطق ہیں۔ بول رہی ہیں۔

ہفتم :-

روی الطبرانی عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من الناس مصابیح لذکر اللہ اذا رؤا ذکر اللہ (طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض آدمی اللہ کے ذکر کے چراغ ہیں جب ان کو دیکھو خدا یاد آ جاتا ہے۔

روی الحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولیآء اللہ تعالیٰ الذین اذا رؤا ذکر اللہ۔ (حکیم ترمذی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دوست وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھو خدا یاد آ جاتا ہے۔

روی الطبرانی عن عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیار امتی الذین اذا رؤا ذکر اللہ (طبرانی نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھو خدا یاد آ جاتا ہے۔ نعم کذا فی الجامع الصغیر (اسی طرح حال جامع الصغیر میں بھی ہے)

جب رابطہ اور صحبت پیر کی واصل باللہ ہونے کے سب طریقوں سے نزدیک ترین راہ ہے اور پیر کی زیارت عبادت اور یاد الٰہی کا سبب ہے اور اس کی عدم موجودگی میں پیر کے تصور سے وہی نتائج برآمد ہوتے ہیں پس اس کا شغل کرنے والا وصول الی اللہ کے اقرب طریق کا طالب ہوگا۔

Marfat.com

سوال

اس فعل کا رواج صحابہ و تابعین (اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو) کے زمانے میں اس غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا۔

جواب

دارمی ابی عبیدہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے ربیعہ بن معوذؓ سے کہا کہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کر۔ اس نے کہا اے بیٹا! اگر تو نے آپؐ کو دیکھا ہوتا۔ دیکھتا چمکتا ہوا آفتاب۔

پس اگر اس نقش اور تصور (صورت) کو حصول فیض میں اور محبت کی زیادتی میں دخل نہ ہوتا۔ تو حلیہ شریف کا دریافت کرنا اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا کیوں اور کس لئے ہوتا کیونکہ اگر یہ غرض ملحوظ نہ ہوتی تو یہ دریافت اور تعلق اس سے پیدا کرنا۔ لغو ہوتا ہے فائدہ حرکات کی نسبت صحابہ۔ تابعین، بزرگان امت سے کرنا نیز ایمان سے دور ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ عبداللہ امام اصفہانی جو کہ حضرت علاؤالدین عطار (حضرت خواجہ بزرگ سید بہاؤالدین شاہ نقشبند بخاریؒ کے خلیفہ) کے بڑے خلیفوں میں سے ہیں اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔ ہمارے سلسلہ عالیہ کی توجہ کرنے کا طریقہ اور ان کا باطنی نسبت کا پرورش کرنا ایسا ہے کہ جب اس میں مشغول ہونا چاہتے ہیں تو پہلے وہ اس شخص کی صورت کو جس سے یہ نسبت حاصل کی ہو اپنے خیال میں لاتے ہیں اس وقت تک کہ اس کی مقرر کردہ کیفیت اور حرارت کا اثر پیدا ہو۔ اس کے بعد اس خیال کی نفی نہیں کرتے بلکہ اس کو نگاہ میں رکھتے ہیں اور آنکھ کان اور تمام قوتوں سے اس خیال کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ غیبت اور بے خودی (فنا) اس طریق سے منہ دکھا۔ یا یعنی ظاہر ہونا شروع ہوتی ہے اور جو فکر (وسوسہ) کہ آئے توجہ کے ساتھ اپنے دل سے اس کی نفی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سوسہ دور ہو جائے اور اگر نفی نہ ہو تو اس تصور کی طرف

Marfat.com

توجہ کرنا اور اس کو نگاہ رکھنا۔ تاکہ پھر وہ نسبت پیدا ہو اور اس وقت خود وہ صورت منتفی (دور) ہو جاتی ہے۔ لیکن چاہیئے کہ متوجہ شخص نفی نہ کرے۔ اس عبارت سے بھی ظاہر ہوا کہ رابطہ اور تصور شیخ کی مشق سے مراد فنا ہے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یا ہیچ کس را تا نگردد او فنا
نیست رہ در بارگاہ کبریا

جب تک کوئی شخص مقام فنا حاصل نہ کرے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کو رسائی نہیں ملتی اور یہی حق کی حضوری کا سبب اور خطرات کی نفی کا باعث ہے (وہ خطرات جو حضوری حق میں خلل انداز ہوتے ہیں) یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس تخیل اور صورت (تصور شیخ) کی ضرورت محض وصول الی اللہ (اللہ تک پہنچنے) کے لئے ہے جب یہ مطلب حاصل ہو گیا پھر اس کی حاجت نہیں رہتی بلکہ وصال کے بعد وہ صورت خود بخود نفی ہو جاتی ہے۔

دہم

صاحب رشحات فرماتے ہیں کہ شیخ عبد الرزاق شیخ حسن کے بزرگ مصاحبوں اور ان کے خلیفوں سے ہیں اور شیخ حسن حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کے فرزند اور خلیفہ ہیں ان کا طریقہ بھی نسبت رابطہ (تصور) کی مشق کرنا تھا۔ ایک دن حضرت سید قاسم تبریزیؒ کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ حضرت سید صاحب نے ان کو فرمایا کہ تمہاری نسبت اور رابطہ (تصور شیخ) کا طریقہ بہت اچھا ہے انہوں نے اس طریقہ کو اچھا جانا اور بتایا ہے۔

یازدہم

حضرت خواجہ محمد یحییٰ شہیدؒ جو کہ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار کے چھوٹے صاحبزادے اور خلیفے ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت نے مجھے طریق رابطہ یعنی تصور کا اشارہ فرمایا تھا۔ ایک دفعہ اس شغل کی ابتدا میں آپ حضرت کی خدمت

Marfat.com

میں بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے یاران طریقت بھی موجود تھے۔ میرے دل میں آیا کہ کیا توجہ آپ کے چہرہ مبارک کی طرف کرنی چاہیئے یا آپ کی آنکھوں کی طرف۔ جب میں نے ان کی طرف نظر کی تو آپ نے اپنی انگشت شہادت اپنے دو ابروں کے درمیان رکھ دی معلوم ہوا کہ نظر ہمیشہ حضرت کے دو ابروئے مبارک کے درمیان کرنی چاہیئے جس وقت کہ دوسرے سب یار چلے گئے خلوت یعنی تنہائی ہوئی میرے خیال کے مطابق ہی آپ نے تصریح فرمائی۔

دوازدہم

حضرت مولانا نورالدین تاشقندیؒ جو کہ اہل اسرار کے امام حضرت ناصرالدین عبیداللہ احرارؒ کے خلیفہ ہیں کو طریق رابطہ درپیش تھا اور اس کی مشق میں بہت مشغول تھے اور تھوڑے عرصہ ہی میں اس نسبت میں غرق ہو گئے تھے (دیا لیا تھا) ایک دن مولانا زادہ جنہوں نے کہ مولانا نورالدین کے اس باطنی شغل پر اطلاع پالی تھی اس کے ساتھ سخت کلامی کی اور کہا کہ اگر نماز میں اس طرح مشغول ہو گا تو کفر تک یہ پہنچا دے گا۔ خبردار کہ نماز میں تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنے تک اپنے آپ کو اس نسبت سے باز رکھنا اور اپنے دل کو نگاہ میں رکھے مولانازادہ کے جواب میں انہوں نے میر حسینیؒ کا شعر پڑھ دیا۔

زاں روئے کہ چشم تست احول
معبود تو پیر تست اول

یعنی اس سبب سے کہ تیری آنکھ بھینگی ہے۔ تیری توجہ کا مرکز پہلے پیر ہی ہے جب حق نما کو پائے گا۔ تو حق کو بھی پائے گا انشاء اللہ تعالےٰ مولانازادہ کا اعتراض کرنا اور مولانا نورالدینؒ کا جواب حضرت خواجہ تک پہنچا دیا گیا تھا حضرت خواجہ نے مولانا زادہ کو فرمایا کہ ایک شخص کا دل نماز پڑھتے وقت جائیداد اسباب غلاموں مویشیوں وغیرہ تمام خسیس اور ناپاک چیزوں کی طرف جاتا ہے وان میں متوجہ ہوتا ہے اکافر نہیں ہے تو ایک مومن کا دل مومن کے ساتھ تعلق پکڑے کیونکر کفر تک پہنچے گا۔

Marfat.com

سیزدہم

شیخ نیک کار در بخاری جو کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری کے مریدوں سے ہیں کہتے ہیں کہ امیر برہان کی شکایت میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کی کہ وہ اکثر میری نسبت کو تباہ کر ڈالتے ہیں اور مجھ کو پریشان اور خالی کر دیتے ہیں فرمایا کہ جس وقت وہ تمہاری طرف متوجہ ہو تو میری طرف متوجہ ہونا اور کہنا کہ میں نہیں ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب ہیں۔ اس فرمان کے بعد جب میں امیر برہان کے پاس پہنچا۔ اس نے چاہا کہ اسی طرح میری طرف متوجہ ہو میں بھی حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور ان کا تصور کر لیا اور کہا میں نہیں ہوں۔ حضرت خواجہ ہیں میں نے فوراً دیکھا کہ میر برہان کی حالت بدل گئی اور بیہوش ہو کر گر پڑا اس کے بعد پھر کبھی وہ مجھ پر تصرف کرنے کے لئے متوجہ نہ ہوا۔

چہاردہم

حضرت خواجہ محمد پارساؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سید بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ۔ جب دوسری دفعہ سفر حجاز پر تشریف لے گئے میں خدمت پر مامور تھا حجاز کے صحرا میں ایک مخلص کو مراقبہ کا حکم فرمایا اور اپنی صورت کو بھی اپنے خیال کے خزینہ میں محافظت کرنے کا حکم فرمایا۔

پانزدہم

رشحات میں خواجہ عطارؒ کے مقالات میں مذکور ہے فرماتے تھے کہ مرشد کے ساتھ تعلق اگرچہ حقیقت میں غیر اللہ کے ساتھ ہی تعلق ہے اور آخر میں اس کی نفی کرنی چاہیئے لیکن ابتدا میں وصول کا سبب ہے اور اس کے ماسوائے تعلق کو نفی کرنا ضروریات سے ہے ہمیشہ اسی کا وجود اور اس کی رضا کو طلب کرنا چاہیئے۔ صاحب رشحات شیخ حسن عطارؒ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کا ایک درویش سفر مبارک حج کے ارادہ سے آیا۔ جذب غلبت دبے خودی وحیرت دفنا کے آثار (علامات) اس سے ظاہر ہوئے جب بازار میں سے گزرتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

Marfat.com

وہ کسی باطنی امر میں گرفتار ہے اور خلق کی آمد و رفت اور ان کی گفتگو کا کچھ شعور نہیں رکھتا۔ اور اسی سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ کہ یہ فقیر ان کی خدمت میں جایا کرتا تھا فرماتے تھے کہ اس درویش کا کام اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ہمیشہ خواجہ حسن عطارؒ کی صورت کا مراقبہ کرتا ہے اور اس میں نگاہ رکھتا ہے اور اس نگاہداشت و تصور کی برکت سے حضرت کے جذبہ کی صفت اس میں سرایت کی ہوئی ہے۔

شانزدہم

حضرت مولانا خواجہ علاؤالدین حضرت مولانا سعدالدین کاشغری کے مرید کہ وہ دو واسطوں سے حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند سے جا ملتے تھے فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں کوہستان کی ولائت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے کچھ ریشم کے کیڑے رکھے ہوئے تھے ایک دن ایک بلند درخت سے پتے ان کے لئے کاٹ رہا تھا اور اس کام کے ساتھ ساتھ تصور شیخ میں مشغول تھا اچانک وہ شاخ جس پر میرے پاؤں تھے ٹوٹ گئی اور میں درخت کی بلندی سے الگ ہو گیا یعنی گر رہا تھا۔ دیکھا میں نے ہمارے مولانا صاحب نمودار ہوئے یعنی حضرت مولانا سعدالدین کاشغری۔ مجھے ہوا میں سے اچک لیا۔ اور صحیح سلامت زمین پر رکھ دیا چنانچہ میرے کسی عضو کو بھی صدمہ نہ پہنچا۔ اور جب میں حضور میں حاضر ہوا چاہا کہ ذکر کروں۔ حضور نے اس طرف پہلے ہی اشارہ فرما دیا

ہفت دہم

مولانا رضی الدین عبدالغفور لاری (شرح ملاّ کا حاشیہ لکھنے والے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں) حضرت جامی قدس سرہٗ کی کرامات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ایک مرض میں مبتلا ہوا اور زندگی سے مایوس ہو گیا سب طبیب علاج سے عاجز آ گئے۔ اس حال میں میں نے حضرت کے مبارک دیدار کی آرزو کی۔ فقیر کے سرہانے پر آ کھڑے ہوئے اس وقت کہ کسی عضو میں بھی حرکت کرنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ میں نے بڑی پریشانی سے

Marfat.com

اپنا حال عرض کیا اور کسی شغل یعنی وظیفہ کی تعلیم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس کا اشارہ فرمایا۔ میں اس میں مشغول ہو گیا اور آپ کی اجازت سے آپ کا تصور بھی کرنے لگا آپ بھی متوجہ مراقب ہو گئے۔ ایک لحظہ کے بعد وہ خراب حالت کم ہونی شروع ہو گئی اور اس حالت کی لذت تمام قوی (قوتوں) اور اعضا میں پہنچی چنانچہ میں اٹھا اور دو زانو (اد باسے) ہو کر بیٹھ گیا۔ جب آپ نے سر مبارک اٹھایا مجھے بیٹھا ہوا دیکھ کر فرمایا کوئی پریشانی نہیں رہے گی دعا فرمائی اور واپس چلے گئے۔

ہشتدہم

مولانا عبدالغفور لاری نے نفحات الانس کے تکملہ حاشیہ میں اپنے حال کی نسبت لکھا ہے کہ اس طریق (یعنی طریق خواجگان نقشبندیہ اللہ ان سب سے راضی ہو) کے شغل کا فکر ایک فقیر کو حاصل ہوا۔ ان یعنی حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اس کو لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے ذکر کی تلقین فرمائی۔ ساتھ ہی اپنی صورت مبارک کے حفظ یعنی تصور کرنے کی شرط لگا دی۔ وہ شخص اسی صحبت (مجلس) میں آپ کے فرمائے ہوئے ذکر میں مشغول ہو گیا۔ اسی حال میں اس مبارک ٹولہ کا مقرر کردہ اثر اس میں ظاہر ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک نورانی فضا میں دیکھا اور اس کو بہت لذت اور بڑا شوق حاصل ہوا جس دن کہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔ کا نشان ظاہر ہو گیا یعنی دل کی حالت پہلی حالت سے بالکل مخالف تبدیل ہو گئی۔

نوزدہم

رشحات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرارؒ نے ایک فقیر کو تصور شیخ کا اشارہ فرمایا اور یہ شعر پڑھا۔ ؎

جائے کن اندر درونہا خویش را
دور کن ادراکِ غیر اندیش را

یعنی تمام توجہ اسی پر خرچ کر اور مشائخ طریقت کے دلوں میں اپنی جگہ بنالے

تاکہ تیری مراد پیر کی مراد ہو جائے اور اس نگہبانی کے سبب سے بہت بڑی سعادت (نیک بختی) سے تو مشرف ہو۔ کہ اس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی اور وہ مقام فنا فی اللہ ہے رشحات کا مصنف فرماتا ہے کہ جب میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت جامی کی سفارش سے حضرت خواجہ قاسم (خلیفہ حضرت خواجہ احرار) کے ہاں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ چاہیئے کہ تو حضرت ایشاں کے حضور کے وقت میں حاضر رہے اور غیبت (غیر حاضری) کے وقت دل سے حضرت ایشاں کی طرف دیکھتا رہے کیونکہ ان اوقات میں حضرت ایشاں بادشاہوں اور حاکموں سے ملاقات فرماتے ہیں (نصیحت اور احکام شرعیہ کے جاری کرنے اور مظلوموں کی مدد اور تائید اور مظلوموں سے ظالموں کا شر دفع کرنے اور دین کی حمایت کے لئے جیسا کہ تفصیل سے اس کا ذکر رشحات میں ہے) اور ان کے ظاہری شغل بہت ہوتے ہیں (۱)۔ کہ طالبوں کے ذکر نفی اثبات، توجہ، مراقبہ بتانے کی بھی طاقت (فرصت) نہیں رہی ہے آج کل حضرت ایشاں کی نسبت سے وہ حصہ پاسکتا ہے جو کہ آنحضرت کے تصور میں کوشاں ہو اور مشق کرے۔ طالب اور سالک دور دراز مقامات سے آتے تھے اور جب اس مدعا (مقصود) کو نہ پاسکتے تھے تو محروم ہو کر واپس چلے جاتے تھے۔

بستم:۔ حضرت عبدالاول جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے خلیفہ اور داماد ہیں اپنے حال میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت کی زیارت کی۔ اسی ایک دیدار میں ہی ان کی محبت میں گرفتار یعنی شیدا ہو گیا اور تصور شیخ کے طریقہ کی مشق کرنے میں مشغول ہو گیا۔ متواتر سات سال تک مقام تنبیہ اور سختی میں رکھ کر آپ نے راستے کی خاک کے برابر مجھے بنا دیا یعنی حیوانوں اور درندوں کی صفات تمام مجھ سے نکال دیں مجھے عاجز و نرم بنایا اور میرے نفس کو کشتہ کر دیا یعنی مار ڈالا کہ میں بالکل مردہ سا ہو گیا حضرت مولانا سلطانؒ کہ ظاہر اور باطنی علموں میں جید عالم تھے اور حضرت خواجہ احرارؒ کے خلیفہ تھے فرماتے ہیں کہ آنحضرت کے کلام سے مجھے معلوم ہوا کہ اگرچہ حضور مع اللہ (معیت الہٰی) ایک ہی ہے مگر حضوری کی نسبت جو ذکر کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ خاص رنگ رکھتی ہے

Marfat.com

بت دیگم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مکتوب نمبر ۳ جلد ثانی میں فرماتے ہیں خواجہ محمد اشرفؒ نے نسبت کی ورزش کے متعلق کہا کہ یہاں تک غلبہ پا گیا ہے کہ بوقت نماز سجدہ میں اپنے سامنے جانتا اور دیکھتا ہے اگر نفی بھی اس کی کرتا ہے تو نفی نہیں کر سکتا۔ فرماتے ہیں اس دولت یعنی تصور شیخ بایں حد کے طور طریقہ کی محبت طالبوں کی دلی تمنا اور مطلوب ہے ہزاروں میں سے شاید ایک کو عطا فرمائیں اس معاملہ والا اس نسبت کاملہ کی استعداد رکھتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ تھوڑی سی شیخ کامل کی نسبت سے اس کے تمام کمالات کو جذب (حاصل) کرے پھر فرماتے ہیں رابطہ (تصور) کی کیوں نفی کرتے ہیں اس قسم کی دولت کا حصول سعادتمند اور خوش نصیبوں کو میسر ہوتا ہے تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ (شیخ) کو تصوراً اپنے درمیان جانیں اور تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں۔ نہ اس بے نصیب و بے دولت گروہ کی طرح کہ جو اپنے آپ کو بے نیاز جانتے اور توجہ کو شیخ کی طرف سے پھیر کر اپنا معاملہ درہم برہم یعنی خراب کر لیتے ہیں ان حکمات طیبات سے چند فائدے مرتب ہوئے اول کہ حضور رابطہ (تصور) اگر (خود بخود) نماز میں واقع ہو تو وہ ایسی دولت (نعمت) ہے کہ طالبان مولا کی آخری تمنا ہے۔ دوم یہ کہ یہ حالت شریف اتنی بزرگ ہے کہ ہزاروں میں سے کسی ایک کو میسر آتی ہے۔ سوم یہ کہ اگر کسی کو یہ شریف حالت میسر ہو خوش بختی ہے امید ہے کہ تھوڑی مدت میں شیخ مقتدا کے تمام کمالات حاصل کرے اور اس کا سلوک بہت جلدی بغیر مجاہدہ اور ریاضت کے تمام ہو تکمیل پائے اور اہل اللہ اور خدا رسیدوں سے ہو جائے چہارم یہ کہ اگر یہ حالت نماز میں بھی میسر ہو۔ تو اس کی نفی نہ کرنی چاہیئے اور اس شیطانی وسوسہ کو کہ نماز میں یہ تصور اس کا مسجود لہٗ (جس کو سجدہ کیا جائے) ہے اور اس وسوسہ کے ساتھ شیطان چاہتا ہے کہ اس حالت شریف کو نفی کرنے میں طالب کے معاملہ کو خراب کر ڈالے اس وسوسہ کی نفی اس طرح کرنی چاہیئے کہ تصور مسجد کے محراب اور دیوار کی طرح مسجود الیہ (سمت کعبہ جس کی طرف سجدہ کیا جائے) نہ کہ مسجود لہٗ (جس کو سجدہ کیا جاتا ہے یعنی خدا)

Marfat.com

نتیجہ یہ کہ اس حالت کا ظاہر ہونا بشارت دے رہا ہے کہ شیخ مقتدا تمام حالات میں اس کی طرف متوجہ ہیں اس کے ساتھ ہے شستہ یہ کہ اس حالت کی نفی اور اس کا انکار کرنا بے دولتوں بدنصیبوں کا طریق کار ہے اور اس تصور کی مشق نیک بختوں کا کام اور اور اس طریق سے بے نیازی حال کی خرابی اور ابتری کا سبب ہے اور مصائب اور مشکلات کا باعث ! نیز مکتوب نمبر۔ا جلد ثانی میں بھی خواجہ محمد اشرف کی طرف تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے پوچھا تھا کہ یہ کیا ہے اور اس کا کیا سبب ہے کہ جب نسبت رابطہ (تصور) میں فتور آجاتا ہے تو تمام عبادات میں لذت و سرور حاصل نہیں ہوتا فرمایا کہ وہی وجہ جو کہ رابطہ کے فتور کا باعث ہے ان لذات کی روکنے والی ہے کبھی تو فتور کا سبب قبض ہوتی ہے اور کبھی کوئی کدورت (گناہ کی سیاہی) چھا جاتی ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہی ہو پہلی وجہ (قبض) بری نہیں بلکہ طریق سلوک کے لوازمات میں سے ہے (اکثر ہوتی ہی رہتی ہے) اور دوسری وجہ کے عارضی ہونے کا (لغزش ہو جانا) علاج توبہ اور استغفار سے کرنا چاہیئے پاک ذات اللہ کے کرم سے اس کا اثر دور ہو جائے گا۔ اور جب قبض اور کدورت کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو جائے تو ہر حال میں توبہ و استغفار کرنا فائدہ دیتا ہے۔ مکتوب نمبر ۱۸ میں خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے جاننا چاہیئے کہ تصور شیخ کا طریقہ۔ تکلف اور بناوٹ کے بغیر مرید کے لئے نسبت کاملہ کی نشانی اور علامت ہے پیر اور مرید کے درمیان۔ کہ فائدہ رسانی کا سبب ہے اور کوئی بھی طریقہ وصول حق میں تصور شیخ سے زیادہ نزدیک اور مفید نہیں ہے جانے کس خوش نصیب کو اس سعادت سے بہرہ یاب فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار فقرات میں لائے ہیں ؎

سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق

یعنی مرید کے لئے ذکر کرنے سے تصور شیخ زیادہ مفید ہے کیونکہ مرید کو ابھی (حالت ناقص میں) حق تعالےٰ کے ساتھ نسبت کامل حاصل نہیں ہے کہ ذکر کرنے کی راہ سے پورا نفع حاصل کر سکے اور اسی طرح مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

Marfat.com

یعنی تصور شیخ کی تلوار کے بغیر نفس امارہ نارا نہیں جا سکتا کہ اس کی شرارتوں اور مضرتوں سے نجات ملے اس لیے ایسے نفس کو قابو کرنے اور مارنے والے کو مضبوطی سے پکڑے در بہجۃ السنیہ میں جو کہ آداب طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں ہے خالد محمد بن عبداللہ المانی امام وقت نقشبندی مجددی قادری سہروردی چشتی کی تصنیف ہے لکھا ہے کہ اسی طور پر تصور شیخ ہمیشہ کرتا رہے یہاں تک کہ اپنی ذات وصفات کو صورت شیخ میں گم کردے۔ پس اس وقت شیخ کی صورت میں شیخ کی روحانیت مع تمام کمالات کے ملاحظہ کرے گا کیونکہ شیخ کی روحانیت سے کمالات الگ نہیں ہوتے ہیں۔ روحانیت شیخ اس کی تربیت کرتی ہے یہاں تک کہ بعد ازاں اس کو خدا تعالےٰ تک پہنچا دیتی ہے پس مرید کامل خدا رسیدہ دل میں ہو جائے گا پس مرید تصور کے ذریعے پیر سے تربیت حاصل کرتا ہے اگرچہ ایک ان میں سے مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں۔ پس جان لے کہ تصور اس وقت مفید ہوتا ہے کہ انسان کامل اور ولایت خاصہ رکھتا ہو۔ اس لئے کہ انسان کامل ایک شیشہ ہے جس میں سے خدا نظر آتا ہے پس جبکہ شیخ کی روحانیت کی طرف دیکھے (بصیرت روحانی) کی آنکھ سے تو خدا کو اس شیشہ میں ملاحظہ کرتا ہے پس تصور کے ذریعے بوڑھے چھوٹے بچوں سے اگر وہ کامل ہوں تو مستفید ہوتے اور فیض حاصل کرتے ہیں زندے مردوں سے جو تصرف کرتے ہیں اس لئے کہ رابطہ فیض حاصل کرنے والے کو فیض پہنچانے والے کی روحانیت ولایت کے تصرف میں اس کو لاتا ہے پس روحانیت اس فیض لینے والے میں تصرف کرتی ہے اور کمالات الٰہیہ سے اس کو فیض پہنچا دیتی ہے خواہ مفیض (فیض رساں) زندہ ہو یا مردہ در مقابر ہیں (چند صفحات کے بعد آگے جا کر فرماتے ہیں) پس اگر کہا جائے کہ رابطہ کے لئے کوئی اصل بھی ثابت ہے میں کہتا ہوں کہ ہاں ہے کتاب اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے اور آئمہ کے اقوال میں بھی کتاب یعنی قرآن کریم میں فرمایا حق تعالےٰ نے کہ اس کی طرف سے یعنی خدا کی طرف سے وسیلہ چاہو اور تلاش کرو اگر کہا جائے کہ یہاں مراد رابطہ نہیں بلکہ اس کے سوا ہے۔ میں کہتا ہوں مفہوم عام ہے جب وسیلہ طلب کرنے کا حکم یعنی امر ثابت ہو جائے۔ پس رابطہ سب وسیلوں سے افضل

ہے اس لئے کہ دسیلہ یا نبی ہے یا اس کے نائب اور فرمایا حق تعالےٰ نے کہ کہو اے محبوب، کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو اور اس کی طرف جانا چاہتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے آؤ یعنی میرا دامن تھام لو۔ حق تعالےٰ تم کو دوست بنالے گا اس میں رابطہ کی طرف ہی اشارہ ہے اس لئے اتباع کا تقاضا ہے کہ متبوع دجس کی اتباع کرنی ہے) کو دیکھے یہ دیکھنا حسی یعنی ظاہری دباطنی طور پر ہو یا تخیل و تصور میں ایک ہی مطلب ہے اور رابطہ سے ہماری مراد اور غرض بھی یہی ہے ورنہ اتباع شمار نہ کی جاسکے گی۔

الحدیث بخاری نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ نے شکایت کی کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضور کی صورت پاک مجھ سے جدا نہیں ہوتی حتیٰ کہ غسل خانہ میں بھی یعنی تصوراً۔ حضرت ابابکر صدیق رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں بھی ویسے ہی کیا کرتے تھے (۳) اقوال آئمہ۔ عارف باللہ امام شعرانی قدس سرہٗ نے کہا نفحات میں ذکر کے آداب میں بے شک مشائخ کرام نے ترغیب دی ہے اور مرید پر فیض جاری ہونے کے تمام ذریعوں کو تحریر میں لائے ہیں ان سب وسائل کو جمع کیا۔ بیس آداب تک۔ یہاں تک کہ کہا۔ چہارم یہ کہ ذکر شروع کرنے وقت دلی توجہ سے پیر کی ہمت سے طلب مدد کرے۔ پنجم یہ کہ جانے کہ مرید کی استمداد اپنے پیر سے حقیقت میں نبی سے استمداد ہے۔ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ اس لئے کہ شیخ مرید اور نبی کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہے۔ ششم یہ کہ شیخ کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان تصور کرے یہ مشائخ کے نزدیک بڑا تاکید کیا گیا ہے سب آداب سے بہتر ہے میں کہتا ہوں ہماری غرض رابطہ سے یہ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔۔ شیخ تاج الدین نقشبندی خلیفہ حضرت باقی باللہ دہلویؒ، اپنے رسالہ تاجیہ میں جو سلوک پر لکھا گیا ہے لکھا ہے کہ جس وقت مرید دنیاوی مشاغل سے فارغ ہو تو تازہ وضو کرے۔ تنہائی میں بیٹھے۔ پہلے اپنے شیخ کی صورت کا خیال کرے اور شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ نے اپنی شرح میں جو اس رسالہ شیخ تاج الدین پر لکھی ہے کہا کہ شیخ کی صورت کا کامل حالات پر خیال کرے تاکہ اس کو شیخ سے مدد حاصل ہو کیونکہ اس کا شیخ خدا کی بارگاہ معلی کی طرف ایک دروازہ ہے جیسا کہ فرمایا حق تعالیٰ

Marfat.com

نے اے مومنو! حق سے ڈرتے رہو اور صادقین کے ساتھ رہا کرو ان کے مصاحب ہو

نیز فرمایا کہ تلاش کرو خدا کی طرف وسیلہ سالک کو سلوک کے شروع

میں اتنی قدرت اور طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے خدا کو پہچان سکے

اس لئے مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ کا مشاہدہ کرے اور اس کی صورت کا تصور کرے

تاکہ اس کی مدد کی جائے۔ خدا تعالے کی طرف سے بسبب اپنے شیخ کی صورت کی تعظیم

کرنے کے، جس نے حق سے مدد حاصل کی ہے اسی پر قائم رہے تاکہ اس کو الٰہی فتوحات

حاصل ہوں۔ اور ہم انکار نہیں کرتے کہ مرید کے لئے واسطہ کو چھوڑ دینا اور اپنے رب کی

حضوری حاصل کرنا افضل ہے لیکن ہم ذوقی و وجدانی یقین سے جانتے ہیں کہ اس سے

پہلے ہم اس پر ہتے کہ ممکن نہیں کہ مرید کو اپنے سلوک کے ابتدا میں اس کی ضرورت

نہیں کیونکہ تمام خطرے اور سب مقاصد ٹوٹ نہیں جاتے مگر کہ حادث مخلوق پر۔ عارف

اس کو پہچانتا ہے اور جاہل نہیں جانتا۔ اور جاہل کے نزدیک وہ مخلوق حادث رب ہے

معرفت نہ ہونے کے سبب سے۔ اور کفر میں عذر مقبول نہیں۔ پس وسیلہ اختیار کرنا واجب

ہے تاکہ جدا کرے اور فرق کرے درمیان حادث کے جو اس کے ادراک میں مقدر ہے

اور قدیم میں کہ اس کا ادراک اس سے عاجز ہے اور فرق بھی شہودی اور ذوقی نہ خیالی

اس کے بعد واسطہ ساقط ہوتا ہے اسی واسطے کہتے ہیں کہ جس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا

شیخ شیطان ہے اور جب شیخ اس کا شیطان ہو گا تو وہ کفر میں رہے گا۔ حتیٰ کہ اپنے لئے

وہ ایک ایسا شیخ اختیار کرے کہ اس کے اخلاق، اخلاقِ رحمانی ہوں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ

نے۔ جو کہ منہ موڑے یا چشم پوشی کرے "ذکرِ رحمٰن سے" ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر

کرتے ہیں۔ پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور شیطانوں کا کام ہے خدا

کی راہ سے باز رکھنا اور جانتے ہیں کہ وہ مہتدی ہیں

اسرار حق الیقین سے غافل اور ناواقف بعض لوگ ہمارے طریقہ کو بدعت

جانتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے۔

۔ بلکہ طریقہ نقشبندیہ کے اصول سے رابطہ کی اصل بہت بڑی ہے بلکہ اسبابِ وصول

Marfat.com

ہیں سب سے بہتر کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک کرنے
کے بعد نقشبندیہ بزرگان وسادات میں بعض سلوک اور مسلک میں رابطہ پر بس کرتے تھے
اور بعض اس کے خلاف بھی فرماتے تھے نفس کے ساتھ کیونکہ وہ فنا فی الشیخ کی طرف
سب سے نزدیک راہ ہے اور فنا فی الشیخ ہی فنا فی اللہ کا مقدمہ (پہلا قدم)
ہے اور بعض نے ان میں سے رابطہ ثابت کیا ہے بقول خدا تعالےٰ اے مومنو! پرہیز کرو
اور ڈرو خدا سے اور ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہا کرو۔

شیخ عبیداللہ احرار نے فرمایا کہ صادقین کے ساتھ رہنا مرادان کے ساتھ ظاہری و
باطنی طور پر رہنا ہے اس کے بعد اس کی تفسیر فرمائی کہ معیت باطنی رابطہ ہے اور یہ عام
مشہور بات ہے اور کتاب رشحات میں تفصیل سے لکھا گیا ہے پس وہ بعض منکرین رابطہ
کے اصطلاحی و اصلاحی معنی نہیں سمجھے ورنہ رابطہ کے انکار کی کوئی گنجائش : بحق
حق تعالےٰ کے قول کی تفسیر میں کہ "اگر اپنے پروردگار کی برہان (دلیل) نہ دیکھتا" تمام مفسرین نے
روحانی امداد و تصرف کی تصریح کی ہے اور برہان کی تفسیر ہے کہ "یعقوب علیہ السلام حضرت
یوسف علیہ السلام کے سامنے نظر آئے کہ اپنی انگلیوں کو کاٹتے ہیں اور حنفی آئمہ میں سے
شیخ اکمل الدینؒ نے حدیث کی کتاب مشارق کی شرح میں کہا کہ کسی کے ساتھ
خواب یا بیداری میں اکٹھی ہونے کے بارے میں پانچ اصول کلیہ ہیں۔

(۱) ذات یا صفات میں شراکت (۲) یا افعال میں یا مراتب میں یا احوال میں شراکت
اور جو کچھ عقل میں آتا ہے مناسبت سے دو چیزوں یا اکثر چیزوں کے درمیان ان پانچ اصولوں
سے باہر نہیں ہوتا اور اپنی قوت کے سبب پر مشتمل چیز اور اس کا ضعف زیادہ جمع ہوتا
ہے الاشباہ شریف کے حاشیہ لکھنے والے حموی صاحب نے فرمایا کہ اولیا اپنی جسمانیت پر
روحانیت کا غلبہ ہو جانے کے سبب سے کئی کئی صورتوں میں ظاہر ہو جاتے ہیں اس معنی پر محمول
کیا گیا جو بعض روایات میں درج ہے حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جنت کے ہر دروازے سے بعض اہل جنت کو آواز دی جائے گی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض
کی کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہر دروازہ سے داخل ہوگا آپ نے فرمایا۔ ہاں ابوبکر

Marfat.com

صدیق ان میں سے ایک ہو گا روح اگرچہ ایک ہوتی ہے بعض دفعہ ستر ہزار صورت میں بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ دنیا میں واقعہ رونما ہوتا ہے برزخ میں اس سے بہت زیادہ کیونکہ روح برزخ میں بدن سے جدا ہونے کے سبب سے زیادہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے۔

انہ حکی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فدخل علی بعض امہات المؤمنین فاخرجت لہ مراتہ صلی اللہ علیہ وسلم فرای صورتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یری صورتہ نفسہ۔

امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب تنویر الملک فی رویۃ النبی والملک میں فرماتے ہیں بے شک روایت کیا گیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق انہوں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں۔ پھر کسی ام المومنین کے پاس گئے۔ پس دکھانے پر ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شیشہ دمنہ دیکھنے کا نکالا گیا۔ پس شیشے میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت دیکھی اور اپنی صورت اس میں نظر نہ آئی۔

اسی حالت کا نام مشائخ رضی اللہ عنہم نے فنافی الرابطہ یعنی فنافی الشیخ رکھا ہے اور یہ فنافی اللہ کا مقدمہ وابتداء ہے اور ان کے نزدیک یہ چیز مسلمہ ہے کہ جس وقت رابطہ یعنی تصور کمال کو پہنچتا ہے اپنی شکل بھی شیخ کی شکل کی مثل نظر آتی ہے اور شیخ کے کمالات اور احوال مرید میں ظاہر ہوتے ہیں اور مرید شیخ کے کمالات کا مظہر بن جاتا ہے چنانچہ صاحب ابریز جو اپنے زمانہ کے قطب حدیث کے حافظ احمد بن مبارک فاسی نے اپنے شیخ اس زمانہ کے غوث حضرت سید عبدالعزیز دباغ فاسی مغربی شاذلی کے ساتھ مشاہدہ فکریہ کے باب صفحہ ۲۰۵ میں چند حکایات سننے کے بعد ایک نقل فرماتے ہیں کہ مجھے حضرارئ نے خبر دی اور کہا کہ میرا ایک بیٹا فوت ہو گیا میں اس کو بہت دوست رکھتا تھا اور ہمیشہ

Marfat.com

اس کی شکل میرے ذہن میں رہتی تھی ایک دن دروازہ شہر کے باہر بکری خریدنے گیا اور میرے دل میں اس بیٹے کے متعلق خیال آ رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی آیا اور میرے برابر یعنی ساتھ کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا بیٹا اس بکری کو پکڑ تاکہ میں دوسری خرید سکوں۔ اس حالت میں مجھے کچھ بے خودی سی معلوم ہوتی تھی۔ جو شخص کہ میرے نزدیک کھڑا تھا کہنے لگا اے فلاں کس کے ساتھ بات کرتا ہے۔ یہاں تو کوئی آدمی نہیں ہے پس میں ہوش میں آیا۔ اور وہ بیٹا مجھ سے غائب ہو گیا۔ خدائے تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میرے دل پر اس واقعہ سے کیا گزرا مصنف نے کہا کہ حضرت شیخ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر اس قدر محبت پیر اور مرید کے درمیان ہو جائے تو ضرور بہت نفع دیتی ہے۔ اور فرمایا کہ ایک مرید اپنے پیر کو بہت دوست رکھتا تھا۔ اس حد تک کہ کبھی شیخ اس کی نظر سے غائب نہیں ہوتا تھا۔ اگر پیر اپنے گھر میں کوئی کام کرتا تھا وہ عاشق مرید بھی اس کا ذکر اپنے گھر میں کر دیتا تھا۔ اگر پیر اپنے گھر میں اپنی لڑکی کو آواز دیتا تھا کہ اے فاطمہ وہ مرید بھی حالت بے خودی میں آواز دیتا تھا کہ اے فاطمہ اور جب کبھی اس کا پیر اپنے سر پر دستار مبارک یعنی پگڑی باندھتا تھا مرید اس کا بھی ذکر کر دیتا تھا اور مرید پیر کے احوال سے ہمیشہ باخبر رہتا تھا اور ویسی ہی محبت سے جو اس حد تک پہنچ گئی ہو مرید اپنے پیر کے کمالات کا وارث بن جاتا ہے اور نیز شیخ عبدالعزیز فرماتے تھے کہ جب بھی کوئی مرید اپنے پیر کے ساتھ محبت کا ملہ رکھتا ہے شیخ کی ذات مرید کی ذات میں ساکن ہوتی یعنی جگہ پکڑتی ہے۔ پس ہمیشہ شیخ کے کمالات اور حالات مرید کے اندر ظاہر ہوتے گئے ہیں یہاں تک کہ حق تعالےٰ مرید کو کامیابی اور فراخی بخشتا ہے اور جب پیر کی ذات مرید کی ذات میں ساکن ہو گئی تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی رہائش گاہ (مسکن) کو آراستہ کرتا ہے اور زینت دیتا ہے یعنی شیخ کی خاصیتیں مرید کی ذات میں ظاہر ہونے لگتی ہیں صاحب رسالہ فیضان کبیر در تصور پیر اپنے رسالہ کے آخر پر چند اقتباسات رسالہ عربی بنام الرحمۃ الهابطہ فی ذکر اسم ذات والرابطہ میں سے درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں تجھ پر لازم ہے کہ ایسے آدمیوں کی صحبت اختیار کرے جن کا حال تجھے پستی سے اٹھا

Marfat.com

دے اور اس کی گفت گو تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے اور ہدایت حاصل کرے افضل المرسلین کے فرمان سے جس کی کلام سچی ہے جب تک افق کو آسمان کے ستارے اور اس کا چاند روشن کرتا رہے گا۔ نیک ہم نشین اور برے ساتھی کی مثال اس طرح ہے جس طرح کہ کستوری رکھنے والا کوئی ہو اور بھٹی جھونکنے والا کستوری والا یا تجھے مفت نفع دے گا یا تو اس سے خرید ے گا اور یا اس سے عمدہ خوشبو پائے گا اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑوں کو جلا دے گا یا اس سے تجھے ناگوار بدبو آئے گی۔

الحدیث :۔ تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔ یہ دونوں حدیثیں ترجمہ اور رابطہ کے لئے دلیل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں کیونکہ ان کے الفاظ و معانی سے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں جو واقعات کے مطابق ہیں۔ کہ یہ دونوں حدیثیں صالحین کی صحبت کی ترغیب دیتی ہیں کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک ہم نشین کو کستوری رکھنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے پھر آپ نے ذکر فرمایا کہ اس کی صحبت سے تین فائدوں میں سے ایک یا سب حاصل ہوں گے ورنہ ایک تو یقینی ہے اور وہ خوشبو کا حاصل ہونا ہے جب کوئی مانع یعنی رکاوٹ نہ ہو جیسا کہ آپ نے فرمایا اما یحذیک ای یعطیک یعنی تجھے بلا معاوضہ عطا کرے گا۔ اور عطا اس جگہ یا تو بغیر سوال کے علم کا فائدہ پہنچاتا ہے اور یا حال کا فائدہ پہنچائے گا جو صاحب کمال کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے کہا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو تو محبت کے ساتھ صاحب کمال کی ایک نظر مرید کے خطرات نفسانی کو فنا کر دے گی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اما ان تبتاع منہ یعنی تو اس سے سوال کرے گا تو وہ تجھے زندہ کر دے گا۔ ایسی چیز کے ساتھ جو تجھے نفع دے زبان کے ذریعے یا تو اس سے مدد مانگے گا تو وہ تیری مدد کرے گا روحانیت کے ذریعے اور یہ دل کے ذریعے ہوگا اور کبھی دونوں چیزوں کے درمیان جامعیت ہوگی اور یہ لینا اور عطائے روحانی اہل تصوف و مریدین کے نزدیک وجدان سے محسوسات کی طرح معلوم ہوتی ہے لیکن آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کا فرمان اِمَّا تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً یعنی تیری طرف اس کے حال سے ایسی چیزیں سرایت کریں گی جو تیرے لئے مفید ہوں گی اور یہ سب باتیں صاف صاف مطابق واقعات کے ہیں کیونکہ یہ ایک عکس ہے جو کبھی بغیر جاننے کے حاصل ہوتا ہے جس کی طرف آپ نے اِمَّا يُحْذِيكَ سے اشارہ فرمایا اور کبھی مانگنے اور عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے جس کی طرف آپ نے تبتاع منہ سے اشارہ فرمایا ہے اور کبھی خود بخود عکس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جس کی طرف آپ نے تجد منہ ریحًا طیبۃً سے اشارہ فرمایا ہے اور آپ نے اس مضمون کو دوسرے الفاظ چھوڑ کر وجدان کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہم نشین اپنے ذوق کے ذریعے معلوم کرے گا جو اس کی طرف اپنے نیک ہم نشین کے دل سے سرایت ہو رہا اور آرہا ہے جب کہ طبیعتیں چور ہوتی ہیں یعنی جاسوس۔ تو نورانی دل ایک خاموش ہم نشین سے بھی فائدہ حاصل کرلیتا ہے اور اس کے معنی یہی ہیں کہ نیک آدمی کا حال ہم نشین میں اثر کرتا ہے اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ اگر آدمی کسی کے پاس بیٹھے خصوصًا جب کہ محبت اور اعتقاد کے طریقہ پر ہو تو ضروری ہے کہ اس کی صورت اپنے ذہن میں رکھے گا پس جب کبھی وہ اسے یاد کرے گا تو اس کی صورت اس کے خیال میں آجائے گی تو اگر وہ محبوبانِ الٰہی سے ہوا تو اس کی صورت خیالی (تصور) اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق کی طرف لے جائے گی اور اس کی صورت کا خیال بھی پسندیدہ ہوگا کیونکہ جو کسی موصوف کو تصور کرے تو اس کی صفات کا بھی خیال آئے گا اور جب کہ صفات اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوں تو تصور بھی محبوب ہوگا اور رابطہ کے یہی معنی ہیں اور کوئی عقلمند اس بات میں شک نہیں کرسکتا کہ انسان حرکات ظاہری اور تصور باطنی میں مختار ہے کیونکہ شارع کی طرف سے اس پر کوئی ممانعت و رکاوٹ نہیں۔ اگر اس کی حرکات کسی گناہ کی طرف ہوں گی یا اس کے تصورات کسی معصیت کے ہوں گے جیسا کہ وہ تصور کرتا ہے کہ وہ زنا کر رہا ہے تو یہ تصورات ممنوع ہوں گے۔ بخلاف اس کے کہ وہ تصور کرتا ہے کہ وہ اپنی کھیتی میں آ رہا ہے تو یہ منع نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

Marfat.com

اشارہ کہ خیارکم الذین اذا راٰؤ ذکر اللہ۔ یہ گویا کہ شرح ہے آپ کے اس ارشاد تجد منہ ریحًا طیبۃً کی۔ کیونکہ نیک لوگوں کا محض دیکھنا اللہ تعالےٰ کے ذکر کا موجب ہے تو ان کا تصور علیٰ ذکر ہوا۔ خصوصًا جب کہ محبت اور اعتقاد صحیح ہو کیونکہ اس سے دل کے حجاب رفع ہو جاتے ہیں اور اس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر منقش ہو جاتا ہے اور اگر اس کے ساتھ صحبت بھی ہو تو یہ زیادہ اچھا ہے اور انعکاس قلبیہ کا باعث ہے۔

رابطہ

۱۔ رابطہ جس کا حکم حضرات نقشبندیہ مریدین کو دیتے ہیں۔ اس کے متعلق ابن حجرؒ نے فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے کہ یہ ایسا طریقہ ہے جو جاہل صوفیوں کی کدورتوں سے محفوظ ہے اور یہ مستحب ہے کیونکہ یہ ایسے وسائل سے ہے جو دفع خطرات اور نفی غفلت کا موجب ہیں اور جو بمنزلہ مقصود ہیں۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ جس کام سے شریعت نے منع نہیں کیا اس کا کرنا مباح ہے۔

ہمیں تجربہ ہے جو تواتر کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ ہم جب رابطہ کا تصور کرتے ہیں تو ہم سے تمام اغیار کی نفی ہو جاتی ہے اور صرف یہی غیر باقی رہ جاتا ہے۔ پس ہم اس سے ہٹ جاتے ہیں اس کی مثال اس طرح ہے جس طرح کسی انسان کے کئی دشمن ہوں تو وہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ دوستی لگائے (دوست بنالے) اور باقیوں پر اسے غالب کر دے اور جب وہ ان سب کو ہلاک کر دے تو یہی ایک (دوست نما) دشمن رہ جائے گا۔ تو وہ اس کے زائل (ہٹانے) کرنے پر قادر ہوگا۔ پس اس کو زائل کر دے گا اس لئے کہ جب وہ اس مقام سے گزر گیا اور فنافی اللہ کے مقام پر پہنچ گیا تو یہ غیر اللہ بھی جاتا رہا کہ اس نئے مقام پہ اس کی گنجائش ہی نہیں۔

۲۔ تمہاری بات کہ کتاب اللہ سے کوئی دلیل نہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ کتاب اللہ سے

Marfat.com

کوئی چیز چھپ سکتی ہے؟ حالانکہ اس میں سب کچھ جمع کر دیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یا ایّھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الخ وسیلہ اعمال صالح سے ہے اور اعمال حاصل نہیں ہوتے سوائے اخلاص کے اور کوئی عمل خالص نہیں ہوتا جب تک وہ مختلف کدورات سے خالی نہ ہو اور ہمیں تجربہ حاصل ہے کہ جب ہم رابطہ میں مشغول ہوتے ہیں تو سارے اعمال غفلت کے خطرات سے خالی ہو جاتے ہیں اور غفلت کی حالت میں عمل غیر معتبر ہے کیونکہ بندے کے لیے اس کی نماز ہی سے حصہ لکھا جاتا ہے جو اس نے سمجھ کر ادا کی ہے تو وہ رابطہ ان وسائل سے ہے جو غفلت کے زوال کا موجب ہیں اور غفلت کا زوال مقصود ہے اور جو چیز مقصود کی طرف پہنچائے وہ بھی مقصود ہی ہوتی ہے اور زوال غفلت کے لوازمات میں سے فنائے قلبی ہے اور وہ اشرف الوسائل ہے۔

۳۔ تمہارا اعتراض کہ حدیث ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ کیا کوئی چیز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پاک سے باہر ہے۔ حالانکہ آپ کی کلام سے ہر کلمہ کے نیچے معانی کے سمندر ہیں۔ جن سے نیکی کی طرف رسائی ہوتی ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما الاعمال بالنیات اور اعمال بدنی بھی ہیں اور قلبی بھی پس وہ حرکات و تصورات جو مباح ہیں جب ان سے انسان اطاعت اور تقویٰ کی نیت کرے تو وہ عمل کیسا ہو گا جس میں حصول مراد ہو جائے اور مخفی نہیں کہ ایک بھوکے کا یہ کہنا کسی سیر شدہ کو کہ تو بھوکا ہے اس کے لیے بھوک کا سبب نہیں (یعنی وہ سیر شدہ بھوکا نہ ہو گا) اس طرح معترض کا قول صحیح نہیں

۴۔ یہ تمہارا قول کہ اجماع ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ اہل تصوف کا رابطہ کے عمل میں اجماع ہے اور ایک جم غفیر اس کا قائل اور عامل ہے اور یہ ایک مشہور طریق ہے کہ جو ان کے مذہب پر ہے تو اس کی قبولیت ضروری ہے اور ہم ان کے اقوال پیش کریں گے اور کسی غیر کا اعتراض جو بے علمی کی وجہ سے ہو جائز نہیں۔

۵۔ تمہارا قول کہ قیاس، تو میں کہتا ہوں کہ فقہا نے کہا ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے

Marfat.com

مسنون ہے کہ وہ (نمازی) اپنی نظر ایک جگہ جمائے رکھے ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ یہ جمعیت خاطر اور پریشانیوں کے دور ہونے کا موجب ہے اسی طرح رابطہ بھی دفع اغیار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور حضور قلبی کے حصول کا باعث ہے۔

۶۔ تمہارا قول کہ رابطہ کے مستحب ہونے پر کیا دلیل ہے تو میں کہتا ہوں کہ دلیل مجتہد سے طلب کی جاتی ہے۔ مقلد سے نہیں۔ مقلد کے لئے صرف نقل روایت صحیحہ کافی ہے۔

۷۔ کسی صوفی نے بھی رابطہ کو واجب نہیں کہا اور نہ ہی مستحب بذاتہٖ اس کے جواب میں یہ ہے۔

الباب الرابع۔ رابطہ ان وسائل سے ہے جو حضور تک پہنچاتے ہیں اور وہ وسائل بمنزل مقصود ہیں۔ سید حبیب عبداللہ نے اپنی کتاب اتحاف الوسائل میں کہا ہے کہ حضور قلبی سب عبادات کی روح ہے اور وہ مقصود ہے محققین اس کو معتبر سمجھتے ہیں اور جو اعمال غفلت کے ساتھ سرزد ہوتے ہیں وہ عقوبت و حجاب کی طرف بہ نسبت ثواب کے زیادہ لے جاتے ہیں پس رابطہ حضور قلب کے لئے مفید ہے اور حضور رفع حجاب کے لئے پس رابطہ مطلوب ہے وہ شخص ہلاک ہوگیا جس کا کسی سے کوئی رابطہ نہیں۔ تو تجھ پر رابطہ کا طریق ضروری ہے۔ کیونکہ وہ دل کا تعلق ہے جو اللہ اور رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت اور محبت الٰہی پیدا کرنے والا ہے۔

رابطہ سے غفلت زائل ہوتی ہے۔ قلب کو جمعیت ہوتی ہے دل میں خشوع اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور ان سب چیزوں کا ثمرہ محبت ہے۔ اس لئے کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ چیزوں میں اصل حلت ہے جب تک کہ حرمت ثابت نہ ہو اور جس چیز سے شریعت نے منع نہیں فرمایا وہ مباح اور اس کا کرنا جائز ہے تو حرکات نفسانی اور اس کے جائز تصورات باعتبار اصل جائز ہیں اگر وہ کسی اچھی یا واجب کی طرف لے جائیں۔ تو وہ بھی اسی طرح ہد

گا۔ایک اور جگہ شیخ احمد بن عبد الحیی حلبیؒ نے کہا ہے۔ "رسول پاک پر درود شریف پڑھنے کے آداب میں تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ نمازی پر سخت تاکید ہے کہ درود شریف پڑھنے کے وقت صورت نبویہ (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کا اپنے دل کے شیشے میں تصور کرے گویا کہ وہ آپؐ کے سامنے ہے۔

جو شخص اس طرح درود شریف پڑھنے پر دوام کرے گا تو انوارِ محمدیہ اس کو گھیر لیں گے۔سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا ہے کہ مقصود کے حاصل ہونے کے لیے سب سے قریب ترین طریقہ شیخ کے ساتھ دل کے رابطہ کا دوام اور اس سے فائدہ اٹھانا ہے حتیٰ کہ شیخ کے تصور میں اپنے آپ کی بھی نفی کر دے محقق اردبیلی نے جو کہ مشکوٰۃ شریف کا شارح ہے اپنے رسالہ کلیہ میں لکھا ہے کہ پیر سے فائدہ اٹھانے کی ایک شرط یہ ہے کہ اپنے دل کو شیخ کے ساتھ ہمیشہ مربوط رکھے اور ارادہ کا ملہ کے ذریعے اس سے علم (روشنی) حاصل کرے کیونکہ وہی راستہ کا رفیق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کونوا مع الصادقین اور وابتغوا الیه الوسیلة پھر اس نے کہا ہے کہ مرید کے لیے ضروری ہے کہ یقین رکھے کہ شیخ کی روحانیت کسی ایک مقام کی پابند نہیں۔ بلکہ سب مکانات اس کے لیے برابر ہیں مرید جس مکان میں بھی ہو گا۔ شیخ کی روحانیت اس سے جدا نہیں ہو گی اگرچہ اس کی جسمانیت جدا ہو اور یہ دوری کا تعلق صرف مرید کی طرف سے ہے جب وہ دل سے شیخ کو یاد کرتا ہے تو وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے اور اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے پس جب مرید کو کوئی ضرورت پڑے تو اس کو دل میں یاد کرے اور سامنے سمجھے (کسی واقعہ کے حل کرنے کے لئے) اور دل کی زبان سے (نہ زبانِ بدنی سے) اس سے سوال کرے تو شیخ کی روح اس کو جواب دے گی مسئولہ واقعہ کے معنی بتائے گی اور یہ رابطہ شیخ کے ذریعہ سے آسان تر ہو جائے گا اس وجہ سے اس کے دل کی زبان کھل جائے گی اور اللہ تعالےٰ کی طرف اس کے دل کا راستہ کھل جائے گا۔ تو وہ اس (اللہ تعالیٰ) سے باتیں کرنے لگ جائے گا۔ یہی طریقہ ہے جو مشائخ

Marfat.com

کے نزدیک رابطہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ شیخ کے چہرہ مبارک کا دیکھنا ہے اس سے ذکر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ذکر سے بھی زیادہ تاثیر رکھتا ہے اس کے آداب شرائط کا جاننا ضروری ہے

ابن داؤد حنبلیؒ نے جو تحفۃ العباد کے مصنف ہیں۔ آدابِ مریدیں کہا ہے کہ مرید کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے دل کا تعلق شیخ سے غائبانہ طور پر بھی اس قدر وابستہ ہو کہ اس کو شیخ کے سوائے کوئی نظر نہ آئے جب یہ مشاہدہ اس کا صحیح ہو جائے تو پھر اس سے وہ جمال سرمدی کے مشاہدہ کی طرف منتقل ہو جائے گا یہ وہ چیز ہے جو اہلِ معرفت کے سوا دوسرے مشاہدہ نہیں کر سکتے اور جو نفس امارہ کی شہوت میں پھنسا ہوا ہو۔ یا ایسا ہو کہ اس کے نزدیک روحانیت کوئی چیز نہیں تو وہ یہ بات حاصل نہیں کر سکتا۔ امام ابن عطاء اللہ الشاذلیؒ نے اپنی کتاب مفتاح الفلاح میں فرمایا ہے کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیئے کہ شیخ کو اپنے سامنے خیال کرے اور اسؒ سے ذکر میں مدد لے کیونکہ اس سے مدد لینا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لینا ہے اس لئے کہ وہ ان کا نائب ہے شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اپنے رسالہ مدارج السالکین میں کہا ہے۔ آدابِ مریدیں یہ مستحب ہے کہ اپنے شیخ کی صورت خیالی اپنے سامنے رکھے اور یہ بہت ضروری ہے ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ کے ساتھ دل کا رابطہ بہت مفید ہے خواہ شیخ زندہ ہو یا وصال پا چکا ہو اور شیخ خواہ علم الٰہی میں شیخ نہ بھی ہو کیونکہ ہمارا تعلق دراصل روشنی الٰہی حاصل کرنے کے لئے ہے نہ اس کی ذات سے۔

شیخ تاج الدین حنفی نے اپنی کتاب الفاجیہ میں کہا ہے کہ اس شیخ کے ساتھ رابطہ کا طریقہ جو مقام مشاہدہ تک پہنچ چکا ہے اور تجلیات ذاتیہ پہ فائز ہو چکا ہے بے حد مفید ہے اگر اپنے شیخ کی صحبت میسر نہ ہو بوجہ دوری وغیرہ کے تو مرید پہ لازم ہے کہ کہ اس کی مثالی صورت کو اپنے خیال میں حاضر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ میں ان کے حضور میں ہوں۔ اور اپنے وجود بلکہ ہر شے کی نفی کرے پھر وجود شیخ سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی طرف متوجہ ہو اور اس چیز کو بار بار بہ تکلف کرے یہاں تک کہ نور الٰہی اس طرح چمکے کہ اسرار معانی سے پردہ اٹھ جائے پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گا نہ کہ دوسروں کے ساتھ۔

عالم ربانی جامع علوم عقل و نقل حضرت مولانا مولوی محمود صاحب حنفی چشتی گنجوی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے تصور شیخ پر ایک بے نظیر کتاب بنام طریق السالکین فی اثبات الرابطہ بالصادقین لکھی ہے اس کے مقدمہ میں صوفیائے کرام کے مجتہد ہونے کا ثبوت دیا ہے اور اقوال علمائے ربانی کی شہادۃ پیش فرمائی ہے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی کتاب مرج البحرین میں فرماتے ہیں کہ جماعت صوفیہ کے طور طریقے، ادب آداب اور اصطلاحیں مخصوص ہیں۔ مانند مثل حول کا طریقہ خرقہ پہنانا، قینچی سے بال کترنا، ذکر کی کیفیتیں، گوشہ نشینیاں، مجلس سماع وغیرہ اور یہ باتیں انہوں نے اجتہاد اور استنباط سے نکالی ہیں۔ مانند علماء فقہا کے اور یہ قسم بھی علم کے حصول سے ہے کہ اس میں اجتہاد اور اس کی شرطوں کی صحت اور سنت اور بدعت کی تحقیق پر بحث کی جاتی ہے۔ صوفی اور فقیہہ اس جگہ برابر ہیں اور دونوں کی مراد صحت دلیل اور اصل دادلہ اربعہ (شریعت کی چار دلیلیں دکتاب سنت اجماع امت و قیاس مجتہد) کے وجود میں ہے

۲۔ شاہ محی الدین ویلوری قدس سرہٗ کتاب فصل الخطاب میں فرماتے ہیں۔ کہ اجتہاد علمائے فقہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا عارف حضرات بھی اجتہاد میں فقیہوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں ان کے ساتھ اس میں شریک ہیں اسی طرح یہ بات کہ تصوف علم دین میں سے ایک علم ہے۔ بلکہ علوم دین کا خلاصہ نچوڑ درست ہے۔ کہ روحانی مجتہدوں نے اجتہاد اور استنباط سے مستنبط نکالا کیا ہے اور اس کو علم باطن یعنی روحانی علم کہتے ہیں

۳۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی صراط المستقیم میں لکھتے ہیں

کہ بڑے بڑے اولیاءؒ سب طریقوں کے حضرات سے باطن دشریعت) کے

فن میں امام ہوئے ہیں دامامت حاصل کی ہے) اور اصلاح قلب کے قاعدوں میں جو کہ دین متیں کا خلاصہ (دیکھو!) ہے اجتہاد کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں اور اسی طرح اولیاء اللہ کے طریقوں سے ہر طریقہ میں انہوں نے مجاہدے، ریاضتیں، ذکر اذکار شغل اشغال اور مراقبے مقرر کئے ہیں۔

۴۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ حاشیہ قول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ اسی طرح طریقت کے پیشواؤں نے خاص خاص ذکر دل میں خاص خاص نشستیں اور بیٹھنے کے طریقے ایجاد کئے ہیں۔

۵۔ مولوی خرم علیؒ شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ حضرت مصنف محقق (شاہ ولی اللہ) نے کلام دل پذیر و تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصیں کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ بعض ناداں کہتے ہیں کہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیائے طریقت نے یہ اشغال مقرر کئے ہیں وہ امر زمان رسالتؐ سے اب تک چلا آ رہا ہے گو طریقے اس کے تحصیل کے مختلف ہیں تو فی الواقع مجتہدین شریعت نے ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے اور اولیائے طریقت نے باطن شریعت کی تحصیل کے جس کو طریقت کہتے ہیں قواعد مقرر فرمائے۔ تو یہاں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے۔ ہاں البتہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بسبب صفائی طبیعت اور خورشید رسالت کے تحصیل نسبت میں ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی اور اہل عجم اور بالفعل عرب اس کے محتاج ہیں۔ واللہ اعلم۔

قارئین! تحریرات مذکورہ سے صاف صاف روشن ہوا کہ صوفیائے کرام و مشائخ عظام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم فن طریقت میں پایہ اجتہاد و پایۂ استنباط رکھتے ہیں۔

شاہ عبدالصمد قدس سرہٗ تحفۃ العارفین میں فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انبئکم بخیار کم قالوا بلی

یا رسول اللہ قال خیارکم الذین اذا رؤوا ذکر اللہ (ابن ماجہ) یعنی اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ یاد پڑے۔ خواہ وہ چشم ظاہری یا چشم باطنی سے دیکھے اگر چشم ظاہری کے دیکھنے سے تاثیر عام بے قیام بالمواجہ ہوتی ہے اور یہ علامت ولی کی از بس ضعیف ہے کیونکہ اس علامت میں عوام الناس بھی مشترک ہیں اور چشم باطنی کے دیکھنے سے تاثیر خاص بالمواجہ اور بالغیبہ ایسی ہوتی ہے کہ طالب حق اس آیت وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا کا مصداق ہو کر ماسوائے حق کے عملاً خبر نہیں رکھتا یعنی جیسے خیرگی چشم بواسطہ عینک کے چشم سے دور ہو جاتی ہے ویسے ہی کثافت دوئی دل طالبان حق سے بسبب دیکھنے روئے اولیاء اللہ کے دور ہو جاتی ہے۔ وہ دل نور اخلاص الٰہی کے ساتھ منور ہو جاتا ہے کہ طالب کو ماسوائے حق کے اصلاً کچھ خبر نہیں رہتی اور یہ علامت ولی کی قوی اور محقق ہے یعنی بغیر خیال صورت ولی کے دل میں تاثیر پیدا نہیں ہوتی (الیٰ قولہ) اور یہ ولی کی علامت ہر اہل تجربہ پر اظہر من الشمس ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ علماء (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو منظور و مقبول فرمائے۔ آپ (حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کا حلیہ شریف جو کچھ ان کو پہنچا اور ان کے فہم میں آیا اس کو ضبط (یاد) کیا اور پھر کتابوں میں لکھا ہے اس کا مقصد جمال پاک کا تصور اور اس کمال کا مطالعہ (دیکھتے رہنا) اور ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رکھنا ہے اور ہر گھڑی اس کا لحاظ رکھنا اور اس کام کی مشق کرنا اور اس کا مراقبہ کرنا ہے اس حیثیت سے کہ ہمیشہ وہ جان تازہ کرنے والا جمال نظر میں رہے اور الگ نہ ہو۔ حضرت مصنف لکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ مدارج کی تقریر عدیم النظیر سے صاف روشن ہوا کہ حضرات محدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو احادیث و اخبار حضور سید الابرار علیہ السلام کے حلیہ پاک کے بیان میں لکھے ہیں جیسا کہ کتب احادیث و سیر میں مرقوم ہے اور بڑے بڑے علمائے نامی و فضلائے گرامی کی تصانیف باہرہ میں مذکور ہیں مقصود دلی و غرض اصلی تصور صورت مثالی و پیکر خیالی ہے تاکہ مدام انوار جمال با کمال نبوی سے عاشقان دیدار

Marfat.com

محمدی وشتاقان گیسوئے احمدی خوش حال وبرکات اشتیاق سے مالا مال رہیں پس ثابت ہوا کہ ہر ایک حدیث حلیہ پاک کی اثبات جواز تصور شیخ کے واسطے دلیل کافی وحجت شافی ہے اگر تصور صورت مثالی وپیکر خیالی شرک وناجائز ہوتا جیسا کہ مخالفین خام خیال زعم کرتے ہیں تو صحابہ کرام وراویان صدق المرام جناب محبوب علیہ السلام کا تمام حال چال وخد وخال ہرگز بیان نہ فرماتے کیونکہ ایسی تقریرات کو جن میں احوال حسن وجمال دلدار واقوال خد وخال یار غمگسار مندرج ہوں لاجرم ان کی دید وشنید ہے تصور محبوب مرغوب جوش مارتا ہے مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق فقط دیکھنے سے ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اکثر دفعہ عشق کی دولت گفتار یعنی اوصاف واحوال سننے سے پیدا ہو جاتا ہے ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج نبوت میں فرماتے ہیں قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثرکم علی صلوٰۃ اقربکم منی کے بیان میں کہ مصلی تعلق می گیرد خاطر وے بجمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس عاشق می گردد دل وے برصورت روحانی وے پس قریب می گردد باوے پس می باشد نزد وے وباوے المرء مع من احب دحدیث شریف)

تم میں سے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے وہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہے اس بیان میں فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے والے کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پاک کے ساتھ تعلق پکڑتا ہے پس اس کا دل آپ کی روحانی صورت پر عاشق ہو جاتا ہے اور اس کے قریب ہو جاتا ہے اس لئے آپ کے نزدیک اور ساتھ ہو جائے گا جیسا کہ مذکورہ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس کو وہ بہت محبت کرتا اور زیادہ چاہتا ہے ۔

مولانا محمد عبدالحیی لکھنوی رسالہ رفع الستر کی بحث تکذ کی اہل ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں فرماتے ہیں لہذا الحدیث دامثال

وارد ۃ فی الصحاح استنبطوا جواز تصور الشیخ (اس حدیث سے اور اسی کی مثل اور حدیثوں سے جو صحاح ستہ میں آئی ہیں تصور شیخ کے جواز کا استنباط کرتے ہیں مولانا اشرف علیؒ کانپوری فتویٰ جواز تصور شیخ میں فرماتے ہیں۔ واصل الحدیث نقول کثیر من الصحابہ وقت الروایتہ فکانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (اور حدیث میں بھی ہے وقت روایت کرنے کے اکثر صحابہ فرمانے کہ گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں اور قرآن اور حدیث میں معارض کا موجود نہ ہونا جواز تصور شیخ کی کافی دلیل ہے۔

حدیث متفق علیہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہو جو کہ ایک قوم کو دوست رکھتا ہے اور ان کی صحبت ظاہری میں حاضر نہیں ہوا فرمایا وہ شخص اس کے ساتھ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوت ثواب محبت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ (کہ سب سے بڑا ثواب محبت کا اور اس کا بدلہ محبوب کے ساتھ معیت کا ثبوت ہے۔ معیت معنوی اور روحانی اگرچہ مفارقت جسمانی درمیان میں ہو) جیسا کہ بعض لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مدینہ شریف میں کچھ لوگ ہیں کہ جہاں بھی تم گئے اور مقام کئے وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کو خاص عذر نے محبوس یعنی قیدی کر رکھا ہے ان کی معیت سرّ و روح سے ہے۔

حضرت مصنف تشریح فرماتے ہیں کہ مدارج کی تقریر دل پذیر سے صاف ثابت ہوا کہ معیت با محبوب دو قسم ہے۔ صوری و معنوی اور اعلیٰ اور اکمل فرد معیت کا معیت معنوی ہے کیونکہ معیت صوری و ظاہری میں عوام بھی شریک ہیں اور معیت معنوی و باطنی خواص کا حصہ ہے عوام کا اس میں کچھ اشتراک نہیں اور معیت معنوی کو صوفیہ کرام کی اصطلاح میں تصور شیخ و رابطہ کہتے ہیں۔

تمت بالخیر

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

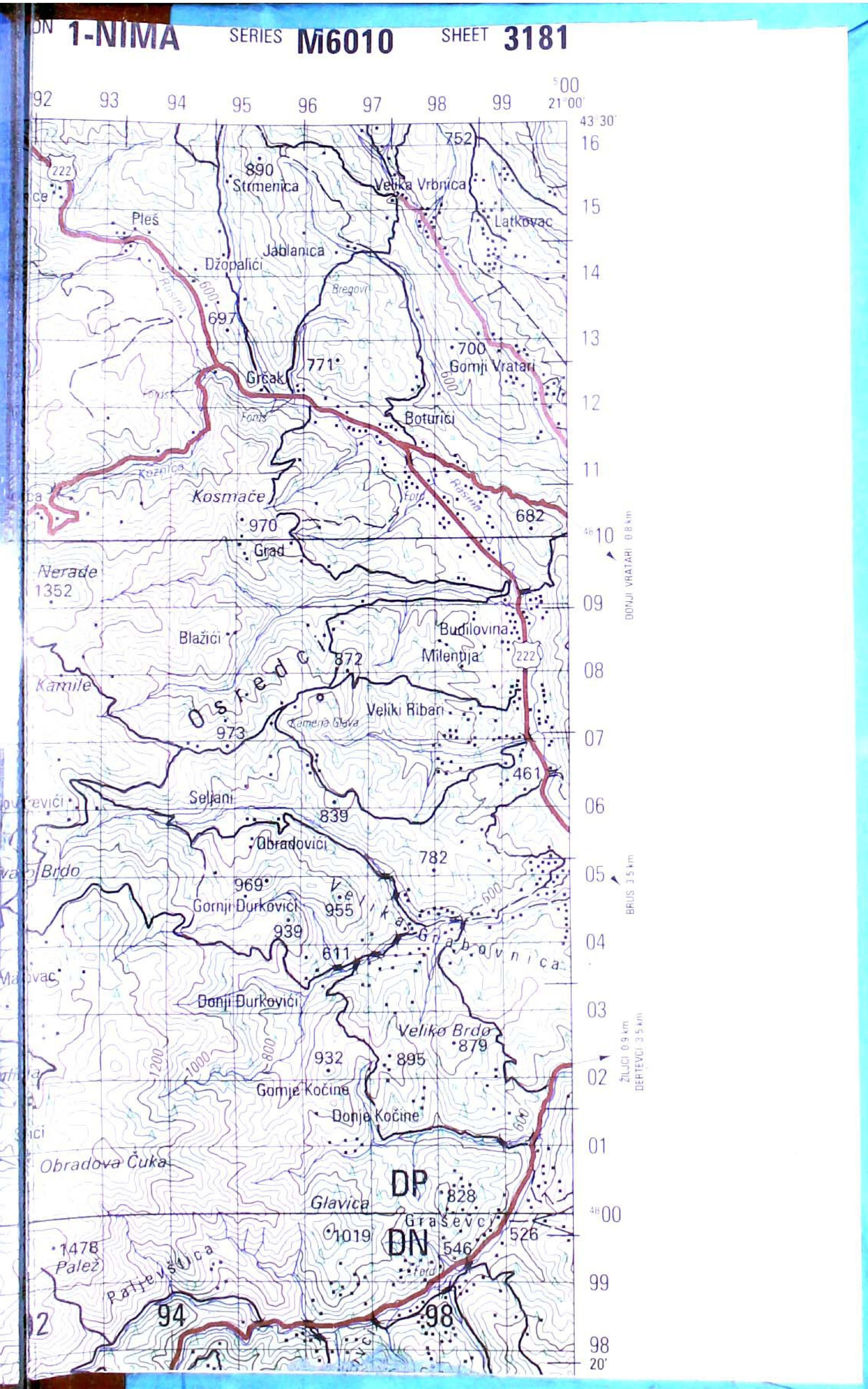
1-NIMA SERIES M6010 SHEET 3181
21°00′
43°30′
Strmenica
Velika Vrbnica
Pleš
Latkovac
Jablanica
Džopalići
Bregovi
Gornji Vratari
Grčak
Boturići
Rasina
Kožnica
Kosmače
Grad
Nerade
Budilovina
Milentija
Blažići
Kamile
Osredci
Kamena Glava
Veliki Ribari
Seljani
Obradovići
Gornji Durkovići
Velika Grabovnica
Donji Durkovići
Veliko Brdo
Gornje Kočine
Donje Kočine
Obradova Čuka
Glavica
Graševci
DP
DN
Palež
Paljevštica
DONJI VRATARI 0.8 km
BRUS 3.5 km
ŽILJCI 0.9 km
DERTEVCI 3.5 km

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com